

حیاتِ نفیس



سوانحِ سید نفیس حسینی رحمہ اللہ

ناظرین

حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم
حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَعَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَعَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِهِ
وَعَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَعَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِهِ
وَعَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَعَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِهِ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملت ان پکستان

(061-4540513-4519240)

www.ahlehaq.org

نفسِ حیات

www.ahlehaq.org

حیاتِ نفیس

برگِ گل

ناظرین

حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم
حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مرتب

محمد اسحاق ملتانی

(مدیر: ماہنامہ "محسن اسلام" ملتان)

سوانح حیات مخدوم العلماء
حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ
انور حسین زیدی سے نفیس الحسینی تک
کی ایمان افروز داستان۔
مرید سے شیخ طریقت تک کے
بصیرت افروز حالات
عالم اسلام کے معروف و محبوب
خطاط کے تجدد یں کارناموں پر محیط
ایک اصلاح افروز کتاب

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملت، نئی دہلی، پاکستان

(061-4540513-4519240)

حیاتِ نفیس

تاریخ اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر

قیصر احمد خان

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گزارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان مکتبہ رشیدیہ بھٹہ بازار داؤد پلندہ
ادارہ اسناد و کتابت انارکلی لاہور یونیورسٹی بک انجمنی نجیب بازار چشمرہ
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ادارہ القرآن شیونان گراہی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور مکتبہ المنظر الاسلامیہ جامعہ مسینہ علی پور
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K. 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTER) BOLTON BL3 3NE. (U.K.)

مکتبہ
اشرفیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ کی صفت جمال کے مظہر حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ میدان طریقت ہو، خطاطی، نعت گوئی یا مدارس و خانقاہوں کی سرپرستی وہ ہر کار خیر میں پیش پیش رہے۔ جامع صفات کے مالک مخدوم العلماء حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی ”حیات نفیس“ ادارہ کی جدید مطبوعات میں سے ہے جس کی ترتیب و اشاعت پر جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ روز اول سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی شخصیات اور ان کی بے غبار تعلیمات کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے۔ اسی جذبہ کے تحت یہ کتاب مرتب کی گئی تاکہ مخدوم العلماء حضرت سید نفیس شاہ صاحب کے ایمان افروز حالات اور قابل رشک کمالات منظر عام پر آجائیں۔

بزرگان دین کی صحبت انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے اس کی واضح دلیل حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وجود مسعود تھا کہ ایسا شخص جس کی ابتدا سکول و کالج سے ہوئی لیکن حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کی صحبت کا ثمرہ یہ دیکھا گیا کہ وہ شخص جو خود عالم نہیں لیکن بیسیوں علماء کا مربی و مرشد ہے اور کئی دینی اداروں کا سرپرست ہے جس کی صحبت کیلئے لوگ دور دراز سے سفر کر کے جاتے اور دین و دنیا کی خیر و برکات و امن میں سمیٹ لاتے۔ اللہ پاک نے جہاں فن خطاطی کے حوالہ سے آپ کی شخصیت کو عالم اسلام میں منفرد مقام عطا فرمایا وہاں آپ وقت کے شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی اپنے اور غیروں سب کیلئے ابر کرم تھی جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں انسانیت اور آدمیت

کا درس ملتا۔ آپ کی وفات پر ملک بھر میں آپ کے متعلقین احباب اور اکابر نے اپنے اپنے مضامین و مقالات میں جو کچھ لکھا ہے۔ انہی مضامین کو سوانحی شکل میں مرتب کر کے اس کتاب میں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض وہ مضامین بھی ہیں جو آپ کی حیات ہی میں لکھے گئے۔ جیسا کہ آپ کے منظوم کلام برگ گل سے پہلے جناب اظہار احمد گیلانی نفیسی صاحب کا مضمون حضرت کی سوانح کے بارہ میں جامع ہے اور اسے حسب سابق برگ گل سے پہلے ہی دیا گیا ہے۔

”حیات نفیس“ میں حضرت شاہ صاحب کی سوانح حیات خطاطی میں تدریجی ترقی اور کمال حضرت رائے پوری کی صحبت اور اس کے ثمرات و برکات، مجالس نفیس، عادات و معمولات، مکمل منظوم کلام نفیس، یعنی برگ گل فن خطاطی کے نفیس جواہر پارے جیسے عنوانات پر مشتمل یہ کتاب ان شاء اللہ اگر خطاطی کے شائقین کیلئے مفید ہے تو سالکان طریقت کیلئے اصلاح افروز مقالات کا مجموعہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ادارہ سے تعلق

گلدستہ تفاسیر، دینی دسترخوان کے مرتب ہمارے والد محترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت خیر الدین صابر صاحب گزرے ہیں جو یہاں ملتان میں مقیم تھے۔ حضرت نفیس شاہ صاحب کے عم محترم سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ صابر صاحب ان کے پختہ قلم سے متاثر ہوئے اور انہیں پنجاب آنے کی دعوت دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ عم محترم نے صابر صاحب کی ترغیب پر سیالکوٹ کے علاقہ کی طرف نقل مکانی کی اور یوں شاہ صاحب کا خاندان یہاں پاکستان میں سکونت پذیر ہوا۔ تقریباً تین و سال قبل جب حضرت شاہ صاحب یہاں ملتان میں تشریف لائے اور جامعہ صدیق اکبر (متصل ابدالی مسجد) میں قیام فرماتے تھے تو بندہ ادارہ کی جدید کتاب ”جدید سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کا مسودہ دکھا کر دعائیں لینے گیا تو حضرت نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ ہمارے خاندان کے پاکستان آمد محترم خیر الدین صابر صاحب ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے اس لئے آپ کا خاندان ہمارے

محسنین میں سے ہے۔ حضرت کی والدہ محترمہ سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ درج بالا واقعہ کا تذکرہ فرماتے اور ممنون بھرے انداز میں دعاؤں سے نوازتے۔

بندہ کے برادر حافظ ایوب ملتانی جو کہ آج کل مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ فن سلوک اور خطاطی میں حضرت شاہ صاحب کے مرید اور شاگرد ہیں۔ جن کا مختصر تذکرہ کتاب ہذا میں تلامذہ کی فہرست میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت اپنے علمی ذوق کی بنا پر ادارہ کے ساتھ خاص شفقت و عنایت کا معاملہ فرماتے۔ کئی مرتبہ بنفس نفیس ادارہ پر تشریف لائے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

بندہ کی نظر میں حضرت کا جو خاص وصف ان کی پوری زندگی پر غالب نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اکابر کے مسلک اعتدال پر نہ صرف خود مستقیم رہے بلکہ اکابر کی نایاب کتب کی حفاظت و اشاعت کیلئے ہمہ وقت متحرک رہتے۔ مولانا روم رحمہ اللہ کی معرکہ الاراء کتاب مثنوی کا دفتر ہفتم جو حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ کا لکھا ہوا ہے۔ عرصہ سے نایاب تھا۔ حضرت نے اس کا ایک نسخہ اپنے مبارک والدہ نامہ کے ساتھ اشاعت کیلئے ادارہ کو بھجوایا۔ آپ کی تحریر کا عکس نفیس جواہر پارے کے تحت کتاب ہذا کے آخر میں موجود ہے۔ اسی طرح ادارہ کی مطبوعہ کتب میں سے مکتوبات و ملفوظات اشرافیہ حضرت گنگوہیؒ اور ان کے خلفاء کے ٹائٹل حضرت ہی کی شاہکار کتابت سے مزین ہیں۔ بندہ کے والد ماجد حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم بھی ختم نبوت کے خادم ہیں اور مجلس تحفظ ختم نبوت سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے اس حوالہ سے بھی حضرت شاہ صاحب اور والد محترم میں محبت و عقیدت کی فضا ہمارے لئے بہترین نمونہ رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور حضرت والد صاحب کو صحت عافیت رکھیں آمین۔

زیر نظر کتاب ”حیات نفیس“ کی ترتیب و تزئین میں جن کرم فرما احباب کا پر خلوص تعاون حاصل ہوا ان میں سرفہرست حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص استاذ العلماء حضرت مولانا عبد المجید صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث باب العلوم کھروڑ پکا) کی مکمل مشاورت اور دعائیں حاصل رہیں۔ کتاب ہذا کا نام بھی حضرت ہی کے مشورہ سے طے کیا گیا۔

لاہور سے ہمارے کرم فرما مولانا عبداللطیف صاحب (جو کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خاص محبین میں سے ہیں) نے حضرت کی خانقاہ، قبر مبارک و دیگر مقامات کی تصاویر ہمیں بھجوائیں اللہ پاک انہیں شایان شان اجر عظیم عطا فرمائیں۔

اعلیٰ نفیس علمی ذوق کی شخصیت جناب ڈاکٹر طاہر جمیل صاحب کا شکریہ ادا کئے بغیر یہ سطور نامکمل رہیں گی۔ جن کی عملی تعاون کے بغیر شاید اس انداز میں کتاب کی ترتیب نہ ہو سکتی۔ آپ نے حضرت کی نایاب کتب اپنی لائبریری سے میسر ہی نہیں فرمائیں بلکہ اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے حسب منشاء استفادہ کی بھی عام اجازت دی۔ اللہ پاک حضرت ڈاکٹر صاحب کے اس نفیسی ذوق کو مزید جلا بخشیں۔ جملہ اراکین ادارہ ان معاون حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

دوران مطالعہ کوئی مفید علمی یا اصلاحی بات نظر سے گزرے تو اسے جمال نفیس ہی کا پرتو سمجھا جائے اور اگر ترتیب کے حوالہ سے کوئی سقم یا غلط ہوں تو انہیں احقر مرتب ہی کی طرف منسوب کیا جائے۔

آخر میں اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ یہ کتاب حضرت کی مکمل سوانح حیات نہیں بلکہ معاصر و متعلقین و محبین کے لکھے گئے مضامین کا مرتب شدہ جدید مجموعہ ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب حضرت کی مکمل سوانح لکھنے والے کیلئے مقدمۃ الحیش کا کام دے گی۔

اللہ پاک اس مجموعہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں اور حضرت کے جاری فرمودہ جملہ امور خیر کو بخیر و عافیت جاری رکھیں اور انہیں حضرت کیلئے صدقہ جاریہ بنائیں۔

(السلام)

محمد اسحاق غفرلہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

مئی ۲۰۰۸ء

اجمالی فہرست

۲۲	خاندانی پس منظر
۲۸	تاریخ خطاطی
۳۱	حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور فن خطاطی کی ابتداء
۳۸	خطاطی اور خطاطوں کے لیے خدمات
۳۹	نوادیر خطاطی
۴۸	فن خطاطی میں طرزِ نفیس کا تعارف
۵۱	فن کی بے لوث خدمت
۵۴	حضرت شاہ صاحب اور ختم نبوت
۷۱	شیخ طریقت
۷۵	عادات، احوال و معمولات
۸۴	چند خصوصیات و کمالات
۹۷	حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی قلمی خدمات!
۱۱۰	فہرست خلفائے مجازین بیعت

فہرست عنوانات

۲۲	خاندانی پس منظر
۲۳	حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد
۲۴	جائے ولادت اور تاریخ ولادت
۲۵	خاندان سادات اور سیالکوٹ
۲۵	آپ کی شخصیت
۲۶	نام، نسب اور لقب
۲۶	تربیت نفیس
۲۶	تعلیم نفیس
۲۸	تاریخ خطاطی
۳۱	حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور فن خطاطی کی ابتداء
۳۲	ٹائٹل سازی
۳۵	فن خطاطی میں تدریجی ترقی
۳۷	پتھروں پر خطاطی
۳۷	فن خطاطی پر اعزاز و اکرام
۳۸	خطاطی اور خطاطوں کے لیے خدمات

۳۹	نوا اور خطاطی
۴۰	دیوان غالب
۴۰	کلام بلھے شاہ
۴۰	شعر ناب
۴۰	سیرت سید احمد شہید
۴۱	نفائس القلم
۴۱	قطعات
۴۲	الواح مزار
۴۲	الواح اخبارات و رسائل
۴۲	ایوان اقبال کیلئے خطاطی
۴۳	کتاب خطاطی
۴۳	فن خطاطی میں آپ کے تلامذہ
۴۵	طرز نفیس
۴۷	ہم عصر خطاط حافظ سیدی صاحب رحمہ اللہ کے کلمات تحسین
۴۸	فن خطاطی میں طرز نفیس کا تعارف
۴۸	مفردات میں آپ کے تجدیدی کارنامے
۴۹	مرکبات میں فنی جولانیاں
۵۰	اخلاق و تعلیمات
۵۱	فن کی بے لوث خدمت
۵۲	مجالس نفیس
۵۲	حضرت رائے پوری رحمہ اللہ اور ختم نبوت

۵۴	حضرت شاہ صاحب اور ختم نبوت
۵۵	سب سے بڑا دینی کام
۵۵	تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء
۵۶	تذکرہ امیر شریعت رحمہ اللہ
۵۷	النخلہ کی تعمیر
۵۸	ایک مبارک خواب کی تعبیر
۵۸	مرزا قادیانی کی تھلیل و اضلال
۵۹	ایک نایاب کتاب کی اشاعت کیلئے سعی مشکور
۶۰	خدا م ختم نبوت سے والہانہ محبت
۶۰	مدینہ منور میں باادب قیام
۶۱	ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شرکت
۶۱	حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی ایک دیرینہ خواہش
۶۳	انفرادی اصلاح کیلئے کاوش
۶۳	مرزا قادیانی کے بارہ میں سرسید کے تاثرات
۶۳	ہر بے دین فتنہ کی سحر انگیزی
۶۴	ایک بزرگ کا کشف
۶۵	حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی کرامت
۶۶	اکابر کی معیت میں رد قادیانیت کیلئے مساعی جمیلہ
۶۷	ختم نبوت کی آیات و احادیث کا چارٹ
۶۷	انوار انور
۷۱	شیخ طریقت

۷۱	روحانی ارتقاء
۷۳	تصوف و سلوک کی امامت
۷۴	لاہور میں قیام
۷۴	شیخ کی شہرت کیسے؟
۷۵	عادات، احوال و معمولات
۷۵	حلیہ مبارک
۷۵	لباس
۷۵	دنیوی مال و متاع
۷۵	اخلاق
۷۶	مجلس
۷۶	جوہر و سخاوت
۷۶	شجاعت و بہادری
۷۶	رقت قلب
۷۶	تواضع
۷۶	ذکاوت اور ذہانت
۷۶	ذوق و شوق
۷۷	آپ کے معاصر شخصیتیں
۷۷	محبین و مسترشدین
۷۷	اسفار
۷۷	منصب و اعزاز
۷۷	موقف و مشن

۷۸	عقیدت و مذہب
۷۸	اشغال و اوراد یومیہ
۷۸	معمول بعد از نماز فجر
۷۹	معمول بعد از نماز ظہر
۷۹	معمول بعد از نماز عصر
۷۹	معمول بعد از نماز مغرب
۷۹	معمول بعد از نماز عشاء
۸۰	احوال و ارشاد
۸۱	طرز اصلاح و تربیت
۸۱	توبہ کے الفاظ
۸۲	سلسلہ طریقت میں حضرت کا شجرہ طیبہ
۸۴	چند خصوصیات و کمالات
۸۴	علمی ذوق
۸۵	تاریخ نگاری
۸۷	حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی پہلی نعت!
۸۹	عشق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلامات
۹۰	سید نے عشق رسالت کی دھوم مچادی
۹۰	خاندان نبوت سے محبت
۹۱	مسلک سے والہانہ وابستگی
۹۲	صحابہ کرام و اہل بیت کے ساتھ عشق و محبت
۹۲	ایک جامع شخصیت

۹۲	حضرت سید احمد شہید اور بزرگان دیوبند کی روایات کے امین
۹۳	مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ
۹۳	اتباع سنت
۹۵	علاقت
۹۵	وقات حسرت آیات
۹۵	نماز جنازہ
۹۶	تدفین
۹۶	اولاد و احفاد
۹۷	حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی قلمی خدمات!
۱۰۱	اکابر کے تاثرات
۱۰۲	خاموش مبلغ
۱۰۳	آہ حضرت نفیس الحسینی رحمہ اللہ
۱۱۰	فہرست خلفائے مجازین بیعت

فہرست برگ گل

۱۲۱	تقریظ: جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی
۱۲۲	”برگ گل“ ایک تاثراتی مطالعہ: سید اظہار احمد گیلانی
۱۲۵	نفاس النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۶	حمد باری
۱۲۸	بجضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
۱۵۰	یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم
۱۵۲	سراپائے اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
۱۵۳	بجصور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم
۱۵۷	محمد موقی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۵۸	چھار ہی ہے گھٹا مدینے کی
۱۵۹	لب پر درود
۱۶۰	سلام بجصور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
۱۶۲	لاکھوں سلام
۱۶۳	اداس راہیں
۱۶۶	گھر گھر اُجالا
۱۶۷	ارمغانِ مدینہ
۱۶۸	صحن حرم میں

۱۶۹	انوارِ مدینہ
۱۷۰	میں تو اس قابل نہ تھا
۱۷۲	پیام آ ہی گیا
۱۷۳	یادِ مدینہ
۱۷۴	حسرت
۱۷۵	آرزو
۱۷۶	محمد را بجانِ خویش دارم
۱۷۷	مناقب
۱۷۸	بو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم
۱۷۹	کر بلا کے بعد
۱۸۰	ذکرِ حسین رضی اللہ عنہما
۱۸۱	اُسوۂِ شہید رضی اللہ عنہ
۱۸۲	خواجہ اجمیریؒ
۱۸۲	قطب صاحبؒ
۱۸۳	بابا فریدؒ
۱۸۳	سلطان جیؒ
۱۸۴	چراغِ دہلیؒ
۱۸۵	بکھورِ خواجہ گیسو درازؒ
۱۸۶	حضرت سید اکبر حسینیؒ
۱۸۷	بر مزارِ قطب الارشادؒ
۱۹۱	شعرِ الفراق

۱۹۲	آہِ قُطْبُ الارشاد گزشت
۱۹۵	حضرت مولانا احمد علیؒ
۱۹۷	مولانا محمد کثیرؒ
۱۹۹	بیادِ رئیس التبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
۲۰۰	جناب شاہ حسین خیر بندہ نوازیؒ
۲۰۱	حکیم سید محمد عالم شاہؒ
۲۰۲	حکیم سید نیک عالم شاہؒ
۲۰۳	غروبِ آفتاب
۲۰۵	والدہِ مرحومہ کی رحلت پر
۲۰۷	بیادِ والدِ بزرگوارؒ
۲۰۹	رخصت!
۲۱۰	یقین نہیں آتا
۲۱۱	حافظ سید انیس الحسن غفر اللہ!ؒ
۲۱۳	اذانِ جہاد
۲۱۴	اتم الاعلون
۲۱۶	شہیدانِ بالاکوٹ
۲۱۸	حق کا بول بالا ہونے والا ہے
۲۲۰	تاقیامت رہے آبروئے ہرات
۲۲۳	مُوئے وطن
۲۲۳	ہرات
۲۲۴	الفراق

۲۲۵	جہاں میں پرچم اسلام لہرانے کا وقت آیا
۲۲۹	مینائے غزل
۲۳۰	تصور
۲۳۲	نقشِ محبت
۲۳۴	ارمغانِ گلبرگہ
۲۳۶	جس تصوف میں خود نمائی ہے
۲۳۸	وہ دل کہ دیر سے تھا پریشان آرزو
۲۴۰	ہم ہیں اور شوقِ بزمِ آرائی
۲۴۱	بیمار ہو گئے بڑے بیتاب ہو گئے
۲۴۲	کیوں شکوہِ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے
۲۴۴	اے دوست جب سے وقفِ خرابات ہو گئی
۲۴۵	آج روزِ سعید ہے ساقی
۲۴۷	آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں
۲۴۷	سکر دو کے دشت و جبال اللہ اللہ!
۲۴۸	تکملہ شجرہٴ قادریہ قمیصیہ رحیمیہ امدادیہ
۲۴۹	نفاس
۲۵۰	برطانیہ اچھا نہ فرنگی بہتر
۲۵۰	”مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
۲۵۱	”ظالم بُش“
۲۵۱	بُشِ درندہ
۲۵۲	نہی دارند جو ذوقِ محبت عاشقاں درِ دل

۲۵۲	کہاں دنیا کے فرزانے گئے ہیں
۲۵۳	کبھی نہ بھولیں گی
۲۵۳	شہِ بغداد
۲۵۴	سید ہجویر
۲۵۵	مجدد الف ثانی
۲۵۶	ارمغانِ نفیس
۲۵۷	صریرِ قلم
۳۶۹	نفیس جوہر پارے
۳۰۶	چند نایاب عربی کتب کے نام بقلم نفیس
۳۳۲	قصیدۃ فی مرثیۃ مرشدی و مولائی السیدانور حسین نفیس الحسینی رحمہ اللہ
۳۳۴	بہ نفس نفیس
۳۳۵	قطعات
۳۳۶	قطعہ تاریخ وفات



جہدہ : ۱۲ سوال الکریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خاندانی پس منظر

سید نفیس الحسینی اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطاط اور شیخ طریقت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب قطب الاقطاب خواجہ دکن سید محمد حسینی گیسو دراز رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ سادات گیسو دراز پنجاب کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

سید نفیس الحسینی بن سید محمد اشرف علی بن سید بدھن شاہ بن سید محمد شاہ حسینی بن سید شاہ محمد سلیم بن سید شاہ محمد صالح بن شاہ عبدالکریم حسینی مہاجر کی بن سید شاہ گل محمد حسینی بن شاہ حفیظ اللہ حسینی بن شاہ اسد اللہ حسینی بن سید عبداللہ حسینی بن سید محمد صوفی حسینی گلبرگوی بن سید احمد حسینی بن خواجہ ابوالفیض شاہ من اللہ حسینی بن حضرت سید یوسف المعروف محمد اصغر حسینی گلبرگوی بن حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہ۔

حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی رحمہ اللہ ۱۱۳۲ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آئے تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید گل محمد حسینی رحمہ اللہ تھے۔ سید گل محمد حسینی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالکریم حسینی رحمہ اللہ تھے جو موضع ننگل کمالا (تحصیل پرسور ضلع سیالکوٹ) میں قیام پذیر تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ مع اہل و عیال حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا، آپ تادم آخرو ہیں رہے۔ حضرت شاہ عبدالکریم حسینی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد صالح تھے جو عوام میں صالحوں شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ عارف ربانی اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ موضع کرنگالی (تحصیل پرسور) میں آپ اکثر اوقات بسر فرماتے۔ وہاں آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر فرمائی جو تاحال موجود ہے۔ تحمینہ آپ نے بارہویں صدی ہجری کے آخر یا

تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں وفات پائی اور قبرستان کرنگالی میں مدفون ہوئے۔ حضرت شاہ محمد صالح حسینی رحمہ اللہ کے ایک ہی فرزند تھے یعنی حضرت شاہ محمد سلیم رحمہ اللہ جن کا مسکن و مدفن موضع منگل کلا ہی تھا۔ حضرت شاہ محمد سلیم رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادے شاہ غلام محمد رحمہ اللہ تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد شاہ رحمہ اللہ تھے جو ایک ولی کامل، متوکل علی اللہ درویش اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ نے عمر کا بیشتر حصہ موضع الھڑ (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں گزارا۔ آپ ہی کے زمانے میں امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی جماعت مجاہدین کے سکھوں سے معرکے ہوئے جن میں غازیان اسلام نے شجاعت جان سپاری اور ایثار کی نئی تاریخ رقم کی۔ حضرت سید محمد شاہ رحمہ اللہ حاذق و کامل طبیب بھی تھے۔ آپ دوا اور دُعا دونوں سے مخلوق خدا کو مستفید فرماتے۔ آپ نے موضع الھڑ کے مشرق میں ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی جو برسوں آپ کے اذکار و اشغال سے معمور رہی۔ آپ کی وفات ۱۸۶۰ء کے کچھ ہی بعد ہوئی۔

سید محمد شاہ رحمہ اللہ کی دوا و رواج سے چھ بیٹے تھے۔ آپ کی اہلیہ ثانیہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد اپنے تین بیٹوں کو لے کر گھڑیالہ غربی منتقل ہو گئیں۔ آپ کے صاحبزادے سید بڈھن شاہ نے عمر کا بقیہ حصہ گھڑیالہ ہی میں گزارا جہاں آپ کا انتقال مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۱۴ء بوقت طلوع فجر ہوا۔ سید بڈھن شاہ کے سات صاحبزادے تھے جن میں پانچویں نمبر پر سید محمد اشرف علی سید القلم تھے۔ آپ فن خطاطی میں مہارت رکھتے تھے۔ نیز طبیب بھی تھے۔ فن خطاطی آپ نے اپنے تایا زاد بھائیوں حکیم سید محمد عالم شاہ (ولادت ۱۶ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ مطابق ۷ نومبر ۱۸۸۳ء وفات ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق ۸ جون ۱۹۴۳ء) اور حکیم سید نیک عالم شاہ (ولادت ۱۸۹۵ء وفات ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء) سے اکتساب فن کیا اور ۱۹۲۲ء میں باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کا کتابت کردہ پہلا قرآن پاک مطبع قیومی (کانپور) سے شائع ہوا۔ ابتداء میں آپ صرف خط نستعلیق لکھتے تھے۔ خفی اور جلی نستعلیق میں آپ کا قلم جادو رقم تھا۔ بعد میں کتابت کلام الہی سے آپ کو خاص شغف ہو گیا اور صرف پر قرآن پاک لکھنے لگے۔ آپ نے زندگی میں سولہ مرتبہ قرآن پاک کی کتابت کی سعادت حاصل کی جن میں سے کچھ پارے تاج کمپنی نے بھی شائع کیے۔ تقسیم

برصغیر سے کچھ قبل لاہور کے اشاعتی ادارے پبلشرز یونائیٹڈ نے کلام پاک کی اشاعت کے لیے جب مختلف خطاطوں سے نمونے طلب کیے تو پورے پنجاب میں آپ ہی کے خط کو کلام پاک کی کتابت کے لیے بہترین قرار دیا گیا۔ اس کلام پاک کا متن آپ ہی نے کتابت کیا جب کہ ترجمہ کی کتابت منشی الماس رقم مرحوم نے کی تھی۔ کچھ عرصہ قبل مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی تفسیر معارف القرآن میں کلام پاک کا متن آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامک پبلی کیشنز لاہور اور ادارہ بیان القرآن لاہور نے آپ کے کتابت کردہ مصاحف شائع کیے ہیں۔ آپ کا انتقال مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا اور تدفین قبرستان میانی صاحب لاہور میں ہوئی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد

سید محمد اشرف علی سید القلم کے چار صاحبزادے ہیں جن میں سب سے بڑے ہمارے ممدوح حضرت سید نفیس الحسنی تھے۔ آپ کے بعد علی الترتیب سید منور حسین زیدی، سید دلاور حسین جاوید اور سید محمد سرور حسین ہیں۔ سید انور حسین نفیس الحسنی (نفیس رقم) المعروف بہ سید نفیس شاہ صاحب اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطاط ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت گیسو دراز رحمہ اللہ کی اولاد میں ایک بزرگ شاہ حفیظ اللہ حسینی ۱۱۳۴ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آئے تھے۔ سید نفیس شاہ صاحب انہی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ صاحب کے والد گرامی سید محمد اشرف علی سید القلم اور آپ کے سر حکیم سید نیک عالم ماہر خطاط گزرے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا کتابت قرآن مجید سے خاص تعلق تھا اور دونوں نے زندگی بھر سب سے زیادہ کام کتابت قرآن مجید ہی کا کیا۔

جائے ولادت اور تاریخ ولادت

سید نفیس شاہ صاحب ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو موضع گھڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عہد طفولیت میں گھڑیالہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ حکیم سید نیک عالم اور حکیم سید محمد عالم معروف اساتذہ خطاطی موجود تھے۔ تقسیم سے کچھ عرصہ قبل

آپ گھڑیالہ سے لاکپور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے اور ۱۹۳۸ء میں شی مسلم ہائی سکول لائل پور سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سکول کے نصاب میں ہندی کا مضمون بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے ہندی زبان میں خطاطی بھی سیکھی۔ میٹرک کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا اور بقیہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لائل پور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔

خاندان سادات اور سیالکوٹ

خاندان سادات کی لہریں اور موجیں اہل زمان و مکان کے اشخاص و افراد تمام جماعتوں، دینی اداروں، خانقاہوں، اہل تصنیف و تالیف، اہل دین و ادب اور جمیع انسانوں و ارواح کی نگہبانی کرتی رہیں۔ اسی طرح جو بھی طہارت و عفت، اخلاص، بہادری و سرداری کا مالک اور عارف باللہ ہے (سب کی نگہبانی کرتی رہیں)

ان لہروں و موجوں میں سے کچھ شہر سیالکوٹ کی طرف آئیں (جس کی وجہ سے) وہ ابھی تک علوم و آداب کا مرکز بن رہا اور وہاں بہت بڑا خاندان سادات قیام پذیر ہے اور مسلمانوں پر اسے ہمیشہ سے سلطنت کا تمغہ حاصل رہا۔ صوبہ پنجاب میں ایک خوشنویسی و خطاطی کا خاندان بھی ہے جس نے عربی رسم الخط کی حضانت و پرورش پا کر نجابت و شرافت حاصل کی۔

عربی رسم الخط ایک مبارک عمل فرض کیا جاتا ہے جو از سلف تا خلف نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ مبارک ورثہ امام ربانی شیخ سید محمد انور شاہ بن محمد اشرف علی احسینی رحمہ اللہ تک پہنچا (اور آپ عربی رسم الخط کے امام بنے)

آپ کی شخصیت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے عربی رسم الخط کی وراثت اپنے والد ماجد سے پائی اور اس میں جدت پیدا کی۔ یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ کو اس میں ید طولیٰ اور بہت بڑا رتبہ حاصل ہو گیا اور آپ رحمہ اللہ کے خط کی عمدگی اور حسن و جمال کی مثالیں قائم ہو گئیں اور پاکستان کا ثقافتی و تہذیبی خط عربی رسم الخط شمار ہونے لگا اور حکومتی سطح پر اسے قبولیت حاصل ہوئی اور پھر اس کی روش چل پڑی۔

نام، نسب اور لقب

آپ کا نام مبارک محمد انور حسین بن محمد اشرف علی رحمہ اللہ ہے۔ لقب مبارک نفیس ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ حسینی بھی ہیں اور ہروی بھی۔ ہروی اس لیے ہیں کہ آپ کے اجداد ہرآقا سے تشریف لائے اور شہر سیالکوٹ میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہیں آپ کی سعادت کا سورج چمکا اور ستارہ روشن ہوا۔

تربیت نفیس

آپ کی تربیت و پرورش ایک با ایمان، مہربان، پاکدامن اور حلال کمائی کرنے والے والد ار کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ کے والد ماجد اپنے ہاتھ کی کمائی (یعنی رزق حلال) سے کھایا کرتے تھے (جس کی برکات حضرت کو بھی نصیب ہوئیں)

حضرت نے ایک ایسے گھرانہ میں نشوونما حاصل کی ہے جہاں ان کے اجداد مبارک کے عجیب و غریب واقعات بیان ہوتے تھے۔ حضرت ان واقعات سے ایمانی حلاوت محسوس فرماتے تھے اور راہ علوم حاصل کرتے۔

تعلیم نفیس

آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم ادارے ہائے مختلفہ میں کئی سال نہایت اطمینان و سکون، ادب و وقار کے ساتھ حاصل کی۔

آپ نے جب ہوش سنبھالا اس وقت آپ کا گھرانہ فن خطاطی کا بڑا مرکز تھا جس میں تین ماہر فن اساتذہ حکیم سید محمد عالم صاحب، حکیم سید نیک عالم صاحب اور سید محمد اشرف علی سید القلم صاحب خطاطی سے مشغول رکھتے تھے دور و نزدیک سے فن خطاطی کے طالب گھڑیا لے آکر اس خانوادے سے اکتساب فن کرتے۔

سید نفیس شاہ رحمہ اللہ صاحب کو اوائل عمری ہی سے فن خطاطی سے خاص تعلق تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کے والد محترم کتابت فرماتے، آپ دائیں جانب کھڑے ہو کر انہیں کتابت کرتے دیکھتے۔ اس کے علاوہ فارغ اوقات میں اپنی انگلیوں نیز ٹھیکریوں

اور لکڑی سے زمین پر مشق کرتے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کا خط اپنے ہم جماعتوں میں سب سے خوبصورت تھا۔ اسی وجہ سے دیگر طالب علم فرمائش کر کر کے اپنی کاپیوں پر آپ سے نام لکھواتے تھے۔ اسی دور کا واقعہ ہے کہ گھڑیالہ کے ایک صاحب حافظ محمد علی جب دینی تعلیم کے حصول کے بعد واپس آئے تو زمانہ طالب علمی کے نوٹس کتابی شکل میں آپ سے قلمبند کرائے۔ ماضی قریب کے نامور نستعلیق نگار خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم بھی آپ ہی کے خانوادے کے شاگرد یعنی حکیم سید محمد عالم شاہ صاحب اور حکیم سید نیک عالم شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ جب وہ لاہور سے گھڑیالہ آئے اور آپ کی کتابت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور آپ کے والد محترم کے سامنے آپ کی تعریف کی۔ اس زمانے میں آپ نے لیتھو کتابت کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں آریہ ہائی سکول بھوپال والا (موجودہ جناح اسلامیہ ہائی سکول) سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔

آپ ابھی دسویں جماعت میں داخل ہی ہوئے تھے کہ تقسیم برصغیر عمل میں آئی۔ تقسیم سے کچھ ہی قبل آپ گھڑیالہ سے فیصل آباد (سابقہ لائل پور) منتقل ہو گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی سکول فیصل آباد سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے فن خطاطی کو بھی بطور ذریعہ معاش جاری رکھا۔ سب سے پہلے آپ کے والد مکرم نے آپ کو ”خطبات علمی“ کتابت کرنے کے لیے دیئے جس کی آپ نے نسخ اور نستعلیق دونوں میں کتابت کی۔ اس کے بعد آپ نے سیرت کی معروف کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ مؤلفہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے حصہ اول کی کتابت کی جسے لاہور کے معروف ناشر کتب شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شائع کیا۔ بعد ازاں آپ نے ”تاریخ گلہ ستہ پاکستان“ کی اس قدر عمدہ کتابت کی کہ فیصل آباد میں آپ کی کتابت کی شہرت ہو گئی اور لوگ کام لے لے کر آپ کے پاس آنے لگے۔ جب فیصل آباد سے روزنامہ انصاف جاری ہوا تو آپ نے پہلے شمارے کے پورے صفحے کے لیے علامہ اقبال کی مشہور نظم ”لا الہ الا اللہ“ کی کتابت کی۔ یہیں سے اخباری کتابت کا آغاز کیا۔ فیصل آباد سے نکلنے والے ایک اور روزنامے ”غریب“ کے ابتدائی زمانے میں بھی آپ نے کتابت کا کچھ عرصہ کام کیا۔

تاریخ خطاطی

خطاطی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ یونانی زبان کے لفظ کیلوگرافی کا اردو مترادف ہے جس کے معنی ہیں خوب اور خوشنما مگر عرف عام میں اس کا اطلاق ایسی تحریر پر کیا جاتا ہے جو بنا سنوار کر پیش کی جائے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کا آغاز و شروع بھی یونانیوں کی مرہون منت ہے بلکہ ابتداء آفرینش سے ہی انسان و قلم علم سلک سے باہم منسلک ہو کر ارتقائی مراحل طے کرتے رہے ہیں۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جنہیں ابوالبشر کے لقب کے ساتھ ساتھ حروف شناسی اور اسماء آگاہی کا علم عطا کیا گیا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: علم آدم الاسماء کلہا (آدم کو کل اسماء کی تعلیم دی گئی) اور اسماء دراصل وہ اٹھائیس حروف ابجد یا حروف تہجی تھے جو صحیفے کی صورت میں حضرت آدم کو ودیعت کیے گئے اور مکرر یہی حروف حضرت ہود علیہ السلام پر اتارے گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ وہ انتہا درجہ کے نفس نویس اور بہت بلند پایہ کتابت کرنے والے تھے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام وغیرہ متعدد قلم کاروں کے بارے میں حضرت مریم کی کفایت و سرپرستی کی بابت قرآن مجید قلم کے حوالے سے بھی کلام کرتا ہے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر اولاً جو وحی نازل کی گئی ہے اس میں بھی علم و قلم کے باہمی ارتباط و تعلق کو اجاگر کیا گیا اور فرمایا گیا ہے ”اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم“ (پڑھئے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا)۔

احسن الکتاب ”القلم“ کے نام سے ایک مکمل سورت لائی گئی اور اس میں قلم کی قسم کھا کر اس کی اہمیت و عظمت اجاگر کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ قلم ہی ہے جسے یہ اعزاز و شرف

حاصل ہوا ہے کہ ذات علام وعلیم مطلق نے اسے علم کی اشاعت کا باعث بنایا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”الابجد مرکوز فی لوح محفوظ“ (ابجد لوح محفوظ میں مرکوز ہے) یہ ارشاد فن خطاطی و کتابت کے ابجد کے بارے میں فرمایا گیا ہے جسے ابو العباس بونی نے لطائف الارشادات فی اسرار الحروف المعلومات میں نقل کیا ہے۔ نیز آپ کا یہ ارشاد بھی مشتہر فی الآفاق ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو تخلیق کیا۔

ازمنہ قدیم سے جزیرۃ العرب کے دو شہروں حمیر اور حیرہ کو خط و خطاطی کے حوالے سے بڑی شہرت حاصل رہی ہے۔ اگرچہ ان دونوں شہروں کے خطاطوں کی خطاطی و کتابت باہم مشابہ ایک جیسی تھی تاہم نسبت مکانی کے تحت رائج الوقت اسلوب نگارش کو ”خط حمیری و خط حیری“ کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ اب تک جو مخطوطے اور سنگی کتبے دریافت ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں متذکرہ خطوط کو اپنے عہد کے تمام رائج الوقت طرز تحریر و انداز نگارش پر برتری و فوقیت حاصل تھی پھر مرور زمانہ ان دونوں شہروں کے خطاط و کتابان کے طرز تحریر کو سامنے رکھ کر اصلاحات کی حسن کاری کے ذریعے خط کو بھی ایجاد کیا گیا۔ فن خطاطی و کتابت کا سب سے زیادہ خوبصورت استعمال و اظہار نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی اور پھر مختلف شاہان عرب و عجم کو بھیجے جانے والے مکاتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاطی و کتابت کی صورت میں کیا گیا اور کم از کم چالیس ایسے خوش طالع و خوش بخت صحابہ کرام تھے جنہیں کتابان وحی و مکاتیب ہونے کا اعزاز و شرف حاصل ہوا۔ امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو خود بھی قرآن کریم کی کتابت کرنے والی مقدس جماعت کے فرد فرید و رکن رکین رہے ہیں کہتے ہیں کہ ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کتابت قرآن کے دوران یہ ہدایت بھی فرمائی تھی کہ تم جب کسی چیز کی کتابت کرنے لگو تو ارقش کا اہتمام ضرور کیا کرو۔“ میں نے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ارقش کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: حروف پر نقطے لگایا کرو تا کہ عبارت کے پڑھنے میں کسی غلطی کا صدور نہ ہو اور معانی و مطالب میں کوئی گنجشک و فرق نہ آئے۔

ابن ندیم نے عہد بنو امیہ و بنو عباس کے ان خطاطوں و خوش نویسوں کے اسماء و اعلام کی

الفہرست میں بڑی لمبی فہرست بیان کی ہے جو شہرت کی بامِ ثریا تک پہنچے ہیں اور اطراف و اکناف عالم میں بڑا نام کمایا ہے۔ ان اولوالعزم خطاطوں میں ایک عظیم المرتبت خطاط ابن مقلہ بھی تھے جو احوالِ محرر کے تملیذِ رشید اور چھ خوبصورت خطوط کے موجد تھے۔ مولانا عبدالرحمن جامی نے نہایت خوبصورت پیرائے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ابن قلعه وضع کرد این شش خط از خط عرب ثلث و ریحان

و محقق نسخ توقیع و رفاع

اور آگے چل کر توقیع و محقق کے باہمی ارتباط نے خطِ نسخ کے نام سے شہرت پائی اور اپنے سے پہلے جتنے طرزِ نگارش تھے ان سب کے نسخ ہونے کی بناء پر اسے نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ برصغیرِ پاک و ہند میں اس عربی رسم الخط کا اجراء محمد بن قاسم کی باب الہند (سندھ) میں آمد و فتح کے معا بعد ہی ہو گیا تھا اور ایک طویل عرصہ تک بلا شرکتِ غیر اس کا طوطی بولتا رہا ہے۔ تا آنکہ نویں صدی ہجری میں ایران سے روابط کی بدولت الگ نیا رسم الخط متعارف ہوا جسے سید علی تبریزی نے تخلیق کیا تھا اور اسے خط نستعلیق کے نام سے پکارا گیا۔ ظہیر الدین بابر جہاں جنگجو و شجاع اور تلوار کے دھنی تھے وہاں بہترین خطاط فن خطاطی کے قدردان اور خود ایک خط خط بابر کے صانع بھی تھے۔ انہوں نے خط بابر میں قرآن مجید کا ایک نسخہ کتابت کر کے مسجد حرام بیت اللہ میں بھی ارسال کیا تھا۔ اسی طرح سلطان الہند ٹمس الدین التمش کے شہزادے ناصر الدین محمود نے بھی کتابت قرآن مجید کا شرف حاصل کیا تھا۔

جلال الدین اکبر جہانگیر اور عالمگیر وغیرہ تمام شایانِ مغلیہ بھی فن خطاطی کی حوصلہ افزائی و سرپرستی کرتے رہے ہیں اور جاگیروں کی شکل میں انعامات سے نوازتے رہے ہیں۔ خطاطوں کی دنیا میں ایک نامور خطاط عبدالرحیم میروی گزرے ہیں جنہیں جہانگیر نے ”عزیزِ قلم“ کے خطاب سے نوازا تھا اور شاہجہان نے علی تبریزی کو ”جوادرِ قم“ کا خطاب دیا تھا۔

اور نگزید عالمگیر جہاں جہانبانی کرتے تھے وہاں اعلیٰ مرتبہ کے خطاط بھی تھے اور فن خطاطی و خیاطی کو ہی ذریعہ معاش کے طور پر اپنایا تھا کہ قرآن مجید کی کتابت بھی کرتے تھے اور کپڑے کی ٹوپیاں بھی سیتے تھے۔ انہوں نے ایک قرآن مجید کی کتابت کر کے مسجد نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھوانے کے لیے ارسال کیا تھا۔ ماضی قریب میں فن خطاطی کی مسند کو جنہوں نے زینت بخشی ہے ان میں تاج الدین ”زرین رقم“ عبد المجید پروین رقم، محمد صدیق الماس رقم، اور ”سید محمد اشرف زیدی“ سید القلم“ جیسے اساتذہ فن نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور فن خطاطی کی ابتداء

تین اول الذکر حضرات نستعلیق نگاری میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور مؤخر الذکر کو قرآن نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا اور انہی مؤخر الذکر سید القلم کے ہاں جن کا تعلق ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ کے مشہور قریہ گھڑیالہ سے تھا مورخہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک بچے نے جنم لیا جس کا خاندانی نام انور حسین رکھا گیا۔ نفیس الحسنی رحمہ اللہ کے قلمی نام سے متعارف و مشہور ہوئے، فن خطاطی کی اضافت و نسبت کے باعث ”نفیس القلم“ کہلائے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر خود صاحب ارادات اور اپنے ارادات مندوں میں ”حضرت شاہ صاحب“ کے نام سے یاد کیے گئے اور خوش نویسی و خوش خطی میں ”صاحب طرز“ بن کر ”خطاط العصر“ کے خطاب سے نوازے گئے۔ آل پاکستان خوش نویس یونین کے پہلے نائب صدر اور پھر متفقہ صدر چنے گئے۔ فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر متعدد قومی انعامات سے بہرہ ور کیے گئے۔ ملک کے بحیثیت خطاط صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی حاصل کرنے والے پہلے خطاط کے طور پر سامنے آئے اور عالمی مقابلہ خطاطی میں بطور منصف مدعو کیے گئے۔ حضرت شاہ صاحب اگرچہ باقاعدہ کسی دارالعلوم یا جامعہ کے فارغ التحصیل اور مستند عالم نہیں تھے تاہم علوم دینیہ میں بہت سے علماء دین اور فضلاء سے زیادہ دسترس و فضیلت اور اپنا مخصوص ذوق و میلان رکھتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ بقول صاحب آہوان صحرا ڈاکٹر عبادت بریلوی وہ عین عالم شباب میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان سے بیعت کر لی اور ان سے یہ ارادت اس قدر بڑھی کہ شاہ صاحب نے ان کے وطن رائے پور ضلع سہارن پور میں جا کر مہینوں قیام کیا اور ان کے

زیر سایہ طریقت کی مختلف منزلوں سے آشنا ہوئے۔ مزید لکھتے ہیں حضرت رائے پوری کی ذات گرامی کے ساتھ جو قرب الہی حاصل رہا اس نے ان کی دنیا ہی بدل دی اور اس کی بدولت روحانیت کی ایسی منزلوں سے ہمکنار ہوئے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک خوش قسمت انسان ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک خوش قسمت انسان ہی تھے اور اپنے شیخ سے شرف بیعت و قرب کو حاصل زندگی ہی یقین کرتے تھے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی شاہ صاحب کے بارے میں رقم طرازی فرماتے ہیں کہ ہمارے مخدوم بزرگ حضرت سید انور حسین نفیس الحسنی نفیس رحمۃ اللہ علیہ جو محبت کرنے والوں کے درمیان حضرت نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ ان اصحاب کمال میں سے ہیں جن کی نظیر کسی زمانے میں خال خال کی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فن خطاطی میں جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ان کے قلم سے خوش نویسی کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں وہ ملک و ملت کے لیے قابل فخر ہیں اور خطاطی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فیصل آباد سے جب روزنامہ ”انصاف“ جاری ہوا تو آپ نے اس کے پہلے شمارے پر پیشانی اور علامہ اقبال کی نظم ”لا الہ الا اللہ“ لکھی۔ آپ کی کتابت کردہ پہلی کتاب جو زیور طباعت سے آراستہ ہوئی وہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی مشہور کتاب سیرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسے لاہور کے ایک معروف ناشر نے شائع کیا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ لائل پور سے لاہور منتقل ہو گئے۔ قیام لاہور کے ابتدائی عرصے میں آپ نے اورینٹل کالج کے شعبہ اردو فارسی میں تعلیم بھی حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک آپ نے روزنامہ نواب وقت لاہور میں بحیثیت سرخی نویس کام کیا۔ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۰ء تک آپ نے چٹان بلڈنگ لاہور میں پرائیویٹ طور پر خطاطی کا کام کیا۔ اسی دوران مختلف اوقات میں آپ روزنامہ احسان لاہور اور روزنامہ آزاد لاہور سے بحیثیت سرخی نویس وابستہ رہے۔ ۱۹۷۰ء سے اب تک آپ اپنے گھر پر ہی پرائیویٹ طور پر خطاطی کرتے اور طلبہ کو اصلاح دیتے رہے۔ اس دوران ہزار ہا طالب علموں نے آپ سے اکتساب فن کیا۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ افراد

نے آپ ہی سے یہ فن سیکھا ہے۔ اپنے دور میں آپ کی شخصیت ایک مینارہ نور کی حیثیت رکھتی تھی۔ دور دور سے لوگ آپ کے پاس یہ فن سیکھنے آتے تھے اور مطلوبہ استعداد حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے شعبوں میں چلے جاتے۔ اب چونکہ کمپیوٹر کے ذریعے نستعلیق کی کتابت عام ہو چکی ہے اس لیے آپ سب سے پہلے خط نسخ کی تعلیم دیتے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کتابت قرآن مجید کا کام جاننے والے ہوں تاکہ آئندہ اس شعبے میں ماہر افراد کی قلت کا احساس نہ ہو۔

۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو شاہ صاحب رحمہ اللہ فیصل آباد سے لاہور منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد منشی تاج الدین زریں رقم سے تعارف ہوا جو آپ کے والد مکرم کے دوستوں میں سے تھے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اسے شاہ صاحب اپنے متعدد مقالات میں بھی تحریر فرما چکے ہیں کہ آپ نے مشق و استفادہ صرف اور صرف اپنے والد مکرم ہی سے کیا اور زریں رقم سے آپ کا تعلق استاد شاگرد کا نہیں بلکہ مشفق بزرگ کا تھا۔ اس حقیقت کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحب زریں رقم سے ملاقات سے قبل ہی فن خطاطی میں مہارت حاصل کر چکے تھے اور فیصل آباد کی سطح تک نام بھی کما چکے تھے۔ آپ کا گھرانہ خود باکمال اساتذہ کا مرکز تھا۔ اس صورت میں بقول شاہ صاحب ”جس کے گھر میں گزگا بہرہ رہی ہو اسے کہیں اور جانے کی کیا ضرورت تھی“ حقیقت میں زریں رقم نے اس عہد کے دیگر نوجوان خطاطوں کی طرح آپ کی بھی سرپرستی فرمائی اور پہلے روزنامہ احسان اور پھر روزنامہ نوائے وقت میں اور خطاط اعلیٰ ملازمت دلائی۔

اس دور میں اخبارات میں خوبصورت اور خوش خط سرخیاں لکھنے کی روش چل نکلی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کا آخری روزنامہ نوائے وقت میں بحیثیت خطاط اعلیٰ ہو گیا جہاں آپ نے اپنے فن کے خوب خوب جوہر دکھائے اور خط نستعلیق کے علاوہ نسخ، ثلث، طغرا اور خط تاج میں کمال فن کا مظاہرہ کیا۔ اسی دور میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے انتقال کی جلی خبر آپ نے خط ثلث میں لکھ کر سرخی نویسی میں ایک نئے خط کا اضافہ کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نوائے وقت میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک تقریباً پانچ سال بطور خطاط اعلیٰ رہے۔ جب آپ نے نوائے وقت میں ملازمت کا آغاز کیا تو آپ کی عمر بہ مشکل ۱۹ برس اور اخبار

چھوڑتے وقت محض ۲۳ برس تھی۔ اس دور کو نصف صدی گزر چکی اور اس درمیان نوائے وقت میں اور بھی خطاط آئے اور گئے لیکن اس اخبار کی تاریخ میں فن خطاطی کے لحاظ سے آپ ہی کا سنہری دور تھا۔ اب بھی فن خطاطی سے تعلق رکھنے والے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نوائے وقت کے لیے لکھی خوبصورت سرخیوں کو یاد کرتے ہیں بلکہ بعض شوقین حضرات نے ان خوبصورت سرخیوں کو اب تک محفوظ رکھا ہے۔

۱۹۵۶ء میں جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی عمر محض ۲۳ برس تھی آپ کو پاکستان خوش نوایس یونین لاہور کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسی سال آپ نے نوائے وقت سے استعفیٰ دیدیا اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کرنے لگے۔ نوائے وقت سے استعفیٰ شاہ صاحب کی فنی اور روحانی زندگی کا اہم موڑ ہے۔ اس طرح آپ نے نہ صرف اخبار کی ملازمت سے استعفیٰ دیا بلکہ اس کے بعد تمام عمر کسی طرح کی ملازمت نہ کی۔ نوائے وقت کے بانی اور اس وقت کے مدیر اعلیٰ حمید نظامی مرحوم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کو بے حد پسند کرتے تھے اور خواہش مند تھے کہ آپ دوبارہ اخبار سے تعلق قائم کر لیں لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ جو فیصلہ کر چکے تھے اس پر ثابت قدم رہے۔

۱۹۵۷ء شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا اس لحاظ سے اہم ترین سال ثابت ہوا کہ اسی سال برصغیر کے نامور روحانی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ (وفات ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء) سے بیعت ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ شرف ہے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک حاصل زندگی ہے۔

ٹائٹل سازی

یوں تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے متعدد کتابوں کی پاکیزہ کتابت اپنے خوبصورت خط میں کی ہے مگر آخری عمر میں شدید مصروفیات، مسلسل اسفار اور دیگر کاموں کی وجہ سے صرف ٹائٹل سازی کا کام ہی کرتے رہے۔ اب تک بے شمار کتب و رسائل کے ٹائٹل تیار کر چکے ہیں۔ اس شعبے میں بھی آپ نے کئی اجتہادی تبدیلیاں کیں۔ یوں تو آپ تمام مروجہ خطوط پر یکساں عبور

رکھتے مگر ٹائٹل میں عموماً سب سے زیادہ خط نستعلیق ہی استعمال کرتے۔ اس کی بڑی وجہ ہمارے ہاں خط نستعلیق سے سب سے زیادہ مانوسیت ہے۔ نستعلیق کے علاوہ آپ ثلث، نسخ، دیوانی، رقعة، کوئی وغیرہ بھی بڑی مہارت سے لکھتے اور ٹائٹل پر ان خطوط کا مناسب جگہ پر خوبصورتی سے استعمال کرتے۔ شاہ صاحب کے ہر کام سے آپ کی ذہانت کا اظہار ہوتا ہے مثلاً عبارت کے مطابق خط کا استعمال اور خط کے لیے مناسب قسط کا استعمال تاکہ عبارت واضح اور دلکش نظر آئے۔ ٹائٹل کی تیاری میں آپ مناسب رنگوں (Clour Scheme) کا بھی خوب استعمال کرتے جس سے اس کی جاذبیت اور حسن میں بے حد اضافہ ہو جاتا۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک و ہند میں آپ سے زیادہ کسی دوسرے خطاط نے ٹائٹل تیار نہیں کیے۔ دنیا کی ہر ایسی لائبریری میں جہاں اردو زبان کی دینی، علمی و ادبی کتب رکھی جاتی ہوں آپ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ ضرور ملے گا۔

اب تک پاکستان کے جن معروف علمی، دینی و ادبی اداروں کے ٹائٹل آپ نے تیار کیے ان میں سے چند یہ ہیں: پنجاب یونیورسٹی، مجلس ترقی ادب، مرکزی اردو بورڈ (موجودہ اردو سائنس بورڈ)، اقبال اکیڈمی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ادارہ اسلامیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مکتبہ مدنیہ رشیدیہ، مکتبہ سید احمد شہید، ادارہ ادب و تنقید، مرکزی انجمن خدام القرآن، مکتبہ بینات، مکتبہ اہلسنت والجماعت، دارالاشاعت اور مجلس نشریات اسلام وغیرہ۔

فن خطاطی میں تدریجی ترقی

شاہ صاحب کے فنی سفر کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ہر بڑے خطاط کی طرح آپ کے خط کے مختلف ادوار ہیں جو رنگ آج سے تقریباً تیس برس قبل تھا وہ آج نہیں۔ آپ کا خط مسلسل ارتقائی منازل طے کرتا رہا ہے۔ آخری عمر میں آپ کے خط نستعلیق میں ایرانی نستعلیق کی جھلک واضح رہی جب کہ پہلے جس طرح آپ نستعلیق لکھتے تھے اس میں ”پروینی نستعلیق“ کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ ایک موقع پر آپ نے اس بارے میں

فرمایا کہ آپ نے ہر دور میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی ہے اسی لیے آپ کے خط میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ اب جس طرح آپ نستعلیق لکھتے ہیں اس کے جوڑ اور پیوند ”پروینی نستعلیق“ کے جوڑ اور پیوندوں سے پتلے اور نازک ہیں۔

شاہ صاحب کا فنی سفر تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو شاہ صاحب کے نوادرجمع کر کے ایک عمدہ ”مرقع“ کی صورت میں چھاپے جاسکتے ہیں۔ ایک تحقیق کے نتیجے میں جن چند نوادری تفصیل حاصل کی وہ یہ ہیں: خط نسخ میں قرآن پاک کے کئی اجزاء کی کتابت کر چکے ہیں۔ اور یہ کام تادم تحریر جاری رہا۔ دیوان غالب (مکمل کتابت) جسے پنجاب یونیورسٹی نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ کلام بلھے شاہ (مکمل کتاب) جسے معروف طباعتی ادارے پکیجیز نے شائع کیا۔ کلیات میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (مکمل کتابت) شعر ناب مرتبہ غلام نظام الدین (مکمل کتابت) سیرت سید احمد شہید رحمہ اللہ (جلد دوم) از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور قادیانیت از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی مکمل اور خوبصورت کتابت گی جن معروف کتب کے ٹائٹل آپ نے تیار کیے ان میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور اخبار ”الہلال“ کی مکمل عکسی اشاعت، تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندوی مکتوبات ملفوظات اشرفیہ (سوانح حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ خلیفہ حضرت تھانوی) مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے علاوہ ماہنامہ البلاغ کراچی کے ”مفتی اعظم نمبر“ اور ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور کے ”قرآن نمبر“ میں بھی آپ کے خط کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ مختلف رسائل و جرائد جن کے آپ نے خوبصورت ٹائٹل تیار کیے ان میں قومی ڈائجسٹ، ندائے ملت، بادبان، صحافت، رقیق، الرشید، انوار مدینہ، البلاغ، مینات، حق چار یا شامل ہیں۔ آپ نے نیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر جماعت نہم و دہم کے طلبہ کے لیے ”کتاب خطاطی“ بھی لکھی ہے جس میں مختلف خطوط سیکھنے کے لیے مشقیں موجود ہیں۔ یہ کتاب ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

پتھروں پر خطاطی

پتھروں پر آپ کی خطاطی کے نمونوں میں لاہور میں مسجد صلاح الدین ٹمبر مارکیٹ، مسجد حضرت علی چوک موہنی روڈ، مسجد فیض الاسلام کپٹ روڈ، مسجد چوہدری ہسپتال شیش محل روڈ، مال روڈ لاہور پر سمت مینار کا پتھر نیز پروفیسر حمید احمد خان اور محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواح مزار قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) کے لیے سٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی آپ کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے ایوان اقبال لاہور میں آویزاں کرنے کے لیے کینوس (Canvas) کی تقریباً پچاس شیٹوں پر نستعلیق جلی میں علامہ اقبال کے متفرق اشعار لکھے ہیں۔ رنگ آمیزی کے بعد یہ خطاطی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ نے چھ خطوط میں درود شریف بھی لکھا ہے جس میں نہایت عمدگی اور مہارت سے ثلث، نسخ، نستعلیق، کوفی، دیوانی اور رقعة کا استعمال کیا ہے۔ خط ثلث جلی میں اسمائے حسنیٰ بھی آپ کی خطاطی کی خوبصورت مثال ہے۔

معرکہ بانا پور ۱۹۶۵ء کے متعدد کتبے شاہ صاحب نے لکھے جو آج بھی دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۵ء کے موقع پر دو کتبوں پر خطاطی جو آج بھی مال روڈ لاہور پر سمت مینار کے نزدیک دیکھے جاسکتے ہیں۔

متعدد مساجد کے کتبے مثلاً مسجد حضرت علی رضی اللہ عنہ (چوک موہنی روڈ لاہور)، مسجد فیض الاسلام (کپٹ روڈ لاہور)، مسجد صلاح الدین (ٹمبر مارکیٹ لاہور)، مسجد چوہدری ہسپتال (شیش محل لاہور)، مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ (موہنی روڈ لاہور)، کتبات صفہ ٹرسٹ (محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور)، جامع مسجد جلال (نوناریاں چوک گلشن راوی لاہور)، دارالعلوم اسلامیہ (کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور)، مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا (اسٹریمین روڈ کراچی)، لیاقت مسجد (بالمقابل خالق دینا ہال کراچی)، جامعہ قاسمیہ گوجرانوالہ وغیرہ وغیرہ۔

فن خطاطی پر اعزاز و اکرام

شاہ صاحب کو فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں اب تک جو جو اعزازات

عطا کیے گئے ہیں ان میں حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان کے تمام خطاطوں میں پہلا پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ اور میڈل پاکستان نیشنل کونسل آف وی آرٹس کی نمائش خطاطی ۱۹۸۰ء میں اول انعام قرآنی خطاطی کی کل پاکستان نمائش زیر اہتمام پاکستان پبلک ریلیشنز سوسائٹی لاہور منعقدہ ۱۹۸۲ء میں اول انعام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب پاکستان کے واحد خطاط ہیں جنہیں بغداد میں منعقدہ عالمی مقابلہ خطاطی اور نمائش ۱۹۸۸ء اور اسلامی ورثہ کے تحفظ کے بین الاقوامی کمیشن (ICIPICH) کے تحت یا قوت المستعصمی کے نام پر استنبول میں منعقدہ دوسرے عالمی مقابلہ خطاطی ۱۹۸۹ء میں بطور منصف (Member of jury) مدعو کیا گیا۔

خطاطی اور خطاطوں کے لیے خدمات

۱۹۵۲ء میں نوائے وقت سے استعفیٰ کے بعد آپ نے کبھی ملازمت نہیں کی اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کیا۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۰ء تک چٹان بلڈنگ کے ایک کمرے میں اور ۱۹۷۰ء سے ماضی قریب تک آپ گھر پر ہی نواور خطاطی کی تخلیق اور نوواردان فن خطاطی کی تربیت کا کام کرتے رہے۔ اس وقت بھی فن خطاطی کے شائقین آپ سے اصلاح کا تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور یہ چشمہ فیض پچاس سال سے زائد عرصے سے برابر جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس عہد میں آپ کے علاوہ کسی اور خطاط سے اس کثیر تعداد میں تلامذہ نے اکتساب فن نہ کیا۔ اسی طرح شاہ صاحب رحمہ اللہ سے زیادہ کسی خطاط نے کتب کے سر ورق نہیں لکھے۔ اس کثرت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کی شاید ہی کوئی لائبریری ہوگی جس میں پاکستان کی مطبوعہ دینی و علمی کتب موجود نہ ہوں اور ان میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خوبصورت خط کا کوئی نمونہ نہ ہو۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسط میں ایک عمدہ کتب خانہ اور شعبہ مخطوطات بھی ہے۔ وہاں کتب خانہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لکھے سرورق اور شعبہ مخطوطات میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کا لکھا متفرق خطوط میں درود شریف موجود ہیں۔ خود پاکستان میں یہ عالم ہے کہ اس وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو فن خطاطی میں

امامت کا مقام حاصل ہے۔ اگر کوئی اس فن پر تحقیق کرنا چاہے یا معلومات حاصل کرنا چاہے تو سب سے پہلے آپ ہی کا نام نامی ذہن میں آتا ہے۔ اس وقت پاکستانی خطاطوں کی اکثریت میں یا تو براہ راست آپ کے تلامذہ موجود ہیں جنہوں نے آپ سے براہ راست اکتساب فن نہ کیا وہ بھی آپ کا احترام ایک بزرگ اور ایک استاد کی طرح کرتے ہیں۔

نوادر خطاطی

اس وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کے متعدد نمونے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، قطعات، کتب کے ٹائٹلوں کی شکل میں نہ صرف پاک و ہند بلکہ دنیا کے ہر اس ملک میں پھیل چکے ہیں جہاں پاکستان کی مطبوعہ اردو، عربی، فارسی کتب موجود ہیں۔

اس سلسلے میں جب شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک صاحب نے اس مشاہدے کا ذکر کیا گیا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر صا د کیا اور اس بارے میں دو دلچسپ واقعات سنائے۔

پہلا واقعہ یوں ہے کہ کئی برس قبل شاہ صاحب کا دہلی جانا ہوا۔ اس موقع پر اردو بازار نزد جامع مسجد میں واقع کتب خانہ انجمن ترقی اردو بھی تشریف لے گئے۔ کتابوں کی تلاش میں دیوان غالب کا ایک نسخہ بھی نظر آیا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اسے بغور دیکھتے رہے۔ جب صاحب کتب خانہ نے اس قدر غور سے دیکھنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرا ہی کتابت کردہ دیوان غالب مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۹ء کا عکس ہے جو علی گڑھ کے کسی ناشر نے چھاپا ہے۔ حقیقت میں شاہ صاحب کا کتابت کردہ نسخہ اپنی اعلیٰ خطاطی کے لحاظ سے منفرد ترین ہے۔

دوسرا واقعہ کچھ یوں ہے کہ چند برس قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے شاہ صاحب رحمہ اللہ برطانیہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک روز دوران سفر نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ ایک چھوٹے سے قصبے کی چھوٹی مسجد میں نماز کے لیے اترے، بعد نماز امام مسجد سے تعارف ہوا جنہوں نے چائے کی دعوت دی۔ سب حضرات ملحقہ کمرے میں چائے نوشی کے لیے گئے اس کمرے میں کئی دینی کتب بھی موجود تھیں جن میں بیشتر کے

ٹائٹل شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خوبصورت خط میں تھے۔

ان دو واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے خطی نمونے کہاں کہاں پہنچ چکے ہیں۔ بعض بیرونی ممالک کے اسفار میں باذوق لوگوں نے بتایا کہ کئی کتب خانوں کی زیارت کے مواقع حاصل ہوئے۔ کوئی کتب خانہ ایسا نہ ملا جس میں اردو مطبوعات ہوں اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ وہاں نہ ہو۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کے نمونے تقریباً تمام عالم میں پھیل چکے ہیں۔ ان شاء اللہ شاہ صاحب کے نوادر خطاطی پر مشتمل خوبصورت مجموعہ بھی جلد شائع ہو گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے خطی نوادر کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

کتب دیوان غالب

دیوان غالب کے اس نسخے کو مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ یہ نسخہ نہ صرف کتابت بلکہ صحت کلام کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی کتابت کے حوالے سے مرتب دیوان غالب مولانا حامد علی خان لکھتے ہیں:

”اس کے حسن کتابت اور آرائش اوراق کے لیے ہم پاکستان کے نامور خطاط حضرت نفیس رقمے ممنون ہیں جن کی شبانہ روز محنت پر اس نسخے کا حرف حرف شاہد ہے۔“

کلام بلھے شاہ

کلام بلھے شاہ معروف طباعتی ادارے پبلیکیشنز کی جانب سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ اس کی کتابت کا ابوالاثر حفیظ جالندھری نے ہیروں اور لعلوں سے زیادہ روشن تر کتابت قرار دیا تھا۔

شعر ناب

یہ اردو اور فارسی شاعری کا خوبصورت انتخاب ہے جسے غلام نظام الدین مروروی نے مرتب کیا اور کتابت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کرائی۔ اس کی اشاعت ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔

سیرت سید احمد شہید

یہ کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیف ہے۔ اس کے دوسرے حصے کی مکمل

کتابت شاہ صاحب نے اپنے خوبصورت خط میں بڑی مہارت سے کی تھی۔ افسوس ہے کہ یہ حصہ لیتھو میں چھپا لیکن آج بھی فنی لحاظ سے اس کی کتابت اپنی مثال آپ ہے۔
صلوٰۃ وسلام کے عنوان سے اربعین درود شریف بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے خط نسخ کی عمدہ مثال ہے۔

نفائس القلم

یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خطاطی کے چند نمونوں پر مشتمل خوبصورت کتابچہ ہے جسے مکتبہ نفیس جس کے شہ پارے اس کتاب کے آخر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

قطعات

مختلف خطوط خصوصاً ثلث، نسخ، نستعلیق، کوفی، دیوانی وغیرہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے متعدد قطعات کی خوبصورت خطاطی کی۔ ان مختلف خطوط میں درود ابراہیم، اسمائے حسنیٰ، اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعات کے علاوہ قرآنی آیات اور ختم نبوت کے حوالے سے قرآنی آیات اور احادیث کے قطعات موجود ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا غیر مناسب نہیں کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تبلیغ دین اور افادہ عام کی خاطر ان قطعات کی اشاعت کی عام اجازت دے دی ہے جو صاحب چاہیں اور جتنی تعداد میں چاہیں انہیں شائع کر سکتے ہیں۔

بے شمار کتب کے ٹائٹل مختلف خطوط میں ان ٹائٹلوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اب شاید ان سب کو جمع کرنا اور ان کی مکمل فہرست تیار کرنا ممکن نہیں۔ البتہ شاہ صاحب کی مخصوص طرز سے واقف اور خط شناس حضرات آپ کے خط کو با آسانی پہچان لیتے ہیں۔ ان ٹائٹلوں کا ایک انتخاب پیش نظر کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

پاکستان کے دینی مدارس کی متعدد اسناد بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کے قلم سے ہیں۔ قرآن پاک کا ایک پارہ طبع ہو چکا ہے۔ بعد ازاں قرآن پاک کے دو پاروں کی دوبارہ کتابت فرما چکے ہیں۔ تاج کمپنی کے مطبوعہ متعدد قرآنی نسخوں کے لیے الواح قرآنی شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کے قلم سے ہیں۔

الواح مزار

قبرستان دارالعلوم کراچی میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ
اہلیہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا نور احمد صاحب، مشرف حسین رضوی صاحب،
محمد رضی عثمانی صاحب و دیگر حضرات کی الواح قبور

جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ کی لوح مزار
قبرستان میانی صاحب لاہور میں پروفیسر حمید احمد خان، محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواح مزار
قبرستان گڑھی شاہو لاہور میں حکیم سید نیک عالم شاہ صاحب کی لوح مزار
ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق مرحوم کا سنگ مزار سخاکوٹ صوبہ سرحد میں مولانا عزیز گل شاگرد
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی لوح مزار دہلی میں مولانا عبدالمنان کی لوح مزار
علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل لاہور) کے لیے سٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی
شیرانی ہال اور نیشنل کالج لاہور کا پتھر جو صد سالہ تقریب ولادت حافظ محمود خان شیرانی
کے موقع پر ۱۹۸۰ء میں نصب کیا گیا۔

الواح اخبارات و رسائل

شاہ صاحب نے مختلف اوقات میں جن جن اخبارات و رسائل کی خوبصورت الواح اپنے
خوبصورت خط میں تحریر فرمائیں۔ ان میں نوائے وقت، قلمی ڈائجسٹ، البلاغ، انوار مدینہ، الخیرینات،
صحافت، ختم نبوت، الرشید، ندائے ملت، بادیان، حقیق، ندائے شاہی (مراد آباد انڈیا) وغیرہ شامل ہیں۔

ایوان اقبال کیلئے خطاطی

ایوان اقبال لاہور کے مرکزی ہال میں آویزاں علامہ اقبال کے تقریباً چالیس اشعار شاہ
صاحب نے نہایت مہارت سے ڈبل پنسل سے خط نستعلیق میں لکھے۔ بعد میں الفاظ کے اندر اور
بیرونی بادل میں رنگ آمیزی کی گئی اور کینوس کی یہ شیشیں مرکزی ہال کی دیوار پر لگائی گئیں۔ رنگ
آمیزی کے بعد یہ خطاطی بہت خوبصورت اور جاذب نظر ہو گئی ہے۔ ایوان اقبال ہی کی مسجد کے
لیے شاہ صاحب نے ۱۹۹۰ء کے خط ملٹ لکھے جنہیں بعد میں ٹائلوں پر طبع کرایا گیا اور مسجد

میں لگائے گئے خطاطی کے یہ نادر نمونہ جات ”نفائس اقبال“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

کتاب خطاطی

شاہ صاحب کے غیر مطبوعہ کاموں میں کتاب خطاطی بھی شامل ہے۔ یہ کتاب آپ نے ۱۹۷۶ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر لکھی تھی اور حکومت نے اسے چاروں صوبوں کے لیے منظور کیا تھا۔ اس کے لکھنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ نویں اور دسویں جماعت کے طلباء و طالبات کے لیے فن خطاطی کا نصاب تیار کیا جائے۔ یہ کتاب برصغیر میں اپنی طرز کی منفرد تالیف تھی جس میں خط نسخ، نستعلیق اور کوفی کے قواعد مندرج تھے۔ افسوس ہے طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اب تک اس مفید کتاب کو شائع نہ کیا گیا اور اب یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب محفوظ بھی ہے یا نہیں؟ اگر یہ کتاب محفوظ ہو تو ہم ارباب ٹیکسٹ بک بورڈ سے پرزور گزارش کریں گے کہ اسے جلد شائع کیا جائے اور نصاب میں اسی طرح جگہ دی جائے جس طرح عالم عرب میں بچوں کو خطاطی بحیثیت لازمی مضمون پڑھایا جاتا ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کی مدد سے کراچی کی ایک کمپیوٹر پروگرامنگ کمپنی نے نستعلیق پروگرام بھی تیار کیا۔ پیش نظر کتاب بھی اسی پروگرام کے تحت کمپوز کی گئی ہے۔ اس پروگرام میں ابھی الفاظ کے جوڑوں اور پیوندوں میں اصلاح کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ اس کے باوجود اس وقت موجود نستعلیق کے تمام پروگراموں میں خطاطی و خوشنویسی سے قریب ترین یہی ہے۔ جدہ سے شائع ہونے والا سعودی عرب کا پہلا اردو روزنامہ ”اردو اخبار“ اسی خط میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت پاکستان کے جاری کردہ تمام نئے شناختی کارڈوں کے لیے بھی یہی خط استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایک معروف ٹی وی چینل ”جیو“ کے لیے بھی یہی پروگرام استعمال کیا جا رہا ہے۔

فن خطاطی میں آپ کے تلامذہ

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ برصغیر میں گزشتہ پچاس برسوں میں کسی اور خطاط کے تلامذہ اتنی تعداد میں نہ ہوئے۔ آپ کے تلامذہ نہ صرف

پاکستان بلکہ کئی بیرونی ممالک خصوصاً ممالک عربیہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔
یہاں ہم آپ کے چند تلامذہ کا ذکر کریں گے۔

۱- حافظ سید انیس الحسن حسینی رحمہ اللہ: انیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور مروجہ تمام خطوط کے ماہر تھے۔ فنی کمال کا یہ عالم تھا کہ ان کا خط ہو بہو شاہ صاحب کا خط معلوم ہوتا تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مخصوص طرز (جس کا آگے ذکر آئے گا) کو سب سے زیادہ آپ ہی نے اپنایا اور اس طرز کو اپنے تلامذہ میں بھی رائج کیا۔ آپ پہلے اردو بازار میں اور بعد میں گھر ہی پر خطاطی کا کام کرتے۔ خط اس قدر طاقتور اور قلم کی نوکیں اس قدر تیز رکھتے کہ حیرت ہوتی کہ قلم پر کسی قدر قدرت ہے۔ بھائی انیس ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر وہاں چلے گئے جہاں بالآخر ہم سب ہی کو جانا ہے۔ ان کی خطاطی کے بے شمار نمونے الواح قرآنی، کتابوں کے سرورق، قطعات اور مختلف مساجد و مدارس کے پتھر اور پوسٹروں کی شکل میں آج بھی ان کی یاد دلاتے ہیں۔

۲- عبدالرشید قمر: آپ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے دیگر کاموں کے علاوہ پوسٹر سازی میں ایک نئی طرز اور رنگ آمیزی کا خوبصورت اضافہ کیا۔ آپ روزنامہ جنگ لاہور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بحیثیت خطاط اعلیٰ خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ڈیزائننگ کے بھی ماہر ہیں۔ آپ ابتداء میں شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کی طرز میں لکھتے تھے۔ بعد میں اپنی طرز تبدیل کر لی۔

۳- محمد جمیل حسن: آپ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نامور شاگرد ہیں۔ تمام خطوط میں یکساں مہارت رکھتے ہیں، جلی کے ساتھ ساتھ خفی نستعلیق اور نسخ کمال کا لکھتے ہیں۔ آج کل جدہ کی ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی میں بحیثیت خطاط خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۴- حافظ انجم محمود ۵- منظور احمد انور ۶- محمد اصغر انیس

۷- سید ثقلین زیدی مرحوم ۸- سید طاہر زیدی ۹- الہی بخش مطیع

۱۰- محمد اسلام ۱۱- ظہیر الاسلام (سہارنپور) ۱۲- حافظ سراج احمد ملتانی

۱۳- مسعود حسن علوی ۱۴- محمد نذیر انور

۱۵- عبدالوحید بن حاجی نور احمد (حاجی نور احمد نشی تاج زریں رقم کے ماموں اور استاد تھے)

۱۶- محمد طارق وارثی ۱۷- انور حسین باجوہ ۱۸- حافظ امان اللہ قادری

۱۹..... حافظ منصور الحق ۲۰..... نور محمد انیس

۲۱..... حافظ محمد ایوب ملتانی حال مقیم مدینہ منورہ

احقر مرتب ”حیات نفیس“ محمد اسحاق ملتانی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ حافظ محمد ایوب میرے چھوٹے بھائی ہیں انہوں نے شاہ صاحب سے خوب استفادہ کیا۔ ماشاء اللہ آپ کا خط اپنے استاد کے مشابہ ہے خاص طور پر خط نستعلیق میں پختہ قلم رکھتے ہیں آپ کی کتابت بھی ماشاء اللہ قابل رشک ہے کہ جو لفظ جہاں لکھ دیا وہ موتی کی طرح پرویا گیا۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ کی کئی مطبوعات کے ٹائٹل حافظ صاحب ہی کے قلم کے شاہکار ہیں کچھ عرصہ قبل ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بے آج کل عربی کی نایاب کتب کی تجلید اور انکی ٹائٹل سازی کا پرائیوٹ طور پر کام کر رہے ہیں۔

حضرت نفیس شاہ صاحب سے ان کی زندگی میں برابر رابطہ میں رہے اور ان کی خوب دعائیں حاصل کرتے رہے۔ حافظ صاحب باقاعدہ شاہ صاحب سے بیعت ہیں۔ اللہ پاک حافظ صاحب کو مزید زور قلم سے نوازیں۔ (مرتب)

۲۲- محمد جاوید شاد ملتان ۲۳- محمد عابد شاد ملتان ۲۴- محمد خورشید شاد ملتان

ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ پاکستان کے تقریباً ہر علاقے میں موجود ہیں۔ بیرونی ممالک کے تلامذہ جنہوں نے دینی تعلیم کے دوران آپ سے فن خطای میں استفادہ کیا۔ ان میں بنگلہ دیش، برما، افغانستان اور ایران کے متعدد طلبہ شامل ہیں جو تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے اپنے ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

طرز نفیس

خط نستعلیق کے موجد و مخترع میر علی تہریزی تسلیم کیے گئے ہیں۔ دیگر خطوط اسلامی کی طرح

ہر دور میں خط نستعلیق میں بھی اساتذہ فن اصول وقواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے خوب اختراعات کیں اور حسن و جمال کے نئے نئے پہلو تلاش کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری خطاطی کوئی جامد فن نہیں بلکہ اصل خطاطی (جسے بعض لوگ روایتی خطاطی بھی کہتے ہیں) اور بے اصولی خطاطی (مصورانہ خطاطی یا ماڈرن خطاطی) کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ بے اصولی خطاطی میں سہل انکار اور مشق و ریاضت سے بھاگنے والا ہر شخص بزم خود ایک نئی طرز کا مالک بن جاتا ہے۔ اس طرز کا نہ تو ماضی کی روایت سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی متاثر کرنے کی صلاحیت اس لیے ہر جدید طرز اپنے موجد کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور اس کو آئندہ آنے والے اختیار نہیں کرتے۔ اس کے بالمقابل اگر اصل خطاطی کی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہمیں نظر آئے گا کہ ابتداء میں ہر طالب علم خوب محنت سے مروجہ طرز پر عبور حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر اس میں اجتہادی صلاحیتیں ہیں تو وہ انہیں کام میں لا کر اور غور و تفحص سے کام لے کر مروجہ طرز میں ایسی خوبصورت تبدیلیاں لاتا ہے کہ وہی طرز مزید خوبصورت ہو جاتی ہے اور اسے قبول عام کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ بعد میں آنے والے خطاط اسی طرز کی پیروی کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں ایسا ہر دور میں ہوا ہے لیکن اصول وقواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے مثال کے طور پر عالم اسلام کے نامور خطاط ابن مقلہ ابن البواب یا قوت المستعصمی شیخ حمد اللہ حافظ عثمان سامی آفندی استاد حامد لآمدی محمد یوسف دہلوی عبد المجید پرویس رقم اور حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے اپنے اپنے زمانے میں مروجہ طرزوں میں حسن و جمال کے نئے نئے پہلو اختیار کیے اور ان کی اصلاحات کو قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔ اس کے مقابلے میں مصورانہ خطاطی کے ایک معروف نام صادقین کی مثال ہی کافی ہے جن کی عجیب و غریب طرز کو ان کی زندگی میں چند لوگوں نے پسند تو کیا مگر آج اس طرز میں کام کرنے والا کوئی نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں جن حضرات نے نستعلیق میں اپنی مخصوص طرزیں ایجاد کیں۔ ان میں محمد یوسف دہلوی عبد المجید پرویس رقم اور حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کے نام نمایاں ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرز کو ہم طرز نفیس کا نام دے سکتے ہیں۔ اس طرز سے متعلق آپ اپنے مضمون ”سوانحی خاکہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”راقم الحروف نے عربی خطوط میں عراق، مصر اور ترکی کے قدیم و جدید خطاطوں کی تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ نستعلیق میں میری روش خاص ہے جس میں ہند پاکستانی اور ایرانی نستعلیق کا حسین امتزاج ہے۔ بحمد اللہ تاریخ خطاطی کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے۔ تحقیقی مضامین بھی لکھے ہیں خطاطی اور دیگر علوم و فنون پر ایک جامع کتب خانہ پاس موجود ہے۔“

ہم عصر خطاط حافظ سدید صاحب رحمہ اللہ کے کلمات تحسین

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فنی مقام کے معترف نہ صرف شائقین خطاطی رہے ہیں بلکہ اس فن کے رموز سے واقف حضرات اور معروف خطاطوں نے بھی آپ کی فنی عظمت کا اعتراف کیا ہے، انہی حضرات میں حافظ محمد یوسف سدید مرحوم بھی شامل تھے۔ ایک موقع پر آپ نے شاہ صاحب کی مخصوص طرز اور اس میں فنی خوبیوں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

”یہ شخص (شاہ صاحب رحمہ اللہ) نستعلیق کا استاد اجل اور عالم بے بدل ہے۔ میں جب اس کا لکھا ہوا دیکھتا ہوں تو حظ اور حظ سے حیرت حسن کے مقام میں کھو جاتا ہوں۔ ایک نشہ سا مجھ پر چھا جاتا ہے۔ میرا نیس کی شاعری میں سلاست اور فصاحت کا جو مقام ہے وہی کیفیت اس شخص کے زور قلم میں ہے اور اس کے لکھے ہوئے نستعلیق میں دریا کے متانہ ٹھاٹھ کی طرح ایک بے تحاشا فطری سلاست اور زور دار بہاؤ ہے۔ یہ شخص نہ صرف سریع القلم ہے بلکہ بدیع القلم بھی ہے۔“

اسی موقع پر حافظ صاحب مرحوم نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فنی مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی: ”اس شخص کے کمالات آئندہ زمانے میں آسمانی کواکب کی طرح جگمگ جگمگ فروزاں ہوں گے۔ ایک نادر قسم کی عظمت اور ایک جاودانی شہرت اس شخص کے قلم سے اپنی بیعت ارادت محکم و استوار کر چکی ہے۔ لوگ اس تجارتی دور کی عاجلانہ ضروریات کے تحت اس شخص کے جمال و کمال فن اور اس کے درخشندہ مضممرات کو ہنوز بخوبی تشخیص نہیں کر سکے ورنہ یہ شخص وہ ہے کہ خط نستعلیق خود اس کے قلم سے منسوب ہو کر اپنے مقدر پر فخر و ناز کرے گا۔“

ایک موقع پر شاہ صاحب کے علمی ذوق اور طریفس میں غلام نظام الدین مرحوم نے یوں اظہار خیال کیا: ”شاہ صاحب کے لکھے ہوئے نستعلیق کے بہت سے نمونے دیکھ چکے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شاہ صاحب نستعلیق کے مجدد اعظم ہیں۔ ان کی سعی بلیغ

اور فکر بلند نے پروینی نستعلیق میں اصلاح و ترمیم کی اتنی مہم چلائی ہے کہ اب ہم نستعلیق کو طرز نفیس سے نامزد کرنے پر مجبور ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی تحریر ایک مکمل کاروان جمال اور جنت نگاہ ہے جو ہے جہاں ہے وہیں حرف آخر ہے۔“

فن خطاطی میں طرز نفیس کا تعارف

اس طرز کو معلوم کرنا اور شاہ صاحب کی نستعلیق میں کی گئی اختراعات سے آگاہی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے خط کا بغور مشاہدہ کیا جائے اور اس کا موازنہ دیگر خطاطوں کے خط سے کیا جائے۔ یہ مشاہدے کی چیز ہے اسے الفاظ میں بیان کرنا اتنا آسان نہیں البتہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے ہم یہاں طرز نفیس کی چند نمایاں خصوصیات کی طرف اشارہ کریں گے۔

مفردات میں آپ کے تجدیدی کارنامے

☆..... طرز نفیس میں نقطے لکھنے کا طریقہ بالکل منفرد ہے۔ اگر ایک نقطہ لگانا ہو تو اس میں خم نہیں دیا جاتا جب کہ دو نقطوں کی صورت میں پہلا خم دار اور دوسرا بلا خم لکھا جاتا ہے جب کہ طرز پروینی میں دونوں نقطوں میں خم دیا جاتا ہے۔

☆..... طرز نفیس کے جوڑ اور پیوند طرز پروینی کے مقابلے میں زیادہ باریک نازک اور خوبصورت ہیں جس سے دیکھنے والے پر خاص اثر پڑتا ہے۔

☆..... طرز نفیس میں مد کو نہایت خوبصورت شکل دی گئی ہے جس کے حسن کا اندازہ دوسرے خطاطوں کی لکھی مدوں اور اسی طرز میں لکھی مد کے مابین موازنہ سے کیا جاسکتا ہے۔

☆..... طرز نفیس میں ابجد کے درج ذیل حروف میں بنیادی تبدیلی کی گئی ہے جس سے ان کے حسن میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

ب، پ، ث، ف وغیرہ: طرز پروینی میں ان حروف کا نچلا حلقہ گولائی نما ہے جب کہ طرز نفیس میں اس گولائی کو ذرا کم کر کے سیدھا پن پیدا کیا گیا ہے جس سے ان حروف میں بھری خوبصورتی پیدا ہو گئی ہے۔

ذ‘ذ‘و: ان حروف کے لکھتے وقت پہلے پورے قلم سے اوپر کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد قلم کی نوک سے نیچے کا حصہ مکمل کیا جاتا ہے۔ طرز نفیس میں اس نچلے حصے کو نئی شکل دی گئی ہے جس سے یہ حروف مزید خوبصورت ہو گئے ہیں۔

ع‘غ‘: طرز نفیس میں ان حروف کے سروں میں ذرا تبدیلی کر کے انہیں مزید موٹا کیا گیا ہے۔ م: یہ حرف طرز نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔ م بنانے کے لیے قلم کو خم دار نقطے کی شکل میں گھمایا جاتا ہے۔ طرز نفیس میں نقطے کے بعد والے زخم کو اوپر سے موڑنے کے بجائے ذرا نیچے سے موڑا جاتا ہے جس کی وجہ سے م کی جو شکل بنتی ہے وہ انتہائی خوبصورت، منفرد اور قابل دید ہے۔ ی: م کی طرح ی بھی طرز نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔ اس طرز میں اس حرف کے سر میں ذرا تبدیلی کر کے اسے مزید گہرا کیا گیا ہے۔ نیز اس حرف کے اوپری خم کو اس قدر خوبصورت بنایا گیا ہے کہ دیگر تمام طرزوں میں اس قدر خوبصورتی موجود نہیں۔

مرکبات میں فنی جولانیاں

مفردات کی طرح مرکبات میں بھی طرز نفیس کی بعض انفرادی خصوصیات ہیں۔ یہاں ہم ایک مرکب لفظ ”نبی“ اور اس کے دوسرے ہم شکل الفاظ کا ذکر کریں گے۔ اس لفظ کی گردن یا ابتدائی حصہ طرز نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔ اس طرز میں اس کی گردن ذرا لمبی اور صاجی دار بنائی گئی ہے جس سے اس کے جمالیاتی حسن میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر طرز نفیس کی سطروں پر غور کیا جائے تو ان میں ایک فطری بہاؤ نظر آئے گا۔ اس طرز میں ہر حرف اپنی نشست کی کرسی میں کامل اور موزوں نظر آتا ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ طرز نفیس کی یہ انفرادی خصوصیات ذاتی مشاہدے کی بناء پر دریافت کی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ہاں اب تک فن خطاطی کو تحقیقی موضوعات میں شامل نہیں کیا گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صرف خط نستعلیق بلکہ دیگر خطوط پر بھی تحقیق کی جائے اور شاہ صاحب و دیگر نامور خطاطوں نے ان میں حسن و جمال کے جوئے نئے پہلو اُجاگر کیے ہیں انہیں دریافت کیا جائے۔ اس طرح کی تحقیق ممالک عربیہ ایران اور ترکی کی جامعات میں کی جاتی ہیں اور نتائج تحقیق کی اشاعت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

اخلاق و تعلیمات

یوں تو زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقیات اور اخلاقی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔
بقول احمد شوقی

ولیس بعامر بنیان قوم اذا اخلاقهم کانت خراب
ترجمہ: ”جب لوگوں کے اخلاق خراب ہو جائیں تو اس قوم کی عمارت بے بنیاد ہو جاتی ہے۔“
لیکن تاریخ فن خطاطی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اس پاکیزہ اور مقدس فن میں حصول کمال کے لیے باطنی پاکیزگی اور طہارت نفس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی چرب زبانی اور چالاکی سے عارضی مدت کے لیے کچھ نام کمالے لیکن جریدہ عالم پر ایک طویل مدت کے لیے اپنا نام ثبت کرانے کے لیے محض ریاضت اور مہارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس حوالے سے جب ہم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سادہ اور باشرع زندگی اور اخلاق پر غور کرتے ہیں تو نہ صرف خطاطوں بلکہ صوفیاء اور اہل اللہ میں بھی آپ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں نہیں جو دین پر عمل کرنے کے بجائے محض وعظ و نصیحت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے نہ صرف دین پر عمل کیا اور اخلاق کی نصیحت کی بلکہ خود نمونہ بن کر دکھایا جو شخص بھی آپ کی صحبت میں خواہ کچھ عرصے ہی بیٹھا ہو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے ہاں عمل پر کتنا زور دیا جاتا ہے اور یہی حسن عمل کی وہ خوشبو ہے جس سے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی مشام جاں کو معطر کرتے تھے۔ حسن عمل کی ہی وجہ سے آپ کی گفتگو میں وہ تاثیر پیدا ہو گئی تھی کہ از دل خیزد بردل ریزد کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کبھی محض وعظ و نصیحت سے کام نہیں لیا بلکہ اس سے بڑھ کر خود کو عملی نمونہ بنا کر دکھایا ہے اور یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت میں جاذبیت اور کشش کا راز تھا۔ اس موضوع پر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی اپنے مضمون میں تحریر فرمایا:
”انہوں نے اپنے فکر و عمل سے بے شمار انسانوں کو صحیح راہ پر دین اسلام کا علمبردار اور راہ تصوف کا مسافر بنایا ہے۔ ان کی شخصیت میں جو سادگی اور نرمی، جو اخلاص اور جو محبت اور جو شرافت

اور انسانیت ہے اس کی سحر کاری کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جو شخص بھی ان کے قریب آتا ہے اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔“

شاہ صاحب نے نہ صرف فن خطاطی میں بلکہ عام زندگی میں بھی ہمیشہ اپنے عمل سے بلند کردار اور بلند اخلاق پیش کیا ہے۔ آپ کی مجلس کے حاضرین یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتے تھے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے جذبات پر کس قدر قدرت ہے۔ مخالف خواہ کتنا ہی مشتعل کیوں نہ ہو شاہ صاحب رحمہ اللہ کبھی سخت زبان استعمال نہیں کرتے تھے اور بالآخر اپنے بلند اخلاق اور جذبات پر قابو نیز مخالف کے ساتھ نرمی کے نتیجے میں اسے اپنا بنا لیتے تھے۔

جہاں تک فن خطاطی کا تعلق ہے اس فن کے طالب علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہر دور میں نامور خطاط وہی پاک نفس ہستیاں تھیں جو باطنی پاکیزگی کے زیور سے آراستہ تھیں۔ یہ فن ہمیشہ صالحین کا رہا ہے۔ جیسا کہ سلطان علی مشہدی فرماتے ہیں کہ:

خط نوشتن شعار پاکان است ہرزہ کشتن نہ کار پاکان است
داند آنکس کہ آشنائی دل است کہ صفائی خط از صفائی دل است
ترجمہ: ”خوش خطی و خطاطی پاک بازوں کا شعار ہے۔ الٹی سیدھی لکیریں کھینچنا نفیس لوگوں کا کام نہیں۔ ہر اہل دل یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ خط میں صفائی دل سے آتی ہے۔“

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی فنی زندگی کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آپ نے ہمیشہ یا تو نظریاتی کاموں کے لیے فن خطاطی کو استعمال کیا یا خالص علمی و ادبی کاموں کے لیے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے تلامذہ کو بھی نظریاتی اور دینی کاموں ہی کی نصیحت کی، کئی معروف مصنفین نے آپ سے اپنی کتاب لکھنے کے لیے بڑی بڑی پیشکشیں کیں مگر آپ نے ہمیشہ ان سے معذرت ہی کی اور اپنے وقت کا بڑا حصہ دینی کاموں پر صرف کیا۔ خواہ اس میں یافت کم ہی کیوں نہ ہوئی۔

فن کی بے لوث خدمت

آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے خوش نویس تھے۔ آپ نے ہزاروں کتابوں کے سرورق لکھے اور درجنوں اخبارات، رسائل، جرائد کے نام خوشخط لکھ کر دیئے سینکڑوں

لوگوں کے خط صحیح کرائے۔ آپ نے اپنی کتاب کا معاوضہ کبھی طے نہیں فرمایا حالانکہ آپ ہزاروں روپے مانگتے تو لوگ آپ کے فن کے ہاتھوں آپ کو منہ مانگا ہدیہ دیتے۔ بالخصوص دینی کتب رسائل جرائد کے سرورق لکھنے کے بعد جو کچھ آپ کو کسی نے دیا آپ نے بلا تامل قبول فرمالیا۔ آپ نے اسماء الحسنیٰ اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت انداز میں لکھے جو کیلنڈروں کتابوں ٹائلوں اور پلاسٹک کی شیٹوں پر چھاپ چھاپ کر لوگوں نے خوب پیسے کمائے لیکن آپ نے کسی سے رائٹنی طلب نہیں کی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ کی شاعری کے ایک ایک شعر سے محبت رسول جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ اپنی صلاحیتوں اور کمال ہنر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجه میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

ان کے نعتیہ اشعار میں عقیدت کی سچائی، خلوص کی گہرائی اور جذبات عشق و محبت کی

شدت نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایک نعت میں ارشاد فرماتے ہیں:

ہاں نقش پائے ختم الرسل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاک نعال رسول ہے

مجالس نفیس

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم نے اپنے ایک طویل مضمون میں حضرت شاہ رحمہ اللہ کے ملفوظات اور بیان فرمودہ واقعات اور علمی و اصلاحی نکات جمع فرمائیں ہیں جو حضرت کی شان علمی کے ترجمان ہیں جنہیں عنوانات کے اضافہ کیساتھ جزو کتاب بنایا گیا ہے۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ اور ختم نبوت

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ آخری عمر میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف مکمل متوجہ ہو گئے تھے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لیے ہمہ تن علماء اور متوسلین کو متوجہ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی کمی کرتا تو توجہ نہ کرتا تو خفگی فرماتے۔ خفگی بھی صرف اس کام کے لیے فرماتے تھے

ورنہ تو سراپا شفقت تھے۔ ایک بار گورنمنٹ کی طرف سے دسمبر ۱۹۵۷ء کے اواخر جنوری ۱۹۵۸ء کے اوائل میں پنجاب یونیورسٹی میں مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا۔ عرب و عجم سے سکالر اکٹھے ہوئے، کئی دن پروگرام رہا۔ ان دنوں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ روزمرہ مجلس مذاکرہ کی رپورٹ سے باخبر رہتے۔ ایک دن اطلاع ملی کہ بعض عرب ممالک کے نمائندگان نے فتنہ قادیانیت کے متعلق آگاہی چاہی۔ آپ نے یہ سنا تو تڑپ گئے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو لکھنؤ پیغام بھجوایا کہ لاہور تشریف لائیں۔ وہ کھانسی میں مبتلا تھے، عذر کیا کہ تندرست ہونے پر حاضر ہوں گا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان سے کہو اسی حالت میں آجائیں یہاں لاہور علاج کرائیں گے، وہ تشریف لائے تو مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے حوالہ جات مہیا کیے۔ مولانا علی میاں نے عربی میں ”القادیانی والقادیانیہ“ لکھی۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے طباعت کے خرچہ کا مجلس کی طرف سے ذمہ لیا۔ پہلے ممبئی سے پھر دمشق سے شائع ہوئی۔ دنیائے عرب میں اسے تقسیم کرایا، عرب دنیا نے اس کتاب سے فتنہ قادیانیت کو سمجھا۔ مصر شام میں اس کتاب کا اتنا چرچا ہوا کہ قادیانیت پر پابندی لگی۔ پھر دوبارہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا علی میاں نے سفر کیا۔ پھر خود ہی مولانا علی میاں نے اردو میں اسے مرتب کیا۔ روز جتنا حصہ تیار ہوتا حضرت کو سنا دیا جاتا۔ آخری خواندگی مولانا سید عطاء المکنعم ابو ذر بخاری رحمہ اللہ کے ذمہ ٹھہری۔

”ایک بار حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ رات کو تشریف لائے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ آرام کے لیے خواب گاہ میں جا چکے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کو زحمت ہوگی، اطلاع نہ کریں، صبح ملیں گے۔ مگر تھوڑی دیر میں خود حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے کمرہ میں طلب کیا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ خدام پر بگڑ گئے کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم لوگوں نے اطلاع کیوں دی؟ خدام نے بتایا کہ ہم نے اطلاع نہیں دی، غصہ ٹھنڈا ہوا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے کمرہ میں گئے اب پوری خانقاہ کے علماء جمع ہونا شروع ہوئے، کمرہ بھر گیا۔ مولانا علی میاں رحمہ اللہ کو بلا لیا، کتاب کا

ایک باب مولانا علی میاں رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کو مکمل سنایا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ سنتے رہے سردھنتے رہے جب باب ختم ہوا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ (علی میاں) سے فرمایا کہ آپ نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا۔ پھر خود ہی فرمایا نہیں بلکہ اپنا حق ادا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو کون ادا کر سکتا ہے؟ اس کتاب کی کتابت کی بھی سعادت مجھے بھی حاصل ہوئی۔ کتاب پر نوائے وقت نے بہت عمدہ تبصرہ کیا۔“ (لولاک ذیقعدہ ۱۴۲۳ء)

حضرت شاہ صاحب اور ختم نبوت

حضرت سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے قریباً وفات سے چار سال قبل ”قادیانیت“ کا اردو ایڈیشن اول جو آپ کا کتابت شدہ ہے مجلس کی مرکزی لائبریری سے طلب فرمایا اور پھر اس کا عکس شائع کیا۔ اس نئے ایڈیشن پر پیش لفظ مولانا سید سلمان الحسینی الندوی مدظلہ سے لکھوایا جو یہ ہے:

”قادیانیت اسلام سے خارج اور اسلام کے خلاف خطرناک برطانوی سازش سے پیدا ہونے والا ایک عالمی فتنہ اور غیر مسلم فتنہ ہے جس نے اسلام کا چولا پہن کر اسلام کے قلعہ میں نقب لگانے کی زبردست کوشش کی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا آج واقف حال اور پڑھا لکھا ہی نہیں عامی مسلمان بھی جانتا ہے۔ لیکن ۵۷-۱۹۵۸ء میں جب لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے بین الاقوامی سطح پر مجلس مذاکرات اسلامی کا انعقاد ہوا تھا جس میں عالم اسلام اور مغربی ممالک سے ممتاز اور سرآوردہ علماء و مفکرین کی شرکت بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی۔ اس وقت مصر، شام و عراق کے علماء قادیانیت کے بارے میں متحسین تھے۔ ان کے سامنے کوئی کتابچہ نہیں تھا جس سے انہیں اس نامراد و شقی فرقہ سے واقفیت حاصل ہو سکتی۔ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا برصغیر اور پھر عالم عربی پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو بتا کر مامور فرمایا کہ وہ اس موضوع پر عربی میں کتاب تحریر فرمائیں۔ حضرت اقدس کی ایماء اور اہتمام کا نتیجہ تھا کہ عربی میں ”القادیانی والقادیانیت“ کے نام سے حضرت مولانا ندوی رحمہ اللہ نے کتاب تیار فرمائی۔ پھر حضرت رحمہ اللہ ہی کے حکم پر اسے اردو میں منتقل فرمایا اور مزید

اتنے اضافے فرمائے کہ وہ ایک مستقل کتاب بن گئی جس کی کتابت کا فریضہ حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ نے انجام دیا۔ اس کتاب کی طباعت اور نشر و اشاعت ”مکتبہ دینیات“ ۱۳۴۲ھ شاہ عالم مارکیٹ لاہور کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں ہوئی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قابل مبارک و لائق شکریہ و سپاس ہے کہ اس نے انکار ختم نبوت کے اس فتنہ کو دفن کرنے، اس کی قلعی کھولنے اور اس کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا وہ کارنامہ انجام دیا جو اصلاح معاشرہ اور تجدید دین کی کوششوں میں سب سے زیادہ بنیادی کوشش ہے۔ اس عظیم تحریک کے بانیان و علمبرداران ایک عظیم فرض کفایہ انجام دے رہے ہیں اور امت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے مربوط کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ دین کے مختلف شعبوں کی تجدید و سرپرستی فرما رہے ہیں۔ شیعیت اور ناصبیت کے درمیان نقطہ حق و اعتدال کو ابھارنے اور روشن فرمانے کے تجدیدی کام کا سہرا انہیں کے سر ہے۔ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے ”قادیانیت“ نامی اس کتاب کی جدید و معیاری اشاعت کا فیصلہ نہایت ہی مبارک ہے۔ خدا تعالیٰ انکار ختم نبوت کے فتنہ کے استیصال کے لیے اسے قبول فرمائے۔ (آمین) (پجمید ایں: سید محمد سلمان الحسینی الندوی ۱۳۴۲ھ)

سب سے بڑا دینی کام

فرمایا کہ ”اس وقت دینی کاموں میں دفاع ختم نبوت سب سے بڑا دینی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے کہ ایک شخص نے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا۔ چند ہزار یا چند لاکھ گمراہ اس کے گرد جمع ہو کر مرتد ہو گئے۔ اس کے مقابلہ کے لیے کروڑوں افراد نے جس درجہ میں بھی کام کیا منکرین ختم نبوت کا استیصال کرنے والے اشخاص و جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے جنتی بنا دیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

فرمایا: ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ سال بھر قائدین جیلوں میں رہے۔ رہائی کے بعد مارچ ۱۹۵۴ء میں لاہور میں ختم نبوت کے عنوان پر جلسہ ہوا۔ اس وقت میری عمر ۲۱ برس تھی۔ اس کا اشتہار لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت امیر شریعت تشریف لائے تو مولانا مجاہد الحسینی اور دوسرے رفقاء مجھے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی خدمت میں لے

گئے اور اشتہار کی تعریف کی کہ یہ انہوں نے (میری طرف اشارہ کر کے) لکھا ہے۔ شاہ صاحب میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ اشتہار لکھ کر مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟ اپنے نانا کی عزت کا کام کیا ہے۔ اس خوبصورتی سے یہ جملے ادا فرمائے کہ بس جی خوش ہو گیا۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ اور دوسرے حضرات کے بیانات ہوئے۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے، میز پر بیٹھ کر تقریر کی، شہدائے ختم نبوت کے لیے دعاء کرائی اور فرمایا کہ جن کے بچے اس تحریک میں شہید ہوئے ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ بچے جنت میں آغوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پل رہے ہیں۔ ایک میں بدقسمت ہوں کہ جس کے سینہ میں گولی نہیں لگی اور افسوس کہ اس مسئلہ ختم نبوت کے دفاع کے جرم میں میری بیٹی کو چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹا نہیں گیا۔ ایسے انداز میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ جملے فرمائے کہ پورا اجتماع آہوں و سسکیوں کا منظر پیش کرنے لگا، وہ ایسی زبردست تقریر تھی۔ مربوط تقریر کہ بس ایک خاص کیفیت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر طاری تھی۔ ایسا خطبہ پڑھا کہ اجتماع پر طمانیت کا خیمہ تن گیا۔ بس پھر اسے کھولنا شروع کیا تو کھولتے کھولتے تقریر ہو گئی۔ اس تقریر میں آپ نے مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا کہ وہ جبل الاستقامت ہیں۔ شیعہ حضرات کو تحریک میں شرکت پر مبارکباد دی اور فرمایا کہ خلافت الہیہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ خلافت راشدہ علی منہاج نبوت یعنی خلافت نبویہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر سیدنا علی المرتضیٰ پر ختم ہو گئی۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت راشدہ کے خاتم الخلفاء ہیں۔

تذکرہ امیر شریعت رحمہ اللہ

فرمایا کہ: ”ایک بار حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو ملنے کے لیے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تشریف لائے تو شیعہ رہنما سید مظفر علی شمش بھی آ گئے، بس مجلس لگ گئی، خوب بھرپور گفتگو جاری رہی۔ میں بھی جا کر ایک کونہ میں بیٹھ گیا، ان حضرات کی گفتگو سنتا رہا۔ شمش صاحب چلے گئے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر میرے ملنے سے میرے یہاں آنے سے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی زیارت

سے یہ لوگ امہات المؤمنین کو گالیاں نہ دیں تو میرا کیا نقصان ہے؟ اس کا نام حکمت ہے۔
 ”ادع الی سبیل ربک بالحکمة“ فرمایا میں نے دیکھا کہ سٹشی صاحب تقریر کر رہے
 تھے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جا کر تھپکی دی۔ بس وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تھپکی سے شیر ہو گیا
 جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کہنا چاہتے تھے وہ سٹشی صاحب نے کہہ دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ
 اللہ نے ان کے منہ میں گویا اپنی زبان رکھ دی جو کہلوانا چاہتے تھے ان مسالک کے رہنماؤں
 سے امیر شریعت رحمہ اللہ کہلوا لیتے تھے یہ بڑی خوبی تھی آپ کی۔“ (لولاک ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ)

النخلہ کی تعمیر

☆..... آپ نے قادیانی مرکز ”النخلہ“ کی بربادی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:
 ”ایک بار حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو معلوم ہوا کہ خوشاب علاقہ سون سکیر میں
 مرزائیوں نے موسم گرما کا ہیڈ کوارٹر ”النخلہ“ کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس علاقہ کے ایک عالم
 دین کو تنبیہ کی کہ قادیانی کام کر رہے ہیں تم خاموش کیوں بیٹھے ہو؟ (النخلہ جا بہ ضلع خوشاب
 کے قریب قائم کیا گیا تھا۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالرحمن
 میانوی رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف بہاول پوری رحمہ اللہ، قاضی عبداللطیف، مولانا محمد لقمان علی
 پوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ کے دورے ہوئے۔ قادیانی عمارت چھوڑ کر
 بھاگ گئے۔ حضرت جالندھری رحمہ اللہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ و دفتر کے لیے
 وہاں جگہ خریدی، مسجد و مدرسہ آج بھی وہاں قائم ہے) ہر سال کانفرنس ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مولانا محمد حیات رحمہ اللہ تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی لاہور
 آمد پر حاضر باش ہوتے تھے۔ مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ بھی تشریف لاتے۔ حضرت
 رائے پوری رحمہ اللہ جماعت ختم نبوت کے ساتھیوں کے متعلق فرماتے: یہ ہمارے کام کے
 آدمی ہیں۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو شیخ الاحرار اور مرشد الاحرار بھی لکھا گیا جو سو فیصد صحیح
 ہے۔ (بات حضرت کی یہاں پہنچی تھی تو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان نے فرمایا کہ مولانا
 محمد حیات رحمہ اللہ بہت بڑے مناظر تھے۔ ایک دفعہ گوجرانوالا نصرۃ العلوم شریف لائے تو
 دس دن میں نے بھی ان سے رد قادیانیت پڑھی۔ مولانا محمد حیات رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تم

مرزا قادیانی کے متعلق (ذلیل سے ذلیل) دعویٰ کرو۔ میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ وہ اس سے بھی ذلیل تھا۔ چنانچہ کئی دن ایسے ہوتا رہا، بہت ٹھنڈے مزاج کے پختہ مشق مناظر تھے۔ قادیانیت کی کتب ان کو از بر یاد تھیں اور مناظرانہ گرفت بہت مضبوط ہوتی تھی)۔

ایک مبارک خواب کی تعبیر

فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک بات آپ سے کہنی ہے۔ اتنے میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کو جگا دیا۔ اب حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ پریشان کہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے کیا بات فرمائی تھی۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے تعبیر پوچھی تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک سید (کشمیری صاحب رحمہ اللہ) دوسرے سید (حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ) سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی ہی بات کہنی تھی اور کیا۔ اس پر امیر شریعت رحمہ اللہ جھوم اُٹھے۔ فرمایا: بالکل انشراح ہو گیا۔ یہی بات کہنا چاہتے ہوں گے۔“

مرزا قادیانی کی تھلیل و اضلال

فرمایا ”سیالکوٹ کے علامہ میر حسن رحمہ اللہ بڑے عالم تھے۔ ان کے شاگرد مولوی ظفر اقبال بڑے کاتب تھے۔ حمایت اسلام کے لیے قرآن مجید لکھا۔ مولوی ظفر اقبال سے میری ملاقاتیں رہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ علامہ میر حسن رحمہ اللہ جب طلباء کو پڑھاتے خاص بات کہنی ہوتی تو طلباء سے فرماتے کہ کتابیں بند کر دو۔ ایک دن علامہ میر حسن رحمہ اللہ نے طلباء سے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بہت ہی ذلیل قسم کا بے دین تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے زیر استعمال جو قرآن مجید کا نسخہ تھا اس کو میر صاحب فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے۔ ختم سورۃ الناس کے بعد خالی جگہ پر مرزا قادیانی نے قوت باہ کا نسخہ لکھا ہوا تھا۔ علامہ میر حسن رحمہ اللہ صاحب کے خاندان کے کچھ افراد اہل سنت تھے۔ کچھ اہل حدیث، کچھ قادیانی سحر کا شکار ہو گئے۔ علامہ میر حسن رحمہ اللہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ میرا براہیم صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹی پڑھائیں۔ اس لیے کہ وہ مرزا ایت کے خلاف بڑے مناظر تھے۔“ (لولاک ذی الحجۃ ۱۴۲۳ھ)

ایک نایاب کتاب کی اشاعت کیلئے سعی مشکور

فرمایا ”اہل حدیث رہنما مولانا ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی نے ردِ قادیانیت پر ”شہادت القرآن فی اثبات حیات عیسیٰ علیہ السلام“ کے نام پر دو حصوں میں کتاب لکھی جو مرزا قادیانی کی زندگی میں آپ نے شائع کی۔ مرزا قادیانی اس کا جواب نہ دے پایا حالانکہ اسے جواب دینے کے لیے لکارا گیا تھا۔ یہ کتاب نایاب ہو گئی تو اسے پھر قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشر و اشاعت سے شائع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”میں اس مجلس میں موجود تھا جس مجلس میں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے حضرت جالندھری رحمہ اللہ سے اس کتاب کی اشاعت کے لیے فرمایا۔ مگر کتاب کا حصول اور طباعت کی اجازت کا مولانا حافظ محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی کے ورثاء سے مرحلہ درپیش تھا چونکہ میرا (سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ) آبائی تعلق سیالکوٹ سے ہے اس لیے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ یہ مرحلے میں طے کروں گا۔ چنانچہ علی الصبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سیالکوٹ چلا نکلا۔ مولانا ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی کی زینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولانا محمد عبدالقیوم میر رحمہ اللہ (والد ماجد پروفیسر ساجد میر) آپ کے وارث تھے۔ ان کے دروازہ پر دستک دی باہر تشریف لائے۔ میں (سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ) نے ان سے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ کتاب اور اجازت اشاعت طلب کی وہ اُلٹے پاؤں گھر گئے لاہریری سے وہ کتاب اٹھا لائے اور یہ وہ نسخہ تھا جس پر مصنف مرحوم (مولانا محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی) نے ضروری اضافے و ترامیم کی تھیں لیکن اس نسخہ کے سرورق پر مصنف مرحوم کا نوٹ لگا تھا۔ ”بدلحاظ بن جاؤ لیکن کتاب کو لاہریری سے مت باہر جانے دو“ یہ نوٹ پڑھ کر کتاب کے حصول کی بابت مایوسی ہوئی لیکن قدرت کا کرم کہ اگلے ہی لمحہ میں میر عبدالقیوم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چھپوانا مطلوب ہے اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کا حکم ہے۔ لیجئے کتاب بھی حاضر اور چھاپنے کی بھی اجازت

ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب لے کر خوشی خوشی دوپہر تک لاہور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس کا رروائی پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں اور کتاب کی کتابت اپنی نگرانی میں کرانے کا حکم دیا۔ مناظر اسلام، مولانا لال حسین اختر نے اپنے ذاتی نسخہ سے کتابت کی اجازت دی اور مصنف مرحوم کے نسخہ جس میں تراجم و اضافے تھے اسے سامنے رکھا گیا، جتنی کتابت ہوتی جاتی وہ میر عبدالقیوم صاحب کو بھجوا دی جاتی، وہ پروف پڑھتے رہے۔ یوں مختصر عرصہ میں کتاب چھپنے کے لیے تیار ہو گئی جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا اور اس نسخہ کے پھر کئی بار ایڈیشن مجلس نے شائع کیے۔“ (احساب قادیا نیت ج ۱۹ ص ۴۳)

آپ نے مجلس میں اس واقع کا بیان فرمایا اسی مجلس میں زور دے کر تین بار فرمایا کہ: ”بھئی اس کتاب کو ہماری مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا، ہماری جماعت نے شائع کیا، سب ساتھی یاد رکھیں کہ ہماری جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت ہے۔“ یہ بار بار فرمایا:

خدام ختم نبوت سے والہانہ محبت

ایک بار ایسے بھی ہوا کہ کریم پارک راوی روڈ میں حضرت اقدس رحمہ اللہ کی خدمت میں زیارت کے لیے فقیر اور حضرت مولانا فقیر اللہ اختر، حضرت مولانا عزیز الرحمن ثانی حاضر ہوئے۔ بھائی رضوان نفیس سے فرمایا کہ پہلے ان کو شربت پلاؤ، پھر چائے پلاؤ، بھائی رضوان نفیس نے ساتھی کی ڈیوٹی لگا دی۔ حضرت باتوں میں مشغول ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد فرمایا مشروب نہیں آیا، رضوان کیوں دیر کر رہے ہو؟ ”اصل میں تو یہی حضرات ہمارے مہمان ہیں۔“ بعینہ جس طرح آپ کے مرشد حضرت رائے پوری رحمہ اللہ، خدام ختم نبوت سے بھرپور محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے اسی طرح حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ بھی خدام ختم نبوت کے لیے عنایتوں و کرم فرمایوں کی موسلا دھار بارش بن جاتے۔

مدینہ منورہ میں باادب قیام

حضرت شاہ رحمہ اللہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس کے موقع پر ملتان

تشریف لاتے۔ رات کی کانفرنس کو رونق بخشتے۔ برطانیہ کی کانفرنس پر کئی بار تشریف لے گئے، واپسی پر عمرہ کے لیے ایک بار راقم روسیہ کو بھی ہمرکابی کا شرف نصیب ہو۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کے وقت آپ کی کیفیت دید کے قابل ہوتی تھی۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا مجھ مسکین کے لیے ممکن نہیں۔ عصر کے بعد چھتریوں والے پہلے حصہ کے شمال مغرب کونہ میں عشاء تک تشریف رکھتے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضراء صاف صاف مکمل نظر آتا ہے۔ آپ اکثر مراقبہ میں گردن جھکا کر قبلہ رخ بیٹھ جاتے، کبھی سر اٹھاتے تو گنبد خضراء پر نظریں جمادیتے، پھر مراقبہ میں چلے جاتے، اس وقت آپ کے چہرہ انور کی جو کیفیات ہوتیں۔ سبحان اللہ العظمتہ للہ و لرسولہ و للمؤمنین!!

ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شرکت

اسی طرح لاہور عائشہ مسجد کی ختم نبوت کانفرنس تو آپ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ صحت کے زمانہ میں بہت سارا وقت سٹیج پر تشریف رکھتے۔ بیماری کے باوجود تھوڑی دیر کے لیے تشریف لاتے مگر تشریف آوری ضرور ہوتی۔

ایک بار لاہور مسجد عائشہ میں ختم نبوت کانفرنس رکھی۔ آپ کی صحت اس میں شرکت کی متحمل نہ تھی۔ مولانا عزیز الرحمن ثانی نے بھائی عتیق انور سے عرض کیا کہ شرکت کی سبیل بنائیں، چاہے دس منٹ کے لیے ہی تشریف آوری ہو مگر تشریف ضرور لائیں۔ بھائی عتیق انور نے حضرت مولانا سعید احمد جلاپوری، حضرت مولانا مفتی خالد محمود کو ہمراہ لیا۔ پل سکیاں عصر کے بعد حاضر ہوئے، حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ مغرب کریم پارک واپس تشریف لاتے۔ ان حضرات نے عرض کیا حضرت آج روٹ بدل لیں۔ خانقاہ سید احمد شہید رحمہ اللہ سے کریم پارک جاتے ہوئے عائشہ مسجد میں مغرب پڑھ لی، اس پر مسکرائے اور فرمایا بہت اچھا، اب قافلہ سمیت کانفرنس میں تشریف لائے، مغرب پڑھی، دعاء فرمائی اور روانہ ہو گئے۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی ایک دیرینہ خواہش

ایک بار فیصل آباد ضلع میں گھوڑا نوالہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے مولانا

سید ممتاز الحسن گیلانی رحمہ اللہ نے آمادہ کیا۔ تشریف لائے فقیر راقم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیوں کے غلط ہونے کے عنوان پر خطاب کیا۔ آپ کا چہرہ متمماً اٹھا، دعاء کے بعد مجلس میں راقم روسیہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

”کہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کو آسان طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اس کی پیشین گوئی کی تغلیط پر کتاب مرتب ہونی چاہیے۔ چنانچہ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر اپنی آخری عمر میں فرماتے تھے کہ وقت وصحت نے ساتھ دیا تو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ مولانا لال حسین اختر تو اللہ تعالیٰ کے حضور چل دیئے اب یہ کلام آپ کریں۔ لاہور میں ایک دوبار پھر تذکرہ فرمایا، راقم روسیہ ادھر ادھر کی مار کر وقت گزاری کرتا، کتاب تیار نہ ہوئی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آباد، مولانا مفتی حفیظ الرحمن صاحب سے راقم نے عرض کیا انہوں نے حامی بھری مگر کام نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر لمحہ نئی شان پر قربان کہ اس دوران ایک بار کراچی میں مانچسٹر اسلامک اکیڈمی کے سربراہ مولانا محمد اقبال رنگونی نے مرزا ملعون کی اٹھارہ پیشین گوئیوں کی تکذیب پر ۱۰۰ صفحہ کی کتاب مرتب شدہ مجلس کی طرف سے چھپوانے کے لیے پکڑادی۔ ایک صفحہ پر راقم روسیہ نے پیش لفظ لکھا۔ تذکرہ بالا واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے کتاب کا انتساب کیا۔ کتاب چھاپ کر ایک سو نسخہ حضرت سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی خدمات میں لے کر مولانا عزیز الرحمن ثانی حاضر ہوئے، بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ آپ کے حضرت الشیخ مرشد شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل تھی۔ کچھ عرصہ بعد بھائی رضوان نفیس نے فرمایا کہ حضرت فون پر بات کرنا چاہتے ہیں، مجھ روسیہ کے لیے آپ سے فون پر بات کرنا ہمالیہ کو سر کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا لیکن آپ کی شفقتوں نے بار بار فون پر بھی بات کرنے کی سعادت بخشی۔ فرمایا کہ پیشین گوئیوں والی کتاب کہاں ہے؟ عرض کیا حضرت ملتان دفتر میں تو ختم ہے آپ کی لاہوریری میں سو نسخہ تھا، یقیناً کچھ موجود ہوں گے۔ فرمایا: بہت اچھا اگلے دن پھر فون کیا کہ لاہوریری سے پینتیس پچاس نسخے مل گئے ہیں لیکن دوبارہ شائع کریں۔ اس کتاب کو باضابطہ حرفاً حرفاً اپنی مجلس میں پڑھوایا۔ دوبارہ دو ہزار کتاب شائع کر دی۔ سنا تو طبیعت باغ باغ ہو گئی، بہت سی دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

انفرادی اصلاح کیلئے کاوش

ایک بار فون پر راقم روسیہ سے فرمایا کہ ایک آفیسر کو قادیانی فتنہ کی تازہ شراکری و سرگرمیوں پر مطلع کرنا ہے۔ آپ تمام تفصیلات لکھ کر لائیں، چنانچہ لکھ کر پیش کیا، پورا سنا خوشی کا اظہار کیا کہ تمام تفصیلات آگئی ہیں، اپنے پاس رکھ لیا، اتنا فرمایا کہ وہ آفیسر دو چار روز تک اسلام آباد سے لاہور آنے والے ہیں۔

مرزا قادیانی کے بارہ میں سرسید کے تاثرات

فرمایا: ”علامہ میر حسن رحمہ اللہ سیالکوٹی فرماتے تھے کہ میں نے خود سرسید احمد خان سے سنا جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو سرسید احمد خان نے کہا کہ: ”مرزا قادیانی کو معلوم نہیں کہ نبی کون ہوتا ہے اور نبوت کا منصب کیا ہے؟“ اس منصب سے عدم واقفیت و جہالت کے باعث مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بیاض یعقوبی میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لشکر کے گھوڑوں کے سانس بھی اہل اللہ ہوں گے۔“ (لولاک ذی الحجہ ۱۲۲۳ھ)

ہر بے دین فتنہ کی سحر انگیزی

فرمایا ”حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ ابتداء میں طبابت کرتے تھے (دیرہ دو دن میں) وہاں شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ ان کو متبع سنت پایا تو دل میں خیال آیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ سے ملنا چاہیے۔ جب سرگودھا کے لیے سفر کیا تو پہلے رائے پور حاضری دی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات میں ہی دل دے بیٹھے، بیعت کے لیے درخواست کی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا جلدی کیا ہے؟ آپ اپنے گھر سرگودھا سے پہلے ہو آئیں، پھر بیعت بھی کر لیں گے۔ ڈھڈیاں سرگودھا تشریف لائے، ایک عزیز بیمار تھے، عزیزوں کے اصرار پر ان کو حکیم نور الدین بھیروی کے پاس قادیان لے کر گئے۔ چند دن عزیز کے علاج کے لیے وہاں ٹھہرنا پڑا، نور الدین ساحر تھا، بعض باتوں میں قلب پر اثر کر لیتا تھا۔ چونکہ آپ رائے پور

میں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ سے مل کر آئے تھے خیال کیا کہ جن سے مل کر آیا ہوں ان کا چہرہ سچے آدمی کا چہرہ ہے۔ آپ (سید محمد نفیس الحسینی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ ہر بے دین فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں رحمہ اللہ سے میں نے خود سنا کہ فرماتے تھے کہ جب مجھے القادیانیہ لکھنے کے لیے مرزائی کتب پڑھنی پڑیں تو میرے قلب پر سیاہی کے اثرات ہو جاتے تھے استغفار کرتا ملت اسلامیہ کے متفقہ مسلمات سے مرزا قادیانی کے انکار کو جانچتا تب جا کر ایک ایک تار کاٹنے سے قلب کی سیاہی دور ہوتی۔ (فقیر راقم عرض کرتا ہے) کہ میں نے بھی خود حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ جب میں نے مرزا قادیانی ملعون کی کتاب ازالہ کا مطالعہ کیا تو دوران مطالعہ میرے دل پر سیاہی آنا شروع ہو جاتی۔ میں خود محسوس کرتا ہوں کہ اب دل پر اتنا حصہ سیاہ ہو گیا ہے اب اتنا تب کتاب بند کر کے استغفار کرتا تب دل کی سیاہی دور ہوتی۔ پھر مطالعہ کرتا تو سیاہی قلب پر عود کرتی پھر کتاب بند کر دیتا اس طرح بدقت تام اسے ختم کیا۔“

آپ (حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم سہارن پوری رحمہ اللہ (جو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے پہلے شیخ تھے) کے پاس حکیم نور الدین گیا۔ نور الدین ان دنوں مہاراجہ کشمیر کا معالج اور ملازم تھا۔ مہاراجہ کی اولاد نہ تھی نور الدین دعاء کرانے کے لیے سہارن پور گیا تو آپ نے فرمایا کہ قادیان ایک متنفی (فتنہ پرداز) ہوگا اس سے بچ کر رہنا تم مجھے ان کے مصاحب لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو تمہیں بحث و تمحیص کی عادت ہے یہ عادت بد تمہیں وہاں لے جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہوا ”اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله! قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!“

ایک بزرگ کا کشف

فرمایا مسانیاں گاؤں قادیان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ایک بزرگ بدرالدین کا مزار ہے۔ یہ مرزا قادیانی ملعون کے زمانہ سے قبل فوت ہوئے ان کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر ختم نبوت کی آیات و احادیث مرقوم ہیں۔ شاید ان پر قدرت کی طرف سے قبل از وقت منکشف ہو گیا کہ تمہارے جوار میں ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلہ کا انکار ہو گیا تب آپ

کی وصیت یا توجہ سے کتبہ پر آیات و احادیث ختم نبوت کی درج ہوئیں۔

فرمایا اسی طرح بٹالہ کے ایک بزرگ کے پاس مرزا قادیانی کا باپ مرزا قادیانی کو لے کر گیا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو نصیحت کی کہ اہل سنت کے عقائد پر چمٹے رہنا ان کے جانے کے بعد خدام کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ شخص گمراہی اور کفر کی طرف لپکے گا۔ یہ قبل از وقت ان بزرگ پر منکشف ہو گیا تھا۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی کرامت

فرمایا کہ ہر فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے ایک عقیدت و ارادت مند مولوی عبدالمنان پنجابی تھے۔ ایک دفعہ سر راہ جوگی کے پاس رُک گئے اس نے سحر کر دیا۔ واپس آئے تو طبیعت پر ہندو ہو جانے کے خیالات کا ہجوم ہو گیا بھاگ بھاگ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ فوراً رائے پور چلے جاؤ حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے صورت حال عرض کی۔ آپ نے خدام سے فرمایا کہ اسے فوراً سلا دو وہ تین دن سویا رہا، بیدار ہوا تو کہا کہ میں رائے پور سے جاتا ہوں میرے قلب کی وہی کیفیت ہے۔ ہندو ہو جانے اسلام کو چھوڑنے اور مرتد ہو جانے پر دل مجبور کرتا ہے اتنے میں صبح کی سیر سے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ واپس تشریف لائے۔ مولوی عبدالمنان پنجابی نے عرض کی کہ مجھے اجازت میرے دل کی وہی کیفیت ہے ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے شہادت کی انگلی سے اس کے دل کی طرف (چھوئے) کا ارشادہ کیا اور فرمایا مولوی صاحب اللہ تعالیٰ کے بندے اب بھی ایسے موجود ہیں جو یوں اشارہ کریں تو دل کی دنیا بدل جائے۔ اشارہ کرتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور جوگی کے سحر کا اثر جاتا رہا۔

فرمایا ایک بار خود حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی مجلس میں جوگی آ بیٹھا۔ اس نے توجہ (سحر) کی تو آپ کے بدن پر چیونٹیوں کے چلنے کے اثرات ہونے لگے آپ نے بھانپ کر سر اٹھایا اس جوگی کی طرف دیکھ کر انگلی کے اشارہ سے منع کر دیا وہ فوراً فو چکر ہو گیا تو سحر ہوتا ہے ہر فتنہ کے ساتھ جو براہ راست دل کو گمراہی کی طرف میلان کر دیتا ہے۔ مرزا قادیانی کی بدگوئی، گمراہی، سید عیسیٰ علیہ السلام کی صریح اہانت کے باوجود اس کا سحر کئی لوگوں کے دلوں کو ارتداد کی طرف لے گیا اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔

اکابر کی معیت میں ردّ قادیانیت کیلئے مساعی جمیلہ

☆.....۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ربوہ اور لاہوری پارٹی کے مرزائی سربراہوں نے اپنا اپنا موقف قومی اسمبلی میں پیش کیا۔

اُمت محمدیہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی زیر نگرانی مولانا محمد حیات رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری نے مرزائیت سے متعلق مذہبی و سیاسی مواد جمع کیا جس سے مرزائیت کی مذہبی و سیاسی حیثیت کو سمجھا پرکھا، ناپا، تولا جاسکتا ہے۔ مذہبی حصہ کی ترتیب و تدوین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور سیاسی حصہ کی ترتیب و تدوین مولانا سمیع الحق ممبر سینٹ آف پاکستان نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوری طور پر ۸۰ ہزار روپے کی لاگت سے اسے شائع کر دیا جسے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے قومی اسمبلی میں پڑھایا یہ کتاب ردّ قادیانیت پر لٹریچر کا نچوڑ ہے اسے عربی، انگریزی میں بھی جماعت نے شائع کیا۔ جب قومی اسمبلی میں پڑھنے کے لیے اسے ترتیب دیا جا رہا تھا تو پولیس پرسنر عائد تھا۔ اس کی ترتیب کتابت، طباعت تمام جاکسل مراحل کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ کی نگاہ حضرت سید نفیس الحسنی رحمہ اللہ پر پڑی، آپ کو فون کیا۔ آپ نے کاتب شاگردوں کی جماعت ہمراہ لی اور راولپنڈی پہنچ گئے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے لیے ہوٹل کا ایک حصہ مختص تھا اس میں تمام متذکرہ حضرات قیام پذیر تھے۔ حضرت سید نفیس الحسنی رحمہ اللہ تشریف لائے تو چمن میں بہا آ گئی۔

قارئین کرام! آپ اندازہ فرمائیں حضرت بنوری رحمہ اللہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ حضرت سید محمد نفیس الحسنی شاہ صاحب رحمہ اللہ مولانا محمد حیات رحمہ اللہ مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ مولانا تاج محمود رحمہ اللہ مولانا تقی عثمانی رحمہ اللہ مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ یہ پوری جماعت جہاں ایک ساتھ تشریف رکھتی ہوگی اس ماحول کی شیفتگی کا کیا عالم ہوگا؟ غرض جتنی کتاب مرتب ہوئی اتنی کتاب پرنٹنگ و طباعت کے مرحلہ سے گزرادی جاتی، چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہو گیا، اسمبلی میں پڑھا گیا، قادیانی کافر قرار پائے اس تحریک میں بنیادی کام کرنے والے حضرات میں ہمارے حضرت قبلہ سید نفیس الحسنی شاہ رحمہ اللہ بھی صف اول میں شامل رہے۔ فالحمد للہ۔

ختم نبوت کی آیات واحادیث کا چارٹ

☆..... ایک بار محترم عبدالرحمن یعقوب باوا اور فقیر روسیہ نے برطانیہ کے سفر میں طے کیا کہ ایک چارٹ خوبصورت جس میں ختم نبوت کی آیت مبارکہ حدیث ”لانی بعدی“ بمع اردو انگلش ترجمہ تیار کریں اور اسے برطانیہ کی مساجد میں لگوائیں۔

فقیر روسیہ نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ سید محمد نفیس احسینی شاہ رحمہ اللہ سے لکھوانا میرے ذمہ رہا۔ اگلے سال چھپا چھپایا آپ کو مل جائے گا۔ دو تین بار حضرت قبلہ سید نفیس احسینی شاہ رحمہ اللہ سے عرض کیا آپ فرماتے اچھا پھر اگلی ملاقات پھر اگلی ملاقات میں روسیہ کی عرض پر یہی جواب ملتا بہت اچھا راقم روسیہ عرض کرتا ”ہو جائے“ فرماتے بہت اچھا۔ نہ راقم روسیہ دھونی رما کر بیٹھا کہ حضرت اسی کام کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ سرسری تذکرہ کا سرسری جو جواب ملنا چاہیے تھا مل جاتا۔ اب کانفرنس سر پر آگئی مفتی محمد جمیل خان شہید لاہور تھے فون پر عرض کیا کہ چارٹ ختم نبوت کی آیت وحدیث کا تیار کرانا ہے انہوں نے حامی بھری۔ جا کر حضرت سید نفیس احسینی رحمہ اللہ کے قدموں میں بیٹھ گئے کام شروع ہو گیا۔ لیجئے شام تک فلمیں بن کر چھپائی شروع اسے کئی اداروں نے شائع کیا۔ بلا مبالغہ ایک لاکھ سے زائد تو مجلس نے شائع کیا۔ یہ سب ہمارے حضرت سید نفیس احسینی رحمہ اللہ کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے صدقہ جاریہ اور نمایاں خدمات ہیں۔

انوارِ انور

مولانا حمید الرحمن (راولپنڈی) لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۶ء کو ایک دوست کی معیت میں لاہور آنا ہوا۔ اس وقت تک حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بہرہ ور نہیں ہوا تھا اور اس کا بے حساب اشتیاق و جستجو کا جذبہ و امنگ جی میں تھا۔ کسی واقف کار کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی واقع جیل روڈ پر قیام فرما ہیں۔ میں نے اس دوست کے سامنے اپنے اشتیاق کا اظہار کیا اور اس کی تکمیل کے لیے جیل روڈ جا پہنچے۔ جب کوٹھی میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا حضرت محو خواب و آسودہ نیند ہیں اور تقریباً ایک گھنٹہ بعد بیدار ہو کر شرف زیارت نصیب ہو سکے گا اور دیگر کافی علماء و مشائخ اور عقیدت کیش و خوشہ چیں بھی استراحتی راحت کے مزے لے رہے تھے البتہ دو پرکشش و

جاذب نظر ہستیاں کوٹھی کے دالان میں بیٹھی ہوئی دکھائی دیں اور ان پر ایک اچھتی نظر ڈالنے سے اتنا یقین ضرور ہو گیا کہ یہ بھی کوئی کم مرتبہ و مقام کے افراد اور اشخاص نہیں ہیں۔ جیسے ہی ہم ادھر قدم رسا ہوتے ہیں وہ دونوں بسر قد و قامت کھڑے ہو گئے ان کے اس طرز عمل سے ایک گونہ عقیدت و احترام کے جذبات نے جی میں جنم لیا اور حق الیقین کی حد تک یقین ہو گیا کہ یہ محض پارسا و پرہیزگار بزرگ ہی نہیں بلکہ انتہا درجہ کے بامروت و وضع دار اور پیار و پریم کے پیکر ہیں۔

ڈھلے ہوئے بہت ہی پیارے و نفیس انسان بھی ہیں اس لیے کہ اپنے ہم پلہ لوگوں کی ہر کوئی پذیرائی کرتا اور اپنے سے بڑوں کی قدم بوسی بجالاتا ہے لیکن کمترین و بے نام آدمیوں کے ساتھ آدمیت و انسانیت کا برتاؤ تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے انگ انگ میں آدمیت و احترام آدمیت رچا بسا ہو اور ہر بال و بن سے انس و الفت کے سوتے رواں ہوں۔ ہماری کوئی جسی و سبی پہچان نہیں تھی نہ ہی علم و عمل کے اعتبار سے کوئی حوالہ و حیثیت رکھتے تھے اور نہ ہی معاشرتی طور پر کسی مرتبہ و منصب پر فائز تھے۔ محض غبی و کود اور کم سن و عمر طفل مکتب تھے اور بس جب ہم ان نفوس قدسیہ کے قریب پہنچے تو خندہ جنسی سے گلے لگایا محبت و شفقت کے انداز میں اپنے پاس بٹھایا اور رود سلسبیل و جوئے کوثر نے آپ مصفی سے دھلی ہوئی زبان میں نام و تعارف اور کام و دھندہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ ہم نے جواباً عرض کیا کہ طالب علم ہیں اور یہ نام ہیں اور ساتھ ہی جو شخصیت ہمارے ساتھ ہم کلامی میں پیش پیش تھی ان سے ان کے نام و تعارف کی بابت استفسار کیا۔ نہایت دھیمے لہجے اور حلیمانہ طرز تکلم سے ارشاد ہوا۔ یہ فلاں صاحب ہیں اور میں نفیس الحسینی ہوں۔ ان صلحاء و مشائخ کا خادم اور پیشہ خطاطی ہے۔ اللہ اکبر یہ نفیس الحسینی ہیں جو خطاطی کے بے تاج بادشاہ اور شاہانہ فن و ہنر کے یگانہ روزگار امام و مقتداء ہیں ان کے نام و تعارف سے میں غائبانہ واقف تھا اور اس وقت سے جانتا تھا جب حکمرانوں کی پالیسی ”لڑاؤ بھڑاؤ اور حکومت کرو“ کے تحت ریشہ و دانیوں سے فرقہ وارانہ فسادات کروائے گئے اور بالخصوص سنیوں کو باہم دیوبندیوں اور بریلویوں کے نام سے لڑایا گیا۔ شورش مرحوم دیوبندیوں کے وکیل کے طور پر سامنے آئے اور ان کے ہفت روزہ چٹان نے خوب شورش برپا کی اور بریلویوں کے لئے لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میری تعلیم کی ابتداء تھی اور ہنوز لکھنے پڑھنے اور سمجھے جانے

سے نابلد تھا۔ تاہم ماشا کی سنی سنائی باتیں اکثر یاد رہتیں اور بھلائے نہیں بھولتی تھیں۔ ان دنوں حضرت شاہ صاحب چٹان بلڈنگ میں ہی اقامت پذیر تھے اور وہیں خطاطی کرتے تھے۔ بنا بریں ان کے نام سے غائبانہ آشنائی اور کام سے ایک گونہ شناسائی رکھتا تھا اور جب ان کی زبان سے نکلا میں نفیس احسنی ہوں تو مارے خوشی کے میں پاگل ہو گیا اور جنونانہ انداز میں دیدے پھاڑ پھاڑ کر ان کے من موہن موہاندرے کو تگنے لگا، ان کی اس وقت کی دلربا شبیہ اور دل لبھانے والی تصویر اور میرے من میں ثبت ہو جانے والی مورتی آج بھی نہاں خانہ خاطر میں آویزاں ہے اور جب میں چاک بداماں ماضی کے روزن سے جھانکتا اور عہد گزشتہ کے دریچوں سے دیکھنے لگتا تو حسین نفیس پورٹریٹ بھی دیکھ لیتا ہوں۔ درمیانہ قد، متعادل و مائل بہ فرہ بدن، موزوں و متناسب اعضاء، تیکھے نین نقش، ستواں ناک، غنچہ و ہن، جھیل نما گہری آنکھیں، مسنون سیاہ شرعی داڑھی، گندمی و مائل بہ صبا جبت رنگ، فراخ و کشادہ جبین، خمدار و ابھرے ہوئے ابرو، بھرے بھرے اور پر گوشت رخ زیبائے ریلے ہونٹ اور ان ہونٹوں پر سدا بہار تبسم و دل آویز مسکراہٹ، آواز میں دھیمہ پن، لب و لہجہ میں حلم کا بانگین، گفتار میں حلاوت مٹھاس، رفتار میں تمکنت و وقار، آنکھوں میں حجاب و حیاء کی روشنی، ماتھے پر تقویٰ و پارسائی کا ماکھا چندر سر پر اجلی و سفید نورانی ٹوپی، جسم و جثہ پر چٹی برف پوشاک اور آنکھوں پر نہایت خوبصورت چشمے۔

جو لوگ اپنے اور پرانے دوست اور دشمن یگانے اور بیگانے واقف اور انجان، نیکوکار اور گنہگار، فاضل اور جاہل، امیر اور غریب خورد اور کلاں، سب کے ساتھ یکسانیت کا معاملہ کرتے ہیں۔ ایک ہی لہجے میں ہم کلام ہوتے ہوں، دوسروں کے دلوں کو لبھانے والی بولی بولتے ہوں اور ظاہر و باطن ہر دو اعتبار سے ایک جیسی طرز حیات رکھتے ہوں، لاریب ایسے پاکباز و پاکیزہ لوگ، نرگس کی ہزاروں سال اپنی بے نوری پر آہ و زاری کرنے کے بعد کہیں عدم سے اس دھرتی پر در آنے میں اور اس طرح کے دیدہ و رصدیوں کی عقیقہ و بانجھ کوکھ انسانی سے خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد و حید یہ ہوتا ہے:

خدا کے بندے تو ہیں بہت بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں تو اس کا بندہ بنوں گا جسے اللہ کے بندوں سے پیار ہوگا

اور اس میں کوئی شک وریب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب بھی ایسے ہی پاکباز و پاک تر لوگوں میں سے تھے۔ اللہ نے انہیں عجیب شان محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ ہر ملنے والا پریم و پیار کی جھولیاں بھر کر جاتا اور ہر آنے والا یہ یقین لے کر جاتا کہ حضرت نے دوسروں کی بہ نسبت میرے ساتھ زیادہ شفقت و محبت کا برتاؤ فرمایا ہے۔

بنتے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام وحشی
الفت کی بھی جہاں میں کیا حکمرانیاں ہیں

بالخصوص دینی مدارس کے طلباء کے ساتھ تو ان کی محبت و شفقت، رشک آور و دیدنی ہوتی اور علماء و مشائخ کے ساتھ معاملہ تقدیس و تکریم کی آخری حدوں کو چھونے والا ہوتا تھا اور یہی قلب و خاطر کی اشتہاء انگیزی انہیں چٹان بلندنگ کی شورش شعاری و میکوڈ روڈ کی یورش طراری ہنگامہ خیز ماحول سے جامعہ مدنیہ کی پرسکون و طمانیت آسا جواریت میں لے آئی تھی۔ میں جامعہ میں ۱۹۶۹ء کو دورہ حدیث کے لیے داخل ہوا تھا اور اسی سال ہی حضرت شاہ صاحب چٹان بلندنگ سے اٹھ کر جامعہ کے پڑوس میں آن بے تھے

گوازیں پیشتر مختلف مواقع و مختلف مقامات پر ان سے چار پانچ دفعہ شرف باریابی حاصل ہو چکا تھا لیکن مسلسل و پیہم محفل گیری و ہم جلیسی کی سعادت جامعہ میں ہی نصیب ہوئی اور خوب ہوئی۔ اگرچہ عدیم الفرستی اور انتہا درجہ کی نالائقی کے باعث اکتساب فیوض و برکات سے محرومی ہی رہی۔ حضرت شاہ صاحب کا نظریہ تھا کہ دینی مدارس کے طلبہ اکتساب علم کے ساتھ اکتساب ہنر بھی سیکھیں تاکہ اپنی عملی زندگی میں کسی قسم کی معاشی مشکلات کا شکار نہ ہوں اور باوقار طریقے سے گزر بسر و آبرو مندانه انداز میں مذہبی و معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں اور ان کا یہ نظریہ یقیناً صائب و صحیح تھا۔ ہم نے اس کی عملی جھلک دارالعلوم دیوبند میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے جہاں صنعت و حرفت کے نام اور فن و ہنر کے عنوان سے طلباء کو خطاطی، خیاطی اور بیگ و بریف کیس سازی وغیرہ کئی طرح کی چیزوں کا بنانا سکھایا جا رہا تھا۔ خود شاہ صاحب بھی جامعہ مدنیہ کے طلباء کو خطاطی و کتابت سکھاتے رہے اور اس کے اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے رہے۔ بلا مبالغہ بیسیوں سے بڑھ کر سینکڑوں طلباء ان سے مستفید و مستفیض ہوئے اور آج ملک و قوم اور دین و مذہب کی فیض رسانی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

شیخ طریقت

اب تک شاہ صاحب کی شخصیت کا محض ایک پہلو یعنی بحیثیت نامور خطاط پیش کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کے دوسرے اور اہم پہلو پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ شاہ صاحب ایک ماہر خطاط کے علاوہ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ اور شیخ طریقت بھی ہیں۔ آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ روزانہ بے شمار افراد آپ کی محفل میں شرکت کے لیے آتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب ہر ایک نے نہایت خندہ پیشانی اور محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرے اور آپ کی محبت، شفقت، مہمان نوازی اور اخلاقی بلندی کا گہرا تاثر لے کر نہ اٹھے۔ آپ کی شخصیت میں قدرت نے عجب جاذبیت اور کشش رکھی ہے۔ متحمل مزاجی اور نرمی کلامی میں شاہ صاحب سا کوئی اور شخص نہیں دیکھا گیا۔ بلند اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ گھنٹوں نشست کیجئے کبھی آپ اکتاہٹ یا بیزاری کا اظہار نہیں فرماتے۔ نامور خطاط اور اس عہد کے ایک بڑے شیخ طریقت ہیں مگر تواضع اور انکساری کا یہ عالم ہے کہ آپ کی محفل میں چھوٹے خود کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ خشونت، درشتی اور تلخی نام کو بھی نہیں آپ کے ہاں دیکھا گیا کہ جدید اور قدیم دونوں طبقوں کے افراد آپ سے یکساں محبت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ اگر دینی طبقے میں مساجد و مدارس سے متعلق حضرات آپ کے ہاں دیکھے گئے تو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے پروفیسرز حضرات اور طالب علم بھی۔ ہر ایک سے آپ یکساں محبت اور مہمان نوازی سے پیش آتے ہیں۔

روحانی ارتقاء

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ۱۹۴۷ء میں قیام فیصل آباد میں اپنے ماموں مولانا

سید محمد اسلم صاحب کے ہاں رہا جو فاضل دیوبند تھے۔ اسی دور میں آپ کا خصوصی تعلق جناب صوفی مقبول احمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی تھا جو شاہ صاحب کے حقیقی خالو تھے۔ صوفی صاحب بقول شاہ صاحب رحمہ اللہ وہ پاک نفس بزرگ تھے جن کی چھپن سال تک کبھی تہجد قضاء نہیں ہوئی۔ ان بزرگوں اور خاندانی اثرات کی بناء پر شاہ صاحب رحمہ اللہ کا میلان طبع ابتداء سے ہی تصوف کی جانب تھا مگر حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی صحبت نے اس تعلق کو اس قدر گہرا کر دیا کہ آپ اہل اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔ اس بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے تحریر فرمایا:

”وہ (شاہ صاحب رحمہ اللہ) عین عالم شباب میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان سے بیعت کر لی اور ان سے یہ ارادت اس قدر بڑھی کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے وطن رائے پور ضلع سہارن پور میں جا کر مہینوں قیام کیا اور ان کے زیر سایہ طریقت کی مختلف منزلوں سے آشنا ہوئے۔ چند سال قبل جب حضرت رائے پوری صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوا تب بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ارادت ان سے قائم رہی۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی ذات گرامی کے ساتھ جو قرب انہیں حاصل رہا اس نے ان کی دنیا ہی بدل دی اور اس کی بدولت وہ روحانیت کی ایسی منزلوں سے ہمکنار ہوئے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک خوش قسمت انسان ہیں۔“

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فنی اور روحانی مقام کے بارے میں مختلف حضرات نے لکھا ہے جن میں غلام نظام الدین مرولوی مرحوم بھی شامل ہیں۔ وہ اپنے مضمون ”فنکار سے ملنے“ میں لکھتے ہیں: ”شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی صفات کو کامل طور پر جذب کر لیا ہے کم کھانا اور کم سونا جاگتے ہوئے با وضو رہنا اور دوزانو بیٹھنا، یہ چیزیں مشائخ کی صحبت کے سوا کہاں سے حاصل ہو سکتی ہیں؟ شاہ صاحب رحمہ اللہ دوران کتابت دایاں گھٹنا اٹھا کر اور بایاں تہ کر کے رکھتے ہیں اور ساتھ ہی زیر لب اور ادجاری رکھتے ہیں۔ گفتگو میں آواز دھیمی اور الفاظ قلیل استعمال کرتے ہیں۔ نفلی روزہ اور نفلی عبادتوں کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ ہفت روزہ چٹان کے دفتر میں انہوں نے ایک کمرہ اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ یہاں ان کے شاگردوں کی ایک جماعت اور ملنے والوں کا ہجوم اکثر دیکھا جاتا ہے لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ کے

معمولات اور شاگردوں کے حسن اخلاق کی وجہ سے وہاں ایک خانقاہی ماحول تشکیل پا گیا ہے جس میں نوار قلبی آسودگی اور روحانی بالیدگی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

۱۹۵۷ء میں شیخ ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی اور بیعت بھی۔ گویا آپ کا دست مبارک عصائے موسوی پر جا پڑا۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ یوں ہی قائم رہا اور حضرت کی زندگی مبارک کی صبح و شام حضرت اقدس رائے پوری رحمہ اللہ کے سایہ عاطفت میں ڈھلتی رہی۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ اصلاح و تربیت کے بڑے بڑے آئمہ میں سے ایک امام تھے۔ آپ پر اصلاح نفوس اور تربیت اخلاص بس تھی۔ زہد و تقویٰ، اخلاص و بہادری، عقل کی تیزی، مشکل بات کو آسان کرنے، سخاوت و فیاضی، اعلیٰ فکر، علم کی گہرائی میں آپ کی مثالیں قائم تھیں۔ جذبہ خدمت خلق اور امت پر شفقت کچھ نہ پوچھ! ان تمام خصائل کے باوجود اپنے آپ کو مچھر کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے تھے بلکہ ہر سانس و لحظہ میں اپنی ذات کی نفی کرتے تھے۔ یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت تھی۔ فنایت و عبدیت اور ذکر اللہ میں انہماک آپ کا مشغلہ تھا اور ذکر الہی آپ کی حیات طیبہ کا جزو لا ینفک بن گیا تھا۔ اس تربیت گاہ و خانقاہ سے شیخ نفیس الحسینی رحمہ اللہ ایک بہت بڑے شیخ کی صورت میں نمودار ہوئے جنہیں اب مقام عزت حاصل ہے اور انہیں شیخ (عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ) نے جمیع روایات و علوم کی اجازت مکمل طور پر مرحمت فرمائی جو شیوخ و مشائخ تربیت سے منقول تھیں اور جیسا کہ مشائخ تربیت نے اصلاح نفوس کی ذمہ داری ان کو سونپی تھی وہ سب سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سپرد کر دی۔ چنانچہ سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی ہر بات مانی اور اس عقیدت میں پختگی حاصل کی اور تیار فوجی کی طرح جو ہر وقت نیزوں سے مسلح ہو کر دشمن کے مقابلہ میں آمنے سامنے رہتا ہے رہنے لگے۔

تصوف و سلوک کی امامت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا روحانی تعلق مخدوم المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ

عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ سے تھا۔ آپ ان کے خلیفہ مجاز تھے اللہ پاک نے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ میں محبت و عشق کا جو شعلہ ودیعت فرمایا ہے وہ واقفان حال سے پوشیدہ نہیں۔ یہ شعلہ اگر اعلیٰ درجہ کے فانوس میں روشن ہو تو اس کی بات ہی کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شرافت نسب کے ساتھ جب درود محبت کا حسین امتزاج ہوا تو اس نے آپ کی ذات میں ایک خاص شان پیدا کر دی اس کے بعد اس شمع کے ارد گرد پروانوں کا ہجوم ہونا ایک فطری امر تھا اسی لیے آپ کے خلفاء کی ایک تعداد ہے جن میں ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ حدیث بھی ہیں۔ آپ کی خانقاہ کا شمار ملک کی بڑی خانقاہوں میں ہوتا ہے جہاں ذکر و فکر کا ذوق نصیب ہوتا ہے اور محبت و معرفت کے جام پلائے جاتے ہیں۔

لاہور میں قیام

فضیلۃ الشیخ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شہر لاہور میں قیام فرمایا جو علمی ادبی تاریخی و تہذیبی اور علم تفسیر و حدیث کا مرکز ہے اور یہ ایسا شہر ہے جس کی وجہ سے اسلامی جمہوریہ پاکستان قائم ہے۔ حضرت والا نے دوسرے شہر چھوڑ کر اسے اپنے قیام کے لیے ترجیح دی اور یہ شہر ہی وہ منبر بنا جس سے خوشنما خوبصورت عربی رسم الخط پھیلا اور حضرت کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگا جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

شیخ کی شہرت کیسے؟

آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے گھر میں مسند پر بیٹھے عجیب و غریب خط کی تختیاں تحریر فرماتے رہے۔ تلامذہ کی ایک جماعت آتی (خط سیکھنے کے لیے) تو آپ انہیں خط کا پورا پورا میزانیہ سکھا دیتے اور شفقت سے پیش آتے اور عمدہ کلام پیش فرماتے۔ پھر اس جماعت کو اجازت مرحمت فرماتے۔ وہ نہایت امن و سلامتی سے چلی جاتی اور دلوں میں محبت و عشق اور شیفتگی لے کر جاتی۔ پھر دوسری جماعت آ جاتی۔ وہ حضرت سے تختیاں خریدتی تو وہ بھی اپنے دلوں میں ایک حاجت محسوس کرتی ہوئی جاتی۔ پھر تیسری جماعت آتی۔ حضرت اس سے بھی وہی معاملہ فرماتے۔ جب کبھی کوئی شخص آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا تو اپنے سامنے عجیب

وغریب اقبال و بخت محسوس کرتا جس کے حصول کی کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی بلکہ ہر آپ کی زیارت کرنے والا اور آپ کا تلمیذ آپ کو مسکراتا ہوا اور خوش اخلاق انسان پاتا۔ آپ میں کسی قسم کا غرور و تکبر نہیں تھا بلکہ نہایت شریف ابن شریف تھے۔ لوگ آپ کو صرف تختیوں کا خطاط نہیں بلکہ نفوس و ارواح کا خطاط بھی سمجھتے اور خیال کرتے تھے۔

عادات، احوال و معمولات

حلیہ مبارک

آپ کا رنگ مبارک نہایت سفید بلکہ سفید مائل بہ سرخی تھا۔ سر مبارک بڑا اور داڑھی گھنی تھی، لمبے قد والے شامی عرب کے مشابہ تھے۔

لباس

جو لباس بھی میسر آ جاتا آپ پہن لیتے تھے۔ کرتہ چادر، شلوار اور ٹوپی پسند فرماتے تھے۔ آپ ہر وقت عصا ہاتھ میں رکھتے اور اس پر سہارا بھی لے لیتے، ملتانی جوتا پہنا کرتے، سردی میں چادر اوڑھتے اور پگڑی پہنتے تھے اور اہل عرب کی طرح اسے داڑھی کے نیچے سے باندھ لیتے۔

دنیوی مال و متاع

آپ کا گھر وسیع و عریض تھا جس میں ایک حجرہ زائرین کے لیے مخصوص تھا۔ آنے والے اس میں ٹھہرتے۔ اسی طرح گھر میں ایک دینی کتب خانہ بھی تھا۔ موسم سرما میں جب لوگ حضرت سے ملنے آتے تو حضرت کی چار پائی حجرہ اقدس میں بچھائی جاتی اور موسم گرما میں گھر کے وسیع و عریض صحن میں تشریف فرما ہوتے۔

اخلاق

آپ نہایت کم گو تھے۔ کافی لمبے سکوت میں رہتے، نہ کسی کی غیبت کرتے اور نہ عیب لگاتے، زیادہ گفتگو صلیاء کے تذکرے، ادب کی باتوں اور تاریخ پر ہوتی تھی۔ ہاں کبھی بغرض

پختگی ارواح مریدین اشارہ و کنایہ میں بات فرمادیتے اور کبھی شعر طرح کر دیتے۔

مجلس

آپ ہر وقت مقام حلم و بردباری، وقار و سکون، خشوع و خضوع میں رہتے تھے زیادہ تر ذکر و فکر میں رہتے۔ حقیقت میں وہ مربی نہیں جس پر دنیوی گفتگو کا غلبہ ہو۔

جو دو سخاوت

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جو کچھ موجود ہوتا پیش فرمادیتے۔ آپ کا دسترخوان ہمہ وقت بچھا رہتا، مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، تنہا کھانا کھاتے آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔

شجاعت و بہادری

حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے بھی آپ دین اور حق کی بات کہہ دیا کرتے تھے اور اس میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے تھے۔ مبلغین، مجاہدین اور مدرسین کی ہمیشہ تائید و تقویت فرماتے۔ ان کے خلاف کوئی بات کرتا تو اپنی مجالس اور اخبارات و رسائل میں ان کی طرف سے مدافعت کرتے۔

رقت قلب

آپ اہل شام کی طرح نہایت رقت القلب تھے۔ بزرگان دین کے تذکرہ کے وقت آپ پر گریہ طاری رہتا اور خوف کا غلبہ ہوتا تھا کمزوروں اور غمگین لوگوں کی حالت دیکھ کر آپ کا دل نرم ہو جاتا تھا۔

تواضع

اپنے اجداد سے آپ نے جو ورثہ پایا اپنے لیے دنیوی ساز و سامان سے کسی قسم کا استحقاق نہیں سمجھتے تھے اور اس معاملہ میں اپنے شیخ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے مشابہ تھے۔ یوں لگتا تھا کہ ہو بہو وہی ہیں۔

زکاوت اور ذہانت

حضرت جب گفتگو فرماتے تو دانا آدمی بھی بہت کم سمجھ سکتا تھا۔ اسلامی فیصلوں میں بڑی فہم رکھتے

تھے۔ پیش آمدہ بات کو سمجھنے میں قوی ادراک کے مالک تھے اور بہت ہی جلد اسے بھانپ جاتے۔

ذوق و شوق

حضرت کا ذوق علمی تھا۔ کتب جمع کرنے اور ان کے مطالعہ میں بہت بڑا شغف تھا۔ اس نتیجہ میں آپ کا ایک غیر معمولی کتب خانہ بن گیا تھا۔ اردو اور فارسی اشعار میں آپ کو بہت بڑا ادراک حاصل تھا ہزاروں اشعار یاد بھی تھے اسی طرح آپ علم تاریخ اور علم انساب خصوصاً مشائخ کے نسب کا علم رکھتے تھے۔

آپ کے معاصر شخصیتیں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اور پاک و ہند کے بڑے بڑے علماء و مشائخ کا آپ نے زمانہ پایا اور مفکر اسلام حضرت مولانا الحسن علی ندوی رحمہ اللہ تو حضرت رحمہ اللہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ کو اپنا قریبی دوست سمجھتے تھے۔ مفکر اسلام رحمہ اللہ وفات تک حضرت سے راضی اور خوش رہے۔ حضرت کی آخری ملاقات مفکر اسلام رحمہ اللہ سے طواف بیت اللہ میں ہوئی۔

محبین و مسترشدین

اندرون و بیرون ملک کے لوگ خواہ وہ علماء ہوں یا صلحاء اطباء ہوں یا سائنسدان و سیاست دان اغنیاء ہوں یا فقراء تاجر ہوں یا ملازم وہ فرانسیسی ہو یا مغربی الجزائر ہو یا شامی برطانوی ہوں یا افریقی امریکی ہوں یا ترکی ہندوستانی ہوں یا بنگلہ دیشی ہمیشہ حضرت کے پاس آتے رہے اور اصلاح نفس کراتے رہے۔ حضرت سب کا مرجع تھے۔

اسفار

آپ نے حجاز مقدس اردن مصر ترکی انگلستان افغانستان اور عراق کا سفر فرمایا اور ہر مرتبہ اپنے فن (یعنی رسوخ فی الخط) کا سکہ لوگوں میں بٹھایا۔

منصب و اعزاز

آپ نے خرید و فروخت کی غرض سے چند مکتبوں کی بنیاد ڈالی اور بہت ساری مساجد

دینی و تہذیبی اداروں کی سنگ بنیاد رکھی۔ آپ کی بڑی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپ بہت سے مدارس، جامعات، مجاہدین اور خانقاہوں کے سرپرست و نگران تھے۔ خصوصاً عربی رسم الخط میں پاکستان خوش نو یس یونین کے نگران اعلیٰ اور صدر تھے اور اسی نتیجہ میں آپ نے سابق صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم سے انعام بھی حاصل کیا تھا۔

موقف و مشن

زندگی بھر بتقاضہ وقت آپ نے اہل باطل کا مقابلہ کیا ہے۔ اہل حق کی طرف سے دفاع آپ کا امتیازی وصف تھا۔ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی فوراً اس کے حل کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اسی طرح آپ کی عمر کی فہم معلوم کی جاسکتی ہے اپنی زندگی کے آخری ادوار میں امام عالی مقام مظلوم کربلاؑ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ دفاع کیا (اور بہت ساری کتب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بھی شائع کیں) اور خواص و عوام کو ان سے محبت کرنے اور آپ سے عدل و انصاف کرنے کی دعوت دیتے رہے۔

عقیدت و مذہب

آپ ایک صحیح العقیدہ انسان تھے۔ فرقہ مشبہ، فرقہ معطلہ، فرقہ مؤولہ، فرقہ مبتدعہ، فرقہ قدریہ و جبریہ اور فرقہ حروریہ سے تعلق بالکل نہیں تھا۔ سلف صالحین کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء و صفات پر ایمان رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ”میں اصول و فروع میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک و مذہب پر ہوں۔“

اشغال و اوراد یومیہ

معمول بعد از نماز فجر

حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ بعد از نماز فجر اپنے گھر کے مقابل بڑی روڈ پر پیدل چلتے (تاکہ صحت برقرار رہے اور کسل و سستی نہ رہے) کچھ دیر سیر و تفریح کرتے، پھر واپس گھر تشریف لاتے اور مسند نشین ہو جاتے۔ اتنے میں آپ کے خیمین و مسترشدین بھی

(پروانہ وار کی طرح) آجاتے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کی باتیں سنتے اور وہ حضرت کی باتوں سے مستفید ہوتے۔ پھر آپ انہیں ناشتہ بھی کراتے۔ ناشتہ کے بعد چاہتے تو اور وقت دے دیتے ورنہ خلوت میں تلاوت قرآن پاک یا تصنیف و تالیف یا خطوں کے جوابات لکھنے میں مصروف ہو جاتے۔ پھر آرام فرما ہو جاتے۔

معمول بعد از ظہر

نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد جب گھر تشریف لاتے تو اپنے محبین کو وقت دیتے اور انہیں دوپہر کا کھانا کھلاتے، پھر قیلولہ فرماتے۔

معمول بعد از نماز عصر

نماز عصر کے بعد حضرت ذکر اللہ اور اُمت مسلمہ کے لیے دعا کرنے میں مصروف ہو جاتے، اتنے میں زائرین بھی آ جاتے، بعد از فراغت حضرت ان کی حوائج پوری فرماتے، بعض حضرات ان میں سے راہ راست پا کر دلیل خیر بن کر نکلتے۔

معمول بعد از نماز مغرب

نماز مغرب پڑھنے کے بعد قرب خداوندی کے حصول کی غرض سے لمبی دیر نوافل میں مشغول رہتے، پھر اپنے گھر تشریف لا کر ذکر و فکر کے لیے خلوت گزین ہو جاتے۔ بعد از فراغت زائرین کی طرف متوجہ ہو کر انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور ان کا ترکیہ فرماتے اور ان کی حاجات سنتے۔

معمول بعد از نماز عشاء

بعد از نماز عشاء اپنے محبین کو شام کا کھانا کھلاتے، کھانے کے بعد چارپائی پر استراحت کے لیے تشریف فرما ہوتے اور سلف صالحین کے تذکرہ کی مجلس ہوتی۔ اسی اثناء خشوع طاری رہتا۔ پھر مجلس برخواست کر کے اہل خانہ کو وقت دیتے تاکہ وہ بھی حضرت کی مجلس سے مستفیض ہوں۔

حضر میں تو آپ کا یوں ہی معمول اور نظام الاوقات رہتا۔ البتہ سفر میں طبیعت و مصلحت اور حاجات کے مطابق نظام الاوقات بدل جاتا۔

شب بیداری و تہجد سے بھی آپ کو حظ وافر نصیب تھا اور فجر کی اذان سننے تک بیمار آدمی کی طرح بے قرار رہے چھین رہے تھے۔

احوال و ارشاد

شیخ عبدالواحد الخیارى الندوی نے حضرت پر عربی زبان میں مقالہ تحریر کیا تھا جس میں حضرت سے راہ سلوک سے متعلق اپنے سوالات اور حضرت کے جوابات جمع فرمائے تھے۔ اس حصہ کا اردو ترجمہ دیا جاتا ہے۔

۱..... میں نے حضرت شیخ سے بعض قلبی احوال کے بارے میں دریافت کیا کہ قلب کبھی تفکر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مضطرب ہوتا ہے اور کبھی بالکل ٹھیک تو انہوں نے مثال دے کر سمجھایا کہ قلب تو فضائے آسمانی کی طرح ہے کہ وہ کبھی گرد آلود ہوتی ہے اور کبھی مطلع صاف ہوتا ہے۔ قلب بھی کبھی حالت انبساط میں ہوتا ہے اور کبھی حالت انقباض میں تو حالت انبساط میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور شکر ادا کرنا چاہیے اور حالت انقباض میں استغفار کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا انقباض و انبساط کی دو قسمیں ہیں (۱) انبساط ظاہری (۲) انبساط باطنی

۲..... میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا مسلمان حضرات عورت کو حاکم بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو شیخ نے فرمایا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے نہ عورت کو خلیفہ بنایا اور نہ اس امر میں عورت کو حق دار سمجھا۔ گویا انہوں نے خلافت صرف مردوں میں منحصر کر دی۔

۳..... میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ تلمیذ و مسترشد اپنے شیخ سے کتنی مقدار کلام کرے؟ تو انہوں نے فرمایا جیسے ادب و احترام اور تعظیم میں زیادتی مناسب ہے ایسے ہی شیخ سے کلام کرنے میں احتیاط و اجتناب کی زیادتی مناسب ہے۔ پھر فرمایا اس موضوع پر بے شمار تصانیف موجود ہیں (ان کا مطالعہ کرنا چاہیے)۔

۴..... میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی ذکر کرتے ہوئے دوران ذکر باطنی قوت و خوشی محسوس کرتا ہے تو کیا یہ تصرف شیطانی سمجھنا چاہیے؟ یا کچھ اور؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ باطنی قوت و خوشی تصرف شیطانی نہیں بلکہ یہ تو امر خیر ہے۔ بشرطیکہ اصول

شرع کے موافق ہو ورنہ ساری شریعت ایک وجدانی اور باطنی قوتوں سے محسوس ہونے والی چیز ٹھہر جائے گی (حالانکہ یہ غلط ہے) پھر فرمایا کہ شیخ سے ہر وقت دعا کرانی چاہیے اس لیے کہ مسترشد کو سیرالی اللہ میں جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ دعائے شیخ سے حل ہو جاتی ہیں۔

۵..... ایک آدمی نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ حضرت ذکر تو کرتا ہوں مگر ذکر اللہ کی حلاوت محسوس نہیں ہوتی تو شیخ نے فرمایا کہ ذکر اللہ پر مداومت رکھو۔ آپ کو پتہ نہیں کہ خوش نویسی کرنے والا پہلے مرحلہ میں الف لکھنا بھی نہیں جانتا بلکہ ٹیڑھی ٹیڑھی لکھتا ہے۔ پھر لکھتے لکھتے سیدھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ میں حلاوت بھی بعد از مداومت نصیب ہو جاتی ہے۔

۶..... میں نے شیخ سے جماعت تبلیغی کے متعلق دریافت کیا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ اس جماعت نے تو اہل مشرق و مغرب کے درمیان رابطہ قائم کر دیا ہے۔

طرز اصلاح و تربیت

بغرض اصلاح جو بھی آتا تو حضرت چار چیزوں کی شرط لگاتے:

۱..... علم شرعی کے ساتھ پورا پورا تعلق و وابستگی

۲..... شیخ کامل عالم کی صحبت پر مداومت

۳..... تلاش رزق حلال ۴..... ذکر اللہ پر مداومت

توبہ کے الفاظ

آپ کی خدمت میں کوئی بیعت کی درخواست کرتا تو درج ذیل الفاظ کے ساتھ اسے توبہ کراتے: ”کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، غیبت سے، چوری سے، زنا سے، نماز چھوڑنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی پر بہتان لگانے سے اور سب گناہوں سے چھوٹے ہوں یا بڑے جو ہم نے اپنی ساری عمر میں کئے سب سے توبہ کی اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے حکم مانیں گے، تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں گے۔ یا اللہ تو ہماری توبہ کو قبول کر لے ہمارے گناہوں کو بخش دے ہمیں توفیق دے اپنی رضامندی کی۔ اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔“

پس یہ توبہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اس پر مجھے بھی قائم رکھے اور آپ کو بھی قائم رکھے۔
پانچوں وقت نماز باجماعت کی پابندی کرنا، خلاف شرع باتوں سے بچنا، موت کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ ایک دن مرنا ہے اور یہاں سے جانا ہے۔ آخرت میں نیک عملوں کے سوا کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔

سلسلہ طریقت میں حضرت کا شجرہ طیبہ

امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

- ☆..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- ☆..... شیخ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ سلطان ابراہیم ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ حذیفہ مرثی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ابوہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ممشاد علو الدینوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ابی احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ابی محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ابی یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ شریق الزندنی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

- ☆..... شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ شمس الدین الترمذی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عارف رودولوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ محمد رودولوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ ابی سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ محبت اللہ آلہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ سید محمدی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عضد الدین امروہی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالہادی امروہی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالباری امروہی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالرحیم شہید ولایتی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ میاں جی نور محمد چٹھانوی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆..... شیخ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

چند خصوصیات و کمالات علمی ذوق

شاہ صاحب ایک خطاط و شیخ طریقت ہونے کے باوصف نہایت ستھرا علمی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ ایک وسیع اور نادر کتب خانے کے مالک ہیں جس میں دیگر علوم کے علاوہ خطاطی اور تصوف کی نایاب اور کم یاب مطبوعات و مخطوطات بھی موجود ہیں۔ آپ کئی کتب کے مصنف اور مرتب ہونے کے علاوہ ایک صاحب کمال شاعر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کوفن تاریخ نگاری سے بھی خاص شغف ہے۔ آپ تشنگان علم کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کے کتب خانے سے استفادہ کرنے والوں کی کثیر تعداد ہے جن میں علماء و فضلاء کے علاوہ کالجوں اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طالب علم بھی شامل ہیں۔ پی ایچ ڈی کے بعض مقالہ نگاروں کو بھی آپ کے ہاں دیکھا گیا جنہوں نے اپنے مقالات کی تکمیل کے لیے شاہ صاحب کا تعاون حاصل کیا اور آپ کے کتب خانہ سے استفادہ بھی کیا۔ پی ایچ ڈی کے بعض مقالہ نگاروں کے لیے شاہ صاحب نے نہ صرف خود بھرپور مدد فراہم کی بلکہ بیرون ممالک سے متعلقہ تحقیقی مواد کے حصول میں معاونت فرمائی۔ یہاں اس تلخ اور افسوس ناک حقیقت کا اظہار بھی کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کی محبت و شفقت اور نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے کتب خانے کے نہایت قیمتی نوادر چوری بھی کیے جا چکے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علمی اور فنی مقالات اور شاعری مختلف اخبارات و رسائل میں چھپتی رہی ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے خطاطوں میں صرف اور صرف شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی ہیں جنہوں نے اس قدر عمدہ اور معلومات افزاء مقالات لکھے ہیں جن کے مطالعے سے اس فن کے کئی گوشے جو نظروں سے اب تک اوجھل تھے منظر عام پر آئے ہیں۔ شاہ صاحب کے یہ مقالات ہی نہیں بلکہ ان میں آپ نے اسلامی خطاطی کی تاریخ محفوظ کر دی ہے۔ فن خطاطی کے علاوہ دیگر موضوعات پر شاہ صاحب کے لکھے مقامات کو جمع کر کے کتابی شکل دی جاسکتی ہے۔

تاریخ نگاری

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک ماہر خطاط ہونے کے باوصف ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ آپ کی نعتوں اور قطعات پر مشتمل مجموعہ کلام ”برگ گل“ کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ (یہ مکمل مجموعہ اس کتاب میں شامل ہے) شاعری میں تاریخ نگاری ایک مشکل فن ہے۔ اس فن میں بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مکمل دسترس حاصل ہے اور آپ نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی تاریخیں کہی ہیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

۱..... والد مکرم سید محمد اشرف علی سید القلم کی وفات پر یہ تاریخ کہی:

ان رحمة الله قريب من المحسنين ۵ ۱۳۱۶ھ

۲..... مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی لوح مزار کیلئے:

تنقل خیراً ۵ ۱۳۷۰ھ

۳..... تاج الدین زریں رقم کے لوح مزار کیلئے:

خوابگہ خطاط الملک ۵ ۱۳۷۲ھ

ہائے تاج الدین زریں رقم لاہوری ۱۳۷۴ھ

۴..... حکیم سید نیک عالم شاہ صاحب کی وفات پر:

آپ جناب والد ماجد سید حسین شاہ و ثقلین زیدی ۱۳۸۷ھ

اللہم اغفر ۵ ۱۳۸۷ھ

بجناں شاہ نیک عالم رفت زہے آں مرد نیک و با تقدیس

نسباً سید حسینی بود قلمش بد کلام پاک نویں

بزبانش دعا وہم تاریخ ”غفر اللہ لی“ نوشت نفیس

(۱۳۸۷ھ)

۵..... تاریخ وفات حکیم سید محمد عالم شاہ صاحب:

حق تعالیٰ را چنین منظور شد از جہاں آں جان جاں مستور شد

فرد واحد بود در رفت آخر نفیس ”از جہاں لقمان ثانی دور شد“

(۱۳۶۳ھ، ۱۳۶۲ھ)

۶..... تاریخ ہائے طباعت برائے کتاب ”شعر ناب“:

۱۳۷۸ھ

جان نخن شعر ناب

نظام الدین صاحب کا عمل ہے یہ ان کی زندگی کا ماحصل ہے
مرے دل میں نفیس آئی یہ تاریخ کہ شعر ناب ”فردوس غزل“ ہے
(۱۳۸۷ھ)

اللہ اللہ کیا قرینہ ہے ادب و شعر کا سفینہ ہے
بزم ے میں جو شعر ناب آئی رند بولے ”فروغ مینا“ ہے
(۱۳۸۷ھ)

ساقی نے شعر ناب سے مخمور کر دیا ہر شعر ہے صراحی صہبائے لالہ قام
اس میں نہیں کلام یہ خم خانہ ہے نفیس تاریخ شعر ناب ہے ”خم خانہ کلام“
(۱۳۸۷ھ)

۷..... تاریخ وفات مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی

العالم الحقانی والشاعر العبقری ۱۳۸۷ھ

۸..... تاریخ وفات مولوی شمس الدین تاجر کتب نادریہ لاہور:

۱۹۶۸ء

جناب شمس شد غروب

حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی پہلی نعت!

حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ نور اللہ مرقدہ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں یہ سلام اپنی عمر کے سولہویں سال میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس دوران آپ لائل پور کالج ایف اے سال اول کے طالب علم سید انور زیدی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہ عیسوی سن ۱۹۴۹ء کے دسمبر کی بات ہے۔ منقبت ہذا حضرت اقدس رحمہ اللہ کے انتقال کے روز آپ کے چھوٹے بھائی جان سے ملی۔ ہدیہ قارئین ہے:

سلام اے شمع روشن چشم عبد اللہ کی بینائی	زمانہ تجھ پہ قربان فرشتے تیرے شیدائی
ترانہ جھوم کے حوروں نے تیری حمد کا گایا	تیری سیرت ہے لامثنائی تیری شان یکتائی
تیری آمد سے رونق آگئی گلزار ہستی میں	عنادل چچھا اٹھے بہار آئی بہار آئی
تھما ابر تشدد اور مہر ضوفشاں نکلا	درخشاں ہو گیا عالم اذانوں کی صدا آئی
ہوئے نخوت کے جھنڈے سرنگوں غیرت بھی شرمائی	ہوئے باطل تیرے دم سے خیلات ”من ولائی“
ہوئے بیدار عاقل اور پھاڑا کفر کا دامن	بتوں کو توڑ ڈالا شادمانی ہر طرف چھائی
تیرے در سے کوئی سائل تہی دامن نہیں لوٹا	تیرے رحمت کے آفچل کی ہے لامحدود پنہائی
سلام اس پر جو انور کی امیدوں کا سہارا ہے	سلام اس پر دل مسلم کے غم کا جو مداوا ہے

دسمبر ۱۹۴۹ء..... سید انور زیدی (سال اول)

روشنی انتخاب نمبر گورنمنٹ کالج لائل پور (فیصل آباد)

آپ نے مزید گوہر افشانی فرمائی ”تو اپنے فن اور ہنر میں بام عروج تک پہنچنے کے باوجود ان کی اداء اداء میں تواضع، مسکنت اور سادگی رچی بسی ہوئی ہے اور ان کا پورا وجود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمۃ کے اس فیض صحبت کی زندہ کرامت ہے جس نے انہیں سراپا عشق حقیقی بنادیا ہے۔ آپ طبعاً خاموشی پسند تھے لیکن ذہن رسا و ذوق سلیم اور قلب منیب بھی رکھتے تھے اور اللہ نے آپ کو ابتدائے شعور ہی سے موزونی طبع کا ملکہ اور انتہائی اعلیٰ درجہ کا تخیل شاعری و دیعت فرمایا تھا اور اس کے ساتھ خوش کلام و خوش گلو جیسی عمدہ صفات سے متصف کیا تھا۔ جب کبھی باذوق و عدل دوست اور بے تکلف یاران مہر وفا اکٹھے ہوتے تو خوب محفل جمتی اور آپ میر محفل و شمع محفل کا کردار ادا کرتے تھے مگر شعر و سخن میں بذل و یا وہ گوئی اور بے مقصد و بے فائدہ شاعری سے اجتناب کرتے تھے چونکہ فنا فی الرسول کے مرتبہ و مقام پر فائز تھے بنا بریں زیادہ تر نعتیہ و توحیدی شاعری موزوں کرتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام برگ گل کے نام سے منصہ شہود پر رونق آرائے بزم جہاں ہے۔ اس پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ہویدا ہوتا ہے کہ آپ کی شاعری واقعتاً پاکیزگی، شرافت، قناعت اور نفاست کی سلک میں پروئی ہوئی ہے اور استعارات، تشبیہات و تمثیلات کا استعمال کس قدر بر محل کیا گیا ہے اور اس پر مستزاد گرمی عشق نے کلام حسن کو کیسا نکھارا اور روح پرور بنادیا ہے۔ بیہتی ہند حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے تو کس خوبصورت انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ فرمایا:

ہے یہ کس کی خواب گاہ حسین، یہ نفیس کس کا مزار ہے
کہ نفس نفس جو ہے سکون تو نظر نظر کو قرار ہے

آپ کی جیون ساتھی کچھ عرصے پہلے داغ مفارقت دے گئی تھیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے نہایت پر درد و غمناک یہ قطعہ کہا تھا:

رخصت اے روح روانِ زندگی رخصت اے جانِ جہانِ زندگی
جا ملیں گے ہم بھی اک دن آپ سے گامزن ہے کاروانِ زندگی
لا ریب آپ کا وجود باوجود صفائے قلب و تزکیہ نفس اور روشن خمیری کا پیکر تھا اور سوز و گداز درد دل اور تڑپ دروں کا ہمہ تن مجسمہ ان کی صحبت میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ روح

میں اک شمع معرفت روشن ہو رہی ہے اور قلب سے عظمت و جہول کے حجابات اُٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ اقلیم ولایت کا یہ آفتاب ہمہ تاب پچھتر برس کی ضیا پاشیوں کے بعد ۵ فروری ۲۰۰۸ء کو ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا۔

قرص خورشید در سیاسی شد نفیس اندر دہان خاکی شد

اٹھاسا بنان شفقت بڑی تیز دھوپ دیکھی نہیں دور دور چھاؤں کہاں اپنا سر چھپائیں

عشق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات

ہر مسلمان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق موجود ہے مگر عارفین کی شان تو کچھ نرالی ہی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے اس نعمت کا ایک بڑا حصہ عطا فرمایا تھا اسی کا اثر ہے کہ آپ کو مسئلہ ختم نبوت سے خاص تعلق تھا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دُعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا: صبح شام دعا ہے ہر نماز کے بعد آپ لوگوں کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کا تعلق براہ راست ذات نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات سے ہے۔ اللہ پاک نے اس دنیا میں ختم نبوت کا تاج صرف اور صرف رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ جیسا کہ آخرت میں مقام محمود صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔ پس جس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور انس ہوگا اس کو مسئلہ ختم نبوت کی عظمت و نزاکت کا شعور بھی ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مرشد حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کا مسئلہ ختم نبوت سے تعلق عشق کی حد تک تھا اسی لیے کاروان ختم نبوت کے حدی خواں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ سے لے کر عام کارکن تک حضرت رائے پوری کو اپنا سر پرست اور مربی سمجھتا تھا۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے اپنے اسی مبارک جذبہ کے پیش نظر برصغیر کی جلیل القدر شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ سے ردِ قادیانیت پر کتاب تحریر کروائی اور اس کو اپنی مجلس میں سنا۔ اس کا ترجمہ عربی میں ہوا تو عالم عرب کو فتنہ قادیانیت سے آگاہی

ہوئی۔ یہ سب اقدس حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے ذوق اور جہد کا اثر تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو عقیدہ ختم نبوت سے شغف اور روقاد یا نیت کا ذوق اپنے مرشد و مربی سے بھی وراثتاً ملا۔ چنانچہ جب بھی موقع آتا تو آپ ختم نبوت کے رضا کاروں کے ساتھ صف اول میں ہوتے۔ ۱۹۷۷ء میں جب مسئلہ قادیانیت پاکستان کی قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا تو اس موقع پر بھی آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ کی مسئلہ ختم نبوت سے وابستگی ہی کا نتیجہ ہے کہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نائب امیر مقرر کیا گیا۔

سید نے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دھوم مچا دی

ذات نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدح و توصیف میں آپ نے منظوم کلام ایسے مخلصانہ اور عاشقانہ انداز میں پیش کیا کہ اس سے دور حاضر میں عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دھوم مچ گئی۔ ذرا غور کریں اس شعر کی معنویت پر!

میں فداء عشق رسول ہوں، میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں
میرا دل خدا کے حضور میں بہ نیاز سجدہ گزار ہے

برصغیر میں ایک طبقہ نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تو کیا مگر اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ نہ دی اور حضرات اکابر علماء دیوبند کے خلاف سادہ لوح عوام کا ذہن بنایا کہ ان کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔ الحمد للہ ہمارے حضرات اکابر نے اس الزام کو ہر طرح سے تار تار کیا۔ دور حاضر میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا منظوم کلام جب قوم کے سامنے آیا تو انصاف پسند طبقہ بے ساختہ پکار اٹھا کہ سچے عاشق تو یہی اکابر علماء دیوبند ہی ہیں۔ آپ کے کلام میں کمال عشق کے ساتھ ساتھ کمال اعتدال بھی ہے اور یہ توازن کم ہی شعراء کو نصیب ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سید رحمہ اللہ نے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دھوم مچا دی۔

خاندان نبوت سے محبت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے توازن و اعتدال کی نعمت سے خوب نوازا تھا

دور حاضر میں بعض لوگ بسا اوقات ردِ روافض میں نقطہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ و مقام کے بیان میں کوتاہی کر جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کو غلط سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بعض کتب کی اشاعت کا بھی آپ نے اہتمام کیا۔ احقر نے ایک نقشہ ”بنو ہاشم کے مصداق کا بیان“ مرتب کیا تو اس پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ آج کل بعض لوگ شوق میں اپنے آپ کو ہاشمی لکھتے ہیں یہ غلط ہے۔

مسلک سے والہانہ وابستگی

اہل السنۃ والجماعت اکابر علماء دیوبند ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ شریعت اور طریقت دونوں ہی کے امام تھے۔ صدر اول سے اُمت میں دین کے فہم کا جو ذوق آ رہا ہے وہ ان کو وراثت میں ملا جس پر انہوں نے خود بھی عمل کیا اور اس ذوق و فکر کو اگلی نسلوں میں بھی منتقل کیا اور یوں یہ پاکیزہ جماعت ”العلماء ورثۃ الانبیاء“ کا مصداق بنی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے حضرات اکابر کے ذوق و فکر سے وابستگی اور اس کے تحفظ اور اشاعت کا جذبہ عشق کی حد تک تھا۔ آپ نے خانقاہ بنائی تو نام ”خانقاہ سید احمد شہید“ رکھا۔ یوں ہر آنے والے کو پیغام دے دیا کہ جیسے اخلاص و تقویٰ اور محبت اور عشق ضروری ہے ویسے ہی باطل سے برسرِ پیکار ہونا بھی ضروری ہے۔

دور حاضر میں تصوف و سلوک کے حوالے سے دینی طبقات میں کوتاہی برتی جا رہی ہے آپ اس کوتاہی کے ازالہ کے لیے فکر مند ضرور تھے مگر ”نظریہ ضرورت“ کے تحت ایسے اعمال کو ہرگز درست نہ سمجھتے تھے جن پر حضرات اکابر نے بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے۔ الغرض آپ اپنے حضرات اکابر کی تحقیقات پر نظر ثانی کے قائل نہ تھے اور اس ذیل میں بڑے حساس تھے۔ ایک بار احقر کو فرمایا کہ فلاں صاحب کو ردِ روافض میں کچھ غلو سا ہو گیا ہے۔ انہوں نے تو مدح یزید شروع کر دی ہے وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر نہ تھے تو میں نے جواب دیا کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حق سمجھتا ہوں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ”أَحَقُّ“ سمجھتا ہوں۔

اسی طرح عالم عرب کے عالم محمد بن علوی مالکی کی کتاب ”مفہیم یجب ان تصحہا“ پر

آپ سے تائیدی کلمات لکھوائے گئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس کتاب میں پیش کیا گیا نظریہ اور ذوق اپنے حضرات اکابر کی تحقیقات سے متصادم ہے تو آپ نے واضح طور پر اپنی اس تقریظ سے رجوع کر لیا اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو ”المہند“ اور ”براہین قاطعہ“ میں مذکور ہے۔ آپ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ تائید کرنے والوں کی فہمائش کی بھی کوشش کی۔

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے روحانی تعلق کے ساتھ مسلک سے وابستگی کے حوالے سے بھی آپ کو عشق تھا خصوصاً سنت و بدعت کی توضیح کے ذیل میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مسلک کا مدار حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں گنگوہ حاضری پر آپ نے جو منظوم کلام کہا وہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی مکمل سیرت ہے۔ اس کا ہر شعر آپ کی زندگی کا ایک باب ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ کلام معنویت اور تاثیر میں بے مثال ہے۔ احقر نے بھی دوبار آپ کی فرمائش پر آپ کو آپ کا یہ کلام سنایا جس سے آپ بہت مسرور ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تخیل کی بلندی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے عقیدت و وابستگی کو اس شعر میں ملاحظہ کریں۔

میں نگاہ شوق کا کیا کروں دل ناصبور سے کیا کہوں

ابھی حشر میں بڑی دیر ہے ابھی دور روزِ شمار ہے

اسی کے ساتھ دوسرا شعر بھی ملاحظہ ہو:

یہی میرا راز و نیاز ہے کہ میں اسیر زلف رشید ہوں

اسی سلسلے کا مرید ہوں میرا اس پہ دار و مدار ہے

آپ جامعہ خیر المدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن اور سرپرست بھی تھے۔ آپ کے

سانحہ ارتحال سے خدام جامعہ اپنے ایک عظیم دُعا گو سے محروم ہو گئے ہیں۔

اصحابِ کرام و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت

آپ کو اصحاب و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پایاں محبت تھی۔ آپ

ہر مجلس اور محفل میں اصحاب و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جذب و وجد کے ساتھ فرماتے۔ ردِ رفض کے محاذ پر کام کرنے والوں کو فتنہ خروج سے بچانے کے لیے اہل

بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور اپنی تقریروں میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی تلقین فرماتے اور اپنی نعتوں اور نظموں میں اہل بیت و اصحاب رضی اللہ عنہم کا تذکرہ جھوم جھوم کر کرتے ہوئے نظر آتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جس قلب میں یاران نبی کی ہو عقیدت کھلتے ہیں اس قلب پہ اسرارِ مدینہ
معمور صحابہ کی محبت سے رہے گا وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ
وہ آل محمد ہوں کہ اصحاب محمد ہیں زینتِ دربارِ دربارِ مدینہ
حسن حسن کو دیکھ کر حسین حسین کو دیکھ دونوں میں جلوہ رازِ جمال رسول ہے
ابوبکر ہوں، عمر ہوں، وہ عثمان ہوں یا علی چاروں سے آشکار کمال رسول ہے
آپ نے نئی نسل کو رفض و خروج سے بچاتے ہوئے اعتدال کا درس دیا۔ آل و اصحاب پر کئی
ایک شاندار کتب شائع کیں۔ المرتضیٰ سوانح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، مولانا سید ابوالحسن علی
ندوی رحمہ اللہ سیدنا علی و حسین رضی اللہ عنہم اللطائف الاحمدیہ فی المناقب الفاطمیہ حضرات اہل
بیت کرام کا قدیم ترین پاکیزہ اور مستند تذکرہ ریحانِ عترت، شجرۃ الاشرف وغیرہ۔

ایک جامع شخصیت

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک اہم ترین وصف یہ تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو
کسی ایک خول میں بند نہیں کیا۔ آپ بیک وقت صوفی، مجاہد، شاعر، ادیب اور عاشق رسول
نظر آتے ہیں۔ آپ جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر تھے وہاں
مجاہدین کی عالمی تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی کے سرپرست بھی۔ آپ اپنے شیخ حضرت رائے
پوری رحمہ اللہ کی طرح مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البعور تھے۔ تمام دینی تحریکوں کے
قائدین آپ کے حلقہ بگوش اور آپ ان کے دعا گو اور سرپرست نظر آتے ہیں۔

حضرت سید احمد شہید اور بزرگان دیوبند کی روایات کے امین

آپ کو امام المجاہدین حضرت اقدس سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ساتھ بے پایاں محبت
تھی۔ آپ نے حضرت سید احمد شہید کے رفقاء کے ہاتھوں اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل لکھی
ہوئی کتاب ”وقائع سید احمد شہید رحمہ اللہ“ کا عکس لے کر شائع فرمایا اور اس کی بیسیوں

کا پیاں مفت تقسیم کیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت و جہاد حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے جا کر ملتا ہے اس لیے اپنی خانقاہ کا نام بھی خانقاہ سید احمد شہید رحمہ اللہ رکھا اور اپنے متعلقین سے مکتبہ سید احمد شہید رحمہ اللہ شروع کرایا۔

مولانا سندھی رحمہ اللہ

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تحریک آزادی کے نامور رہنماؤں میں سے تھے۔ چیانوالی گوجرانوالا میں ایک سکھ گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اللہ پاک نے ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت سید نفیس الحسنی رحمۃ اللہ علیہ ایک دینی پروگرام میں شرکت کے لیے چیانوالی تشریف لے گئے۔ رفقاء سے مولانا سندھی رحمہ اللہ کا آبائی مکان دیکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا مکان دیکھ کر رفقاء کو حکم دیا کہ مکان خریدنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ مکان خریدا اور اسے مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سینے سے لگا کر فرمایا کہ آپ دین پور تشریف لے جائیں اور مولانا سندھی رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر میرے سلام پیش کریں اور دعاء کی درخواست بھی کہ آپ کے آبائی مکان کو مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ ہے۔ مولانا ندیم فرماتے ہیں کہ میں دو تین ماہ کے بعد حاضر ہوا تو معاف فرماتے ہی ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے مولانا سندھی رحمہ اللہ کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کا مولد و مسکن کو مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا

۱- آپ کی شخصیت اور عمل کو دیکھ کر سنت کا تعین کیا جاسکتا تھا کیونکہ آپ کا کوئی عمل خلافت سنت نہیں ہوتا تھا۔

۲- آپ میں دوسری بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے اپنے آپ کو محدود دائرہ میں کبھی بند نہیں رکھا۔ ہر محاذ پر سرگرم عمل رہے اور ہر دینی محاذ پر کام کرنے والوں کی عملی سرپرستی فرمائی۔

۳- آپ میں تیسری بڑی خوبی یہ تھی کہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے مسلک کو قرآن و سنت کے مطابق دیکھ کر افراط و تفریط سے اپنے آپ کو بچایا اور دیوبندی فکر کے امین رہے۔

۴- جامعہ رحیمہ قصور کے مہتمم حضرت قاری مشتاق احمد رحیمی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میرا تین سالہ مشاہدہ ہے کہ آپ ہمیشہ صف اول اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا فرماتے، چاہے کتنی ہی تکلیف اور بیماری کیوں نہ ہو۔

۵- آپ کو سیرت و تاریخ پر عبور حاصل تھا۔ جب کبھی کسی شخصیت کے متعلق سوال کیا، حضرت نے تفصیل کے ساتھ اس کی خدمات اور تاریخ بیان فرمادی۔

علالت

جولائی ۲۰۰۷ء میں ازبکستان کے سفر سے واپسی پر کان میں درد شروع ہوا، آپریشن ہوا، کچھ طبیعت سنبھل گئی۔ رمضان المبارک کے بعد طبیعت میں نقاہت اور کان کے درد میں شدت ہوئی، دوبارہ ہسپتال داخل ہوا، عید الاضحیٰ پر چند روز کے لیے گھر تشریف آوری ہوئی، پھر ہسپتال میں لے جایا گیا۔

وفات حسرت آیات

شعبہ امراض قلب کے مشہور معالج جناب ڈاکٹر شہریار اور ان کے رفقاء نے مہنگا سے مہنگا علاج کیا لیکن تدبیر پر تقدیر غالب آئی اور ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء صبح پانچ بج کر پچیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے بوقت تہجد خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ خدام و مشاق پروانہ دار لاہور کی طرف قافلوں کی صورت میں رواں دواں ہو گئے۔

نماز جنازہ

ظہر کی نماز کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے جنازہ اٹھایا گیا اور دو بج کر پینتالیس منٹ پر عتیق سٹیڈیم پہنچا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ پیر طریقت حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہم کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ دوسرا جنازہ آپ کی قائم کردہ خانقاہ سید احمد شہید رحمہ اللہ میں شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہم نے پڑھایا جس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

تد فین

خانقاہ کے قریب ایک مخصوص احاطہ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ لحد میں اتارنے کی سعادت بھائی رضوان نفیس، محمد نعیم، احمد علی، قاری سیف اللہ اختر، مولانا عبدالرحمن، مولانا خلیل الرحمن نے حاصل کی اور ہزاروں لوگوں نے آہوں سسکیوں کے ساتھ آپ کو سپرد خدا کیا۔

اولاد و احفاد

حضرت نے لاکھوں متعلقین کے علاوہ دو پوتے، پانچ پوتیاں سو گوار چھوڑیں۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے بڑے پوتے سید زید الحسنی زید مجدہ کی دستار بندی کی گئی اور استاذ العلماء مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ نے سید زید الحسنی کو وصیت فرماتے ہوئے کہا کہ حضرت والا کی خواہش اور توقع کے مطابق آپ ان کی جانشینی کا حق ادا کریں گے آپ کی دستار بندی کرائی جاتی ہے آپ حضرت کی وصیت و خواہش کے مطابق اپنے آپ کو حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب فیصل آباد اور حضرت مولانا سید سلمان ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ انڈیا کی زیر تربیت رکھیں اور ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں اپنی تکمیل کریں۔ خانقاہ شریف کے تمام امور ان حضرات کی رہنمائی سے اور خاندانی امور خاندان کے بڑے حضرات کی رہنمائی میں سرانجام دیں۔ اللہ پاک حضرت رحمہ اللہ کی مرقد مبارک پر اپنی رحمتوں کی گھٹائیں نازل فرمائیں اور ان کی قائم کردہ خانقاہ و مدرسہ کو قیامت تک آباد و شاداب رکھیں اور ان کے جانشین کو جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کی قلمی خدمات!

حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ شانہ نے تصنیف و تالیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا تھا۔ آپ نے بنیادی طور پر بزرگان دین کے تذکرہ و سوانح پر قلم اٹھایا۔ موضوع آپ کا پسندیدہ تھا۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف یہ ہیں:

۱- برگ گل (مجموعہ کلام) ۲- نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نعتیہ کلام)

۳- شجرۃ الاشراف ۴- شمیم گل برگہ

۵- شائم گیسو دراز رحمہ اللہ ۶- سادات گیسو دراز رحمہ اللہ

۷- قطب سوات

۸- حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ کے روحانی رشتے

۹- حکایات مہر و وفا ۱۰- قاسم العلوم والخیرات

۱۱- شعر الفراق ۱۲- مقالات خطاطی

۱۳- نفائس القلوب ۱۴- تاریخ حبیبی و تذکرہ مرشدی

۱۵- سیدنا علیؑ، حسینؑ ۱۶- ریحان عزت

۱۷- الاسماء الحسنی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدات پر مبنی کتاب)

۱۸- اربعین صلوٰۃ والسلام (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدات پر مبنی کتاب)

۱۹- نستعلیق نامہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدات پر مبنی کتاب)

۲۰- نفائس اقبال (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدات پر مبنی کتاب)

۲۱- ارمغان نفیس (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدات پر مبنی کتاب)

علاوہ ازیں آپ نے نایاب کتب کو بھی چھپوا کر زندہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی خدمات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے جو سرسری طور پر معلوم ہوئیں وہ یہ ہیں:

۱- امام ابو حنیفہ شہید رحمہ اللہ اہل بیت ۲- المناقب الفاطمیہ رضی اللہ عنہا

۳- الامام زید رضی اللہ عنہ ۴- الامام الحسین رضی اللہ عنہ

۵- السیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۶- الامام زید بن علی رضی اللہ عنہ

۷- اخبار المحدث الفقہ ۸- المہند

۹- الافادۃ ۱۰- الامام الہدی رضی اللہ عنہ

۱۱- ارشادات (حضرت رائی پوری) ۱۲- بہار عترت

۱۳- تحفۃ الاسلام ۱۴- خزینۃ معرفت

۱۵- حضرت سید جلال الدین بخاریؒ ۱۶- حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ

۱۷- رسالہ اشغال ۱۸- سیرت ابن اسحاق

۱۹- سیدہ شباب اہل الجنۃ ۲۰- عظمت قرآن

۲۱- فیصلہ کن مناظرہ ۲۲- قادیانیت

۲۳- گلزار ابرار ۲۴- مکاتیب سید احمد شہید رحمہ اللہ

۲۵- مناقب علیؑ و حسنینؑ و امہا فاطمہ الزہراءؑ ۲۶- مسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۲۷- مسند امام زید رضی اللہ عنہ ۲۸- نفائس اقبال

۲۹- تفسیر المستقط (تصنیف حضرت گیسو از رحمہ اللہ) ۳۰- وقائع حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ

یہ وہ کتب ہیں جن میں سے اکثر عربی میں ہیں۔ ان میں سے بعض کا حضرت ترجمہ کرا کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے اکثر نایاب کتب تھیں۔ پاکستان میں ان کا ملنا دشوار امر تھا۔ ایک ایک کتاب کو حاصل کرنے کے لیے حضرت رحمہ اللہ نے کن و دشوار گزار وادیوں کو طے کیا۔ ہر کتاب کے ساتھ مستقل کہانی وابستہ ہے۔ واقفین حضرات ہی اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں اور یہ کام ہونا چاہیے آپ کی تالیفات و شائع کردہ کتب کی تفصیلات مستقل مقالہ کی متقاضی ہیں۔ اس وقت مجھے آپ کے شائع شدہ ”مقالات“ پر یہ عرض کرنا ہے۔

ان میں سے بعض مقالات ہیں جو خطاطی سے متعلق ہیں۔ وہ ”مقالات خطاطی“ کے نام پر یکجا شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

- ۱- خطاطین قرآن (یہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور قرآن نمبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا)
- ۲- خطاطی، تاریخ عظمت کا شاہکار ایک بے مثال فن (یہ مقالہ نمائش خطاطی آرٹ کونسل ۱۹۷۶ء کے موقع پر شائع ہوا)

۳- دبستان خطاطی (پہلے کہیں نہیں شائع ہوا، مقالات خطاطی میں پہلی بار شائع ہوا)

۴- خط کوئی کی خصوصیات // // // // // // //

۵- خط نسخ کی خصوصیات // // // // // // //

۶- خط نستعلیق کی خصوصیات // // // // // // //

۷- ابن مقلہ // // // // // // //

۸- ابن بواب // // // // // // //

۹- یاقوت مستعصمی // // // // // // //

۱۰- میر علی تبریزی مؤجد خط نستعلیق // // // // // // //

۱۱- اسلامی خطاطی اور اقسام خط // // // // // // //

۱۲- تاریخ کتبہ نویسی (روزنامہ امروز لاہور)

۱۳- خط نسخ اور خط نستعلیق کا تقابلی جائزہ (روزنامہ آزاد مورخہ ۲ نومبر ۱۹۷۷ء)

۱۴- فن خطاطی کا ارتقاء (امروز لاہور مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء)

۱۵- فن خطاطی کو فروغ کیسے ہوا (چند ٹھوس تجاویز، تقریر، مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۱ء)

ان پندرہ مقالہ جات کو محترم حضرت مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہ، ناظم الصفا اکیڈمی

لاہور نے ”مقالات خطاطی“ کے نام سے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے۔ فالحمد للہ!

ذیل میں ان مقالہ جات کی فہرست دی جاتی ہے جو مختلف شخصیات اور اکابر کے تذکروں

پر مشتمل ہیں۔ یہ مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ ان کی تفصیل بھی پیش خدمت ہے۔ یہ

مقالات بھی مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہ نے جمع کر لیے ہیں اور انہیں بھی یکجا شائع کرنے کی

سعی فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔ فہرست یہ ہے:

- ۱۶- علماء دیوبند کا سلسلہ الذہب (ندائے صفحہ ۲۰۰۶ء ص ۱۵)
- ۱۷- شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (ندائے صفحہ ۲۰۰۷ء ص ۱۹)
- ۱۸- فاعتر وایا ولی الابصار (انوار مدینہ ج ۳ ش ۳)
- ۱۹- ایک خوشنویس خاندان (ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور جنوری ۱۹۷۰ء)
- ۲۰- آئینہ حقیقت، مقدمہ خزینہ، معرفت، قلمی نام سے شائع ہوا تھا۔
- ۲۱- احوال و آثار شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ
- ۲۲- حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ (ریڈیائی نشریہ ۳۱ جنوری ۱۹۷۴ء)
- ۲۳- حضرت اقدس بنوری رحمہ اللہ کا تعلق بیعت و اجازت
- ۲۴- روشنی کا مینار (حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رضی اللہ عنہ)
- ۲۵- لالہ صحرائی (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ)
- ۲۶- صدر نشین (حضرت مولانا نظام الدین شامزی رحمہ اللہ)
- ۲۷- سراپا جمیل (حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ)
- ۲۸- ملفوظات بیان کردہ (حضرت سید انور حسین نفیس احسنی شاہ صاحب رحمہ اللہ)

اکابر کے تاثرات

عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر
حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد مدظلہ
(سجادہ نشین کندیاں شریف)

حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمہ جہت دینی خدمات کا کام لیا۔ ان کا تعلق خانقاہ رائے پور سے تھا جس طرح ان کے شیخ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ فتنہ قادیانیت کے خلاف حساس دل رکھتے تھے اور اس کی سنگینی سے فکر مند تھے اور انہوں نے اپنے متعلق اور خلیفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو لاہور میں بٹھا کر ایک ماہ میں ختم نبوت کے عنوان پر پہلے عربی میں کتاب مرتب کروائی اور پھر اس کا اردو ترجمہ کروا کر اس کی اشاعت و تقسیم کا انتظام فرمایا جو ان کی تحفظ ختم نبوت کے ساتھ گہری دلچسپی اور قادیانیت کی خلاف شدید نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ٹھیک اسی طرح حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے شیخ کی اقتداء میں قادیانیت سے شدید نفرت کرتے تھے اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں بہت ہی حساس تھے۔

آپ کے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ آپ کے نعتیہ کلام سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ آپ عشق رسالت کا پیکر تھے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی نعت ”اے رسول امیں خاتم المرسلین“ تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں“ کسی بریلوی مکتب فکر کی کسی اونچی اور مشہور گدی کے سجادہ نشین کو سنائی گئی تو انہوں

نے پوچھا کہ ”یہ کس کا کلام ہے؟“ جب بتلایا گیا کہ یہ ایک دیوبندی بزرگ کا کلام ہے تو انہوں نے کہا ”اگر یہ نظم کسی دیوبندی بزرگ کی ہے تو میں آج کے بعد دیوبندی ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو انواع و اقسام کے کمالات و خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ بیک وقت مصلح، عاشق صادق، محقق، مؤرخ، قادر الکلام شاعر، نعت گو، مجاہد، تحفظ ختم نبوت کے پاسبان اور تمام دینی تحریکوں کے سرپرست و روح رواں تھے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے بعد ہماری جماعت کے نائب امیر قرار پائے۔ مگر افسوس کہ وہ بہت جلد ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ان جیسا مخلص و مجاہد راہ نماء عطا فرمائے۔ آمین!

خاموش مبلغ

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم العالی

”حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات اور جنازہ میں شرکت کے بعد امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی خدمت میں حاضری کے موقع پر حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں امام اہل سنت مدظلہ نے جو کچھ فرمایا مولانا سعید احمد جلاپوری نے اسے محفوظ کر لیا اور حضرت سے درخواست کی کہ اجازت ہو تو اپنے الفاظ میں اس کو مرتب کر کے آپ کی جانب سے شائع کر دوں؟ چنانچہ آپ نے بخوشی اجازت دے دی تو مولانا سعید احمد جلال پوری کے الفاظ میں حضرت امام اہلسنت کے تاثرات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔“ (ادارہ مفت روزہ ختم نبوت)

حضرت اقدس سید انور حسین شاہ نفیس رقم کی رحلت سے بہت ہی دکھ اور افسوس ہوا۔ یوں تو ہمارے سارے بزرگ ہی قابل صد تکریم اور اپنی اپنی جگہ سب کی دینی، مسلکی خدمات لائق صداقتار ہیں مگر اس آخری دور میں جبکہ عموماً عوام و خواص میں دینی تہذیب اور پختگی نہیں رہی اور دین و مذہب اور مسلک و مشرب میں لوگوں کا علم و فہم سطحی سا ہو گیا ہے اور عوام کیا علماء میں بھی..... الا ماشاء اللہ..... صلح کل ہونے کا شوق بڑھ رہا ہے اور انہیں یہ

خیال دامن گیر ہونے لگا ہے کہ لوگ ہمارے کسی قول و فعل یا نظریہ سے ناراض نہ ہو جائیں یا ہماری مقبولیت میں کوئی فرق نہ آجائے یا لوگ ہمیں تشدد پسند اور تنگ نظر نہ سمجھنے لگیں۔

ایسے وقت میں قرآن و سنت، دین و شریعت اور اکابر علمائے اہلسنت اور خصوصاً علمائے دیوبند کے مسلک و مشرب اور ان کی تحقیقات پر کُلّی اعتماد اور ان سے سرمو انحراف نہ کرنا اور کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرنا بلاشبہ کارے دارد۔

ہمارے اسلاف اکابر معاصر اور آج سے کچھ عرصہ قبل تک تقریباً عمومی صورت حال یہ تھی کہ جیسے ہی کوئی طالع آزمایہ جادہ حق سے ہٹا تو اکابر علماء اس کے محاسبہ کے لیے میدان عمل میں آجاتے لیکن جیسے جیسے دوسرے میدانوں میں کاہلی، سستی، ضعف اور کمزوری آتی گئی ویسے ویسے دین و مذہب اور مسلک و مشرب کے سلسلہ میں بھی ضعف اور کمزوری آنا شروع ہو گئی۔ چنانچہ اب ایسے لوگ بہت ہی کم نظر آتے ہیں جو مخالفتوں کے ماحول میں احقاق حق کریں۔

خصوصاً ناہی اور خارجی تحریک، یزیدیت، فتنہ انکار حدیث، تصوف و سلوک و احسان کی مخالفت اور حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی حیات کے انکار کا فتنہ روز افزوں ہے اور لکھے پڑھے لوگ اور اصحاب علم و فضل بھی اس سے اغماض اور چشم پوشی برتتے ہیں۔

ان حالات میں حضرت اقدس سید انور حسین شاہ الحسینی نفیس رقم رحمہ اللہ کا وجود بہت بڑی غنیمت تھا کہ باوجود سوسو مخالفتوں کے انہوں نے اکابر کے مسلک و مشرب اور ان کے ذوق و مزاج کی خوب خوب ترویج و تشہیر کی اور اپنے متعلقین و متنبین کی صحیح خطوط پر تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ بلاشبہ ان کی رحلت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ سچ پوچھئے تو حضرت شاہ صاحب کا وجود مسعود سراپا دعوت و تبلیغ تھا، آپ خاموش مبلغ تھے اور آپ کی خاموش خدمت دین کئی اداروں کے کام سے بھاری تھی۔

ان کے جانے سے دین کی خدمت کے وہ تمام مراکز اپنے روحانی سرپرست سے محروم ہو گئے جو ان کے دم قدم سے آباد و شاداب تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے متعلقین کو ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خانقاہ اور مرکز رشد و ہدایت کو آباد و شاداب رکھے۔

یہ سن کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ حضرت مرحوم نے اپنی خانقاہ اور سلسلہ کو جاری و ساری رکھنے کے لیے بہت سے اہل علم کو تیار کر دیا ہے جن میں سے بہت سے ثقہ اہل علم بھی ہیں خدا کرے کہ ان کے متعلقین بھی اپنے شیخ کے اعتماد کی لاج رکھیں اور ان کے خطوط پر چل کر ان کی زندگی بھر کے مشن کو آگے بڑھانے کی سعی و کوشش کریں۔

میں آخر میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ان کے اخلاف و پسماندگان، متعلقین، متوسلین، خلفاء اور مجازین سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رحلت کا سانحہ میرے لیے بھی اتنا ہی رنج و الم کا باعث ہے جتنا آپ حضرات کے لیے اس لیے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک غم تصور کریں اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آہ حضرت نفیس الحسینی رحمہ اللہ

(حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

حمد و ستائش اس ذات کے لیے ہے جس نے اس کا رخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم وعلى

آله واصحابه اجمعين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين ۝

پچھلے مہینے حضرت نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع کمالات ہر و عزیز اور نہایت محبوب شخصیت بھی ہم سے جدا ہو گئی۔ (اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ) حضرت نفیس رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی ایسی دل آویز خصوصیات سے نوازا تھا جو خال خال ہی کسی ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں وہ انتہائی خاموشی کے ساتھ اُمت کی گرانقدر خدمات میں مصروف تھے ان خدمات کا فیض چار سو پھیل رہا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان حضرات میں سے تھے جن کے وجود کی ٹھنڈک اس فتنوں بھرے دور میں ہم جیسے لوگوں کے لیے ڈھارس کا سبب بنا کر کرتی تھی اور جن کا تصور قحط الرجال کے اس زمانے میں مایوسی کے احساس کو دور کیا کرتا تھا۔ آج یہ سایہ رحمت و شفقت ہمارے سر سے اُٹھ گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

حضرت نفیس شاہ صاحب قدس سرہ کی ابتدائی شہرت ان کی خطاطی کے حوالے سے ہوئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ خوش نویسی کے میدان میں ان کے شہ پارے اپنے حسن توازن اور دلکشی سے انسان کو مبہوت کر دیتے تھے اور ملک و بیرون ملک انہیں ہر جگہ خراج تحسین پیش کیا گیا لیکن ان کی اصل خصوصیت جس نے انہیں مقبولیت اور محبوبیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچایا ان کی روحانیت ان کا اخلاص دین کے لیے ان کا سوز و گداز اُمت کی فکر بزرگوں سے تعلق اور سادگی و تواضع کے وہ اوصاف تھے جو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کے فیض صحبت نے پیدا کیے تھے اور جن کی وجہ سے جوان کے جتنا قریب ہوتا اتنا ہی ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

میں شروع میں انہیں ایک عظیم خطاط ہی کی حیثیت سے جانتا تھا ان کی خوش نویسی کا ہر شاہکار یقیناً اپنی طرف دل کو کھینچتا تھا شاید اکاد کا موقعہ پر دور دور سے ملاقات بھی ہوئی ہو لیکن ان کے اصل جوہر اس وقت سامنے آئے جب کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

یہ موقع سب سے پہلے ۱۹۷۴ء میں حاصل ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب ملک بھر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چل رہی تھی۔ مجلس ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء اور سیاسی قائدین متحد ہو کر یہ تحریک چلا رہے تھے اور شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہ انتہائی جانفشانی سے اس کی سربراہی فرما رہے تھے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ۳۸ ارکان اسمبلی کی طرف سے ایک قرارداد پیش ہوئی تھی اور مرزائیوں کے دونوں گروپوں یعنی قادیانی اور لاہوری جماعتوں نے اپنا اپنا بیان اسمبلی میں داخل کیا تھا۔ قرارداد کی تائید میں مسلمانوں کی طرف سے ایک بیان بھی داخل ہونا تھا۔ اس بیان کو مرتب کرنے کے لیے حضرت مولانا بنوری صاحب قدس سرہ نے بندہ کو کراچی سے راولپنڈی بلایا اور طے پایا کہ بیان کا مذہبی حصہ میں لکھوں اور سیاسی حصہ برادر محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب تحریر فرمائیں۔ وقت بہت کم تھا تقریباً دس روز کے اندر یہ بیان نہ صرف تیار ہونا تھا بلکہ اُسے چھاپ کر ارکان اسمبلی میں تقسیم بھی کرنا تھا اس وقت کمپیوٹر کا رواج نہیں تھا اس لیے طے پایا کہ جتنا جتنا بیان لکھا جاتا رہے ساتھ ساتھ اس کی کتابت بھی ہوتی رہے اور کتابت بھی اعلیٰ معیار کی

ہو۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ کچھ کاتب صاحبان کو راولپنڈی بلا کر ہمارے ساتھ ہی بٹھا دیا جائے۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ کون کاتب صاحبان ایسے ہو سکتے ہیں جو اپنا سارا کام چھوڑ کر یہاں ایسی جگہ آ بیٹھیں جو اس وقت کے ماحول میں خطرات سے بھی پُر تھے۔ اس سلسلے میں مشورہ ہونے لگا تو میں نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ ”حضرت! اگر اس کے لیے جناب نفیس شاہ صاحب کو دعوت دی جائے تو کیا ہی اچھا ہوا اور میرا اندازہ ہے کہ اگر آپ ان کو فون کریں گے تو ان شاء اللہ وہ ضرور منظور کر لیں گے۔“

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر بشارت ظاہر ہوئی اور انہوں نے بے ساختہ ارشاد فرمایا: ”نفیس تو پھر نفیس ہی ہیں۔“

چنانچہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے انہیں پیغام بھیجا اور پیغام پہنچنے کی دیر تھی کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کی ایک پوری ٹیم لے کر راولپنڈی پہنچ گئے۔ ادھر ہم بیان کا مسودہ لکھتے جاتے اور شام کے وقت ارکان اسمبلی کے سامنے اُسے سنانے کے بعد اس کو حتمی شکل ملتی اور ادھر حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اُس کی کتابت کرتے جاتے اور اس طرح رات دن یہ کام جاری رہا اور دس روز میں دوسو صفحے کی کتاب ”امت مسلمہ کا موقف“ کے نام سے مرتب بھی ہو گئی، اس کی کتابت بھی ہوئی اور وہ چھپ کر تیار بھی ہو گئی۔

یہ یادگار اور تاریخی عشرہ اس طرح گزرا کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان کی صحبت اٹھانے کا موقع ملا اور اسی کے نتیجے میں اُن کی محبت دل میں سما گئی۔ اگرچہ ہم دن رات اپنے کام میں اس طرح مشغول تھے کہ کسی اور طرف توجہ دینے کا وقت ہی نہیں تھا لیکن اس مشغولیت میں بھی ان کی دل نوازادائیں ان کی گفتگو اور ان کی زبان سے بزرگوں کے تذکرے دل میں گھر کر گئے۔

یہ دس دن چونکہ ہم نے ہم پیالہ و ہم نوالہ بن کر گزارے تھے اس لیے اس کے بعد باہمی تعلق میں مزید اضافہ ہوا، ان کے ساتھ کبھی لاہور اور کبھی کراچی میں بہت سی مجلسیں رہیں اور وہ بھی بندہ پر بہت شفقت فرمانے لگے۔ یہ بے تکلفی یہاں تک بڑھی کہ جب میں نے اپنے ماہنامہ ”البلاغ“ کا مفتی اعظم رحمہ اللہ نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا تو انہی سے

درخواست کی کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کراچی تشریف لا کر اس نمبر کی کتابت اپنی نگرانی میں کروائیں اور اس طرح ایک مرتبہ پھر راولپنڈی کی یاد تازہ ہو جائے۔ یہ درخواست اگرچہ اس لحاظ سے بڑی عجیب لگتی تھی کہ ملک کا وہ مایہ ناز خطاط جس کے فن پاروں کا لوہا دنیا بھر میں مانا جاتا تھا، وہ اپنا سارا کام چھوڑ چھاڑ کر اپنے ایک نیازمند کی درخواست پر رخت سفر باندھ لے اور کراچی آ کر مقیم ہو جائے لیکن انہوں نے محبت کا یہ حیرت انگیز حق ادا کیا کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کراچی آ کر تقریباً دو ماہ تک دارالعلوم میں مقیم رہے اور اس وقت مقیم رہے جب دارالعلوم کا مہمان خانہ آج کی طرح آرام دہ نہیں تھا اور اس طویل عرصے میں چودہ سو صفحات پر مشتمل ”مفتی اعظم رحمہ اللہ نمبر“ اپنی نگرانی میں تیار کرایا۔

اس مرتبہ چونکہ ساتھ رہنے کی مدت طویل بھی تھی اور کام کی اتنی جلدی بھی نہیں تھی جتنی راولپنڈی میں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی صحبت خوب خوب میسر آئی، ان کی ایک خاص ادائیہ تھی کہ وہ بزرگوں اور خاص طور پر ماضی قریب کے بزرگوں کا مجسم تذکرہ تھے۔ ہر موقع کی مناسبت سے انہیں کسی نہ کسی بزرگ کا کوئی واقعہ یا ملفوظ یاد آ جاتا اور وہ اس سے حاضرین کو مستفید فرماتے تھے۔ حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کی جماعت مجاہدین کے تقریباً ہر فرد کے حالات ایسا لگتا تھا کہ انہیں از بر ہیں وہ ان کے نسب تک سے واقف تھے اور ان کی زبان سے ایسے ایسے بزرگوں کے حالات خاصی تفصیل کے ساتھ سننے میں آتے تھے جن کا ہم نے پہلے نام بھی نہیں سنا تھا اس لیے ان کے ساتھ بیٹھ کر نہ صرف معلومات میں بہت اضافہ ہوتا تھا بلکہ بزرگوں کے افادات سے استفادے کا موقع ملتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نفیس شاہ صاحب قدس سرہ کو شعر کا بھی بڑا بلند ذوق عطا فرمایا تھا چونکہ اس کوچے سے مجھے بھی طبعی لگاؤ رہا ہے اس لیے ان کے ساتھ ان مجلسوں میں ان کی بلند معیار شاعری سے بھی لطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ یہاں تک کہ جب ان کے اشعار کا مجموعہ ”برگ گل“ کے نام سے شائع ہونے لگا تو انہوں نے مجھے بھیجا کہ میں اس پر پیش لفظ لکھوں اور وہ میرے پیش لفظ ہی کے ساتھ شائع ہوا۔

خلاصہ یہ کہ راولپنڈی اور کراچی میں ان کے ساتھ گزارے ہوئے دن ان کے ساتھ

ایک ناقابل شکست تعلق کی بنیاد بن گئے۔ پھر ان سے بفضلہ تعالیٰ ملک کے مختلف حصوں میں بار بار ملاقات کا شرف حاصل رہا اور ہر بار انہوں نے اپنی شفقتوں سے نہال فرمایا۔ میں نے ان کے بارے میں کسی جگہ لکھا تھا کہ ”ان کے ہاتھوں سے پھول کھلتے اور منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔“ واقعہ یہ ہے کہ اس جملے میں مبالغے کا کوئی شائبہ نہیں تھا ان کی باتیں سننے سے دل نہیں بھرتا تھا اور جب کبھی کسی جگہ ان سے ملاقات ہو جاتی تو دل کھل اٹھتا تھا۔

وہ ۱۹۵۷ء میں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ سے بیعت ہوئے تھے۔ بیعت کہنے کو بہت سے لوگ ہو جاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنے شیخ سے بھرپور فیض حاصل کیا اور ایک ہی سال میں انہیں اپنے شیخ کامل سے بیعت و ارشاد کی اجازت حاصل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خطاطی کے جس فن سے نوازا تھا اس پر انہیں بہت سے ملکی اور غیر ملکی اعزازات حاصل ہوئے لیکن اس کی بناء پر طبیعت میں کوئی پندار پیدا ہونے کے بجائے طبیعت کی سادگی، تواضع اور درویشی میں اور اضافہ ہو گیا اور پھر کیفیت یہ ہو گئی کہ خطاطی اور کاتب حضرات کو اصلاح دینا تو ایک بہانہ تھا ورنہ ان کا مستقر ایک ”دکان معرفت“ بن گیا جہاں سے نہ جانے کتنے تشنگان سلوک دوائے دل لے جاتے تھے لیکن ان کی کسی ادا میں پیروں اور مشائخ کے کروفر کا کوئی گزر نہیں تھا اور دیکھنے والا پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ طریقت و معرفت کے کیسے جام لندھائے بیٹھے ہیں، نہ جانے کتنی زندگیاں ان کی صحبت کے فیض سے بدلیں، کتنے انسانوں میں انقلاب آیا اور کتنے افراد ان کے چشمہ معرفت سے سیراب ہوئے۔ ان کی متعدد تالیفات بھی ایسے موضوعات پر منظر عام پر آئیں جن پر لکھنا انہی کا حصہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے مسائل کے لیے ان کی آنکھیں ہر دم کھلی تھیں اور وہ امت کو پیش آنے والے حالات سے پوری طرح باخبر رہ کر نہایت خاموشی کے ساتھ اجتماعی جدوجہد میں اپنا حصہ لگاتے رہتے تھے۔

جولائی ۲۰۰۷ء میں انہوں نے ازبکستان کا سفر کیا اور وہیں سے آپ کے کان میں تکلیف شروع ہوئی جو دماغ تک پہنچ گئی اس وقت سے علالت کا سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ آخر میں بے ہوشی کی حد تک جا پہنچا۔

مورخہ ۲۶ محرم ۱۴۲۹ھ مطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء کو میں صبح کو بخاری شریف کے درس میں تھا کہ ایک ساتھی نے یہ جانکاہ خبر سنائی کہ آج ہی صبح حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) دل پر ایک بجلی سے گری، ایسے بزرگوں کا وجود نہ جانے کتنے فتنوں کے لیے آڑ بنا رہتا ہے اور ان کا دنیا سے اٹھ جانا پوری امت کا نقصان ہوتا ہے ان کے لیے درس بخاری ہی میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے ساتھ یہ دعا بھی زبان پر آئی: اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَا بَعْدَهُ. ان کے صاحبزادے کی وفات ان کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی لیکن ان کے پوتے سید زید الحسینی بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

فہرست خلفائے مجازین بیعت

حضرت سید انور حسین نفیس شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے خلفاء کے جو نام لکھوائے تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جانشین: حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے پوتے
جناب سید زید الحسنی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا

حضرات علمائے کرام

حضرت مولانا سید سلمان ندی مدظلہ لکھنؤ... نواسہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
حضرت مولانا عبد المجید صاحب.... شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا
حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری.... ابن امیر شریعت
مولانا عبد اللہ صاحب.... جامعہ قادریہ بھکر
مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب.... گوجرانوالہ
مولانا عبد الحلیم چشتی صاحب.... بنوری ٹاؤن کراچی
مولانا اللہ وسایا صاحب.... خطیب مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان
مولانا سید انور شاہ صاحب.... دیپال پور

- مولانا محمد یوسف خان صاحب استاذ الحدیث جامعہ اشرقیہ لاہور
- مولانا محمود حسنی صاحب رائے بریلی، انڈیا
- مولانا حماد الرحمن صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد
- مولانا محمد افضل صاحب چیانوالی، ضلع سیالکوٹ
- مولانا محمد اجمل صاحب جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ
- مولانا حمید الرحمن عباسی صاحب شیخ النفسیر شیرانوالہ لاہور
- مولانا ظفر احمد قاسم صاحب جامعہ خالد بن ولید وہاڑی
- مولانا عبدالرحمن صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ لاہور
- مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب لاہور
- مولانا مفتی برکت اللہ صاحب برطانیہ
- مولانا عبدالملک عتیق صاحب مدینہ منورہ
- مولانا ارشاد الحق صاحب خیرپور ٹامیوالی
- مولانا محمد عمر بنوری صاحب
- مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب لاہور
- مولانا جلیل الرحمن انوری صاحب فیصل آباد
- مولانا محبت النبی صاحب لاہور
- ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی مدیر جامعہ ملیہ اسلامیہ، فیصل آباد
- مولانا فیب الرحمن لدھیانوی صاحب جامعہ حبیبیہ فیصل آباد
- مولانا امان اللہ صاحب جامعہ مدنیہ لاہور
- مولانا عبدالشہید صاحب کراچی
- مولانا محمد یعقوب بلوچ ایرانی ایران
- مولانا مفتی امد اللہ انور صاحب ملتان
- مولانا محمد اشرف صاحب گوجرانوالہ

- مولانا احمد علی صاحب ٹیکسلا
- مولانا عبد الحفیظ صاحب جانی شاہ
- مولانا محمد طیب صاحب بن حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی
- مولانا عبد الرشید صاحب وہاڑی
- مولانا قاری محمد انیس صاحب شہدادپور، ضلع ساٹکھڑ سندھ
- مولانا فیاض خان صاحب سواتی گوجرانوالہ
- مولانا مفتی شریف اللہ صاحب سکردو
- مولانا غلام فرید صاحب شیرانوالہ لاہور
- مولانا مفتی محمد خلیق اعوان صاحب بہاولنگر
- مولانا عبدالکریم ندیم صاحب خانپور
- مولانا محمد صبور بخاری صاحب دوبئی
- مولانا عبدالعزیز صاحب ڈھڈیاں شریف
- مولانا عبدالحمید صاحب بساڈہ لاہور
- مولانا اکرام الحق خیری صاحب برطانیہ
- مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب خیر المدارس ملتان
- مولانا خدابخش صاحب خیر المدارس ملتان
- مولانا مفتی خالد محمود صاحب کراچی
- مولانا شبیر احمد صاحب ساؤتھ افریقہ
- مولانا محمد حسن صاحب لاہور
- مولانا پیر جی عبد الحفیظ صاحب چیچہ وطنی
- مولانا پیر جی عبد الجلیل صاحب چیچہ وطنی

حفاظ و قراء حضرات

- جناب قاری محمد شاہ صاحب دینہ جہلم
 جناب قاری تقی الاسلام صاحب لاہور
 جناب حافظ خالد حسن صاحب لاہور
 جناب قاری شاکر صاحب
 جناب قاری شبیر احمد صاحب مدینہ منورہ
 جناب قاری محمد طاہر صاحب کراچی
 جناب قاری محمد شبیر احمد صاحب چیچہ وطنی
 جناب قاری سعید احمد صاحب ڈھڈیاں شریف
 حافظ سید محمد معاویہ بخاری ملتان (خلف حضرت مولانا سید عطاء المعتم بخاری رحمہ اللہ)
 جناب قاری محمد رفیق لاہور
 جناب قاری اصغر علی صاحب والٹن لاہور
 جناب قاری احسان اللہ صاحب قصور
 جناب قاری محمد مشتاق صاحب ... قصور
 جناب قاری محمد رفیق صاحب لاہور

مخلصین و محبین

- جناب عبدالقادر صاحب (خلف الرشید حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری سرگودھی نور اللہ مرقدہ)
 جناب عطاء الحق صاحب فیصل آباد
 جناب راؤ عبدالسلام صاحب
 جناب بھائی رضوان نفیس صاحب لاہور

- جناب ڈاکٹر سعید صاحب قبولہ.... پاکپتن
- جناب سید کلیم الرحمن صاحب.... لاہور
- جناب فیضان نگرانی صاحب.... انڈیا
- جناب ڈاکٹر مقصود صاحب.... لاہور
- جناب اقبال انصاری صاحب
- جناب منیر احمد صاحب
- جناب سلطان حنیف صاحب
- جناب سید اظہار احمد گیلانی صاحب
- جناب پروفیسر میاں افضل صاحب.... اوکاڑہ
- جناب رفیق اظہر صاحب.... اوکاڑہ
- جناب ڈاکٹر شہزاد صاحب.... شہدادپور
- جناب پروفیسر سیف اللہ خالد صاحب
- جناب خالد محمود قاسمی صاحب.... خلف حضرت مولانا ضیاء القاسمی
- جناب پروفیسر زبیر حسین شاہ صاحب مدظلہ
- جناب حسین شاہ صاحب.... مانسہرہ
- جناب حکیم عبدالواحد صاحب.... سیالکوٹ
- جناب عتیق انور صاحب.... لاہور
- جناب ڈاکٹر محمد جمیل صاحب.... لاہور
- جناب منیر صاحب.... لاہور
- جناب پیر جی عتیق الرحمن صاحب.... بکمالیہ
- جناب مسعود صاحب چاہ میراں.... لاہور
- جناب صدیقی صاحب.... لاہور
- جناب ملک محمد صدیق ڈوگر صاحب.... ملتان

اعزازی

دیگر سلاسل کی وہ شخصیات جن کی دینی خدمات پر حضرت شاہ صاحب نے ان کو اعزازی طور پر اجازت مرحمت فرمائی
 مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب جامعہ عبیدیہ فیصل آباد
 مولانا طارق جمیل صاحب تبلیغی جماعت
 مولانا محمد قاری حنیف جالندھری صاحب خیر المدارس ملتان
 مولانا منظور احمد صاحب استاذ الحدیث خیر المدارس ملتان
 مولانا فضل الرحمن درخوasti صاحب خان پور
 مولانا محمد ایوب سواتی صاحب برطانیہ
 مولانا مفتی سعید احمد صاحب رائے ونڈ
 مولانا مفتی محمد طیب صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد
 مولانا قاری محمد یسین صاحب دار القرآن فیصل آباد
 مولانا عیسیٰ منصوری صاحب برطانیہ

مرحوم خلفاء

حضرت شاہ صاحب کے وہ خلفاء جو انتقال فرما گئے ہیں
 حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید
 حضرت مولانا عبد المجید سکھروی مرحوم
 حضرت مولانا انور ملتانی مرحوم لاہور
 جناب حضرت قاری سعید احمد صاحب مرحوم جیا موسیٰ لاہور
 جناب حضرت قاری عطاء اللہ صاحب مرحوم
 حضرت مولانا سید ممتاز الحسن شاہ صاحب

نوٹ: مندرجہ بالا فہرست میں شامل حضرات کے اسمائے گرامی جناب سید زید الحسنی اور بھائی محمد رضوان صاحب کی جناب سے فراہم کردہ فہرست کے مطابق شائع کئے ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ الاحرار)

www.ahlehaq.org

برگل

سند نفیس حسینی

جمع و ترتیب
سید اظہار احمد گیلانی

الانسان

مراقلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مرے ہنر پر ہے اُن کا سایہ
 حضورِ خواجہ ^{مہدی علیہ السلام} مرے قلم کا مرے ہنر کا سلام پہنچے
 سید نفیس ^{محمّدی}

برگِ گل ہست ارمغانِ نفیس

سید نفیس ^{محمّدی}

تحفہ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده۔
 برادر دینی جناب سیدہ اطہار احمد سیدی نے ربِّ کمال کی حمد و ترغیب اور بعد
 طباعت و اشاعت کا کام نہایت سلیقے سے انجام دیا۔
 عزیز عزیز حافظ سیدہ امین الحسن مردم نے بیماری کے عالم میں اچھی زندگی کا آخری
 سرفراز تحریر کیا۔

محکمہ مجلس حسن نے ہرے ذوق و شوق سے ربِّ کمال کا سفینہ تیار کیا۔
 سیدہ جمیل الرحمن نے بھی اپنے قلم سے کلام کو سوارا۔ کچھ کمپوزنگ بھی کی۔
 افتخار احمد نے بھی کچھ صفحے کمپوز کیے۔
 سیدہ حسن شعیب نے ربِّ کمال کی ترغیب و ترغیب کی۔
 محمد عاشق نے کاپی پیسٹ کی۔
 قدیم دوست جناب منہاج الدین احمدی کے شرکت پر شہرہ بہرہ لاہور سے
 شہرہ طباعت ہوئی۔ زیرِ طباعت، عثمان صاحب، جبران صاحب اور پریس کے
 عملہ نے خدماۃ سعادت کی۔

ما فیہ راغم سطور ان سب مخلص احباب کا تیرا دل سے شکر گزار ہے

اللہ تعالیٰ جزا و خیر سے نوازے۔

احقر نفیس الحسنی
 نفیس منزل، کبریم بابک لاہور

۲۰ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

(۲۴ فروری ۲۰۰۲ء)

اللَّهُمَّ
الْحَمْدُ لِلَّهِ

برگ گل پر تقریظ

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

ہمارے مخدوم بزرگ حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) جو محبت کرنے والوں کے درمیان حضرت نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ ان اصحاب کمال میں سے ہیں جن کی نظیریں کسی زمانے میں خال خال ہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فن خطاطی میں جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ان کے قلم سے خوشنویسی کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں وہ ملک و ملت کیلئے قابل فخر ہیں اور خطاطی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن بڑی بات یہ ہے کہ ان کی کتابت کی طرح ان کی شخصیت بھی حسن و جمال کا مرقع ہے۔ ان کے ہاتھوں سے پھول کھلتے اور باتوں سے پھول جھڑتے ہیں۔ اپنے فن اور ہنر میں بام عروج تک پہنچنے کے باوجود ان کی ادا ادا میں تواضع، مسکنت اور سادگی رچی ہوئی ہے اور ان کا پورا وجود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کے اس فیض صحبت کی زندہ کرامت ہے جس نے انہیں سراپا عشق (حقیقی) بنا دیا ہے۔

عشق اور شاعر کا چولی دامن کا ساتھ ہے جب دل میں عشق کی آگ سلگتی ہے تو اس کا دھواں شعر کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہم کی شاعری درحقیقت اسی عشق کے دھوئیں سے عبارت ہے۔ لیکن عشق اگر مجازی ہو تو اس کے دھوئیں میں نہ جانے کتنی کثافتیں شامل ہو جاتی ہیں۔

وہ عشق جسکی آگ بھادے اجل کی پھونک اس میں مزا نہیں تپش انتظار کا
 حضرت نفیس شاہ صاحب کا عشق چونکہ حقیقی ہے۔ اس لئے اس کا دھواں ان کثافتوں
 سے پاک اور لطافتوں کا وہ دل آویز مجموعہ ہے جس کی پاکبازی کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ اللہ
 تعالیٰ نے اسے بلندی خیال اور سوز و گداز کے ساتھ حسن اظہار کا وہ سلیقہ بھی عنایت فرمایا ہے۔
 جسے کہنے والوں نے ”سحر حلال“ سے تعبیر کیا ہے۔ وان من البیان لسحراً۔ یہ پاکیزہ
 شاعری جس کی نئے عشق حقیقی پر اٹھتی ہے۔ اس میں حمد، نعت، غزل یا نظم اظہار کے مختلف اسالیب
 کے نام ہیں۔ ورنہ حمد ہو یا نعت، غزل ہو یا نظم سب کا منتہائے مقصود ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی عشق
 حقیقی اور اس لحاظ سے حمد و نعت کی پاکیزگی غزل میں بھی پوری طرح جلوہ افروز نظر آتی ہے۔

اب ذرا حضرت نفیس کی غزل کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کیوں شکوہ غم ازل ناشاد کرے ہے	اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے
دل محو محبت ہے اسے کچھ نہیں پروا	آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے
پاؤں سے وہی عشق سرفرازی عالم	جس عشق پہ وہ حسن ازل صاد کرے ہے
ہاں ساقی کوثر سے صبا عرض یہ کرنا	اک رند سیہ مست بہ یاد کرے ہے
کچھ جو میری سمجھ میں آئی ہے	زندگی موت کی دھائی ہے
روز اول سے جانتا ہوں انہیں	ان سے دیرینہ آشنائی ہے
غم وہ تحریر ہے محبت کی	خون دل جس کی روشنائی ہے
دل کے ساغر سے پی رہا ہوں نفیس	وہ جو یثرب سے گھنچ کے آئی ہے

جب اس پاکیزہ کلام کے گلہائے رنگ رنگ بہ نفس نفیس آپ کے سامنے ہیں تو
 میرے انتخاب کے واسطے کی ذرا بھی حاجت نہیں لیکن میں کیا کروں کہ یہ سطور لکھتے وقت
 حضرت نفیس کے چند اشعار یہاں نقل کئے بغیر بھی رہا نہیں جاتا:

اللہ اللہ محمد، ترا نام اے ساقی	ان گنت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی
کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں	صحن دل میں ترا آہستہ خرام اے ساقی
دل مرا ڈوب رہا ہے کہ تہی دامن ہوں	ہونیوالی ہے ادھر زیست کی شام اے ساقی

ایک امید شفاعت ہے فقط زاد سفر جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بگام اے ساقی
 لاج رکھنا کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیس ہے ترے در کا غلام ابن غلام اے ساقی
 ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے حرا سے آرہے ہیں کملی والے
 اُٹھ آئے ہیں بادل کالے کالے مرا ایمان ساقی کے حوالے
 تجھے اے وحشت دل دینے والے دعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے
 زکوٰۃ حسن جاناں بٹ رہی ہے گدائے عشق ! قسمت آزمائے
 بہار آئی ہے غنچے کھل رہے ہیں مرے دل ! تو بھی دو دن مسکرا لے
 اور حضر رائے پوری رحمہ اللہ کے فیض پر یہ اشعار:

ساقی ' تری نظر پہ مری زندگی نثار تیرے فیوض روکش پنجاب ہو گئے
 تاب جہیں سے بہ گئے سیلاب نور میں تیری نظر سے غرق مئے ناب ہو گئے
 صحرا جو راستے میں پڑے گرد ہو گئے دریا جو آئے سامنے پایاب ہو گئے
 ضرب المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیس ساقی کے درد جام سے سیراب ہو گئے
 حضرت نفیس کا کلام ایک بار پہلے بھی بعض اہل محبت نے از خود مرتب کر کے شائع کیا
 تھا لیکن اس میں بہت سی اہم چیزیں رہ گئی تھیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ یہ کلام اپنی مکمل صورت
 میں شائع ہو رہا ہے جو انشاء اللہ اصحاب ذوق کیلئے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت نفیس کا سایہ رحمت ہم پر تادیر سلام رکھے۔ آمین

محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴-۱۲ صفر ۱۴۲۲ھ

”برگ گل“

پرایک تاثراتی مطالعہ

جناب سید نفیس الحسنی کو بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص مسلم دنیا میں خطاط کی حیثیت سے اکثر صاحبان علم فن اور عوام جانتے ہیں پاکستان و ہند میں آپ جادہ طریقت کے سلسلہ قادریہ کے نام ور شیخ و رہنما، فاضل ادیب و محقق، متعدد دینی مدارس کے سرپرست اور تاریخ اسلامی کے سکالر کے طور پر بھی معروف ہیں مگر ایک خوش کلام و خوش گلو شاعر کی حیثیت سے آپ اپنے ادب دوست با ذوق اور بے تکلف یاران محفل کے مخصوص حلقے کی جان ہیں اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سید مخدوم نے اپنے مشائخ طریقت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی انا کو انکساری اور خود شکنی سے روند کر جہاں اپنی دیگر بشارتیں شخصی خوبیوں اور صفات پر ہیچ میدانی اور اخفاء کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ وہاں آپ نے مشاعروں اور عام محفلوں میں کبھی اپنا کلام نہیں سنایا اور یوں عوامی حلقوں میں بطور شاعر مشہور ہونا پسند نہیں فرمایا۔ اسی طرح آپ نے اپنا کلام معروف ادبی پرچوں میں بغرض اشاعت نہیں بھجوا یا۔ شہرت پسندی آپ کا شیوہ نہیں۔

سید نفیس الحسنی شاہ صاحب کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف شاندار اور تابناک پہلوؤں کا احاطہ کرنے کیلئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے زیر نظر خود منتخبہ کلام کے ابلاغ کی مناسبت سے ہم اپنے مطالعہ کو آپ کی شاعرانہ شخصیت کے ارتقاء افکار عالیہ اور کلام کی پرکشش اور نمایاں ادبی خصوصیات تک محدود رکھیں گے۔

جناب سید نفیس الحسنی محض ایک مرجع خلاق شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ ایک نہایت خلیق

و ملنسار انسان بھی ہیں وہ غمزدہ دلوں اور حاجت مندوں کے بے حد غمگسار ہمدرد اور ہمہ وقت ان کی مدد اور خلق خدا کی خدمت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ شان استغناء اور غیرت و حمیت رکھنے والے درویش خدا مست اور صاحب قلم ہونے کے ساتھ وہ صاحب سیف بھی ہیں کیونکہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر افغانستان و کشمیر کے مجاہدین کے سرپرست اور شیخ طریقت کے طور پر جہاد اسلامی میں عملاً شریک ہیں۔ وہ تین مرتبہ افغانستان کے جہاد کے زمانہ میں اگلے مورچوں میں ٹھہر کر مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور ان کیلئے دعائے فتح و نصرت فرمانے کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ ولی کامل ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

مذکورہ صفات و خصوصیات کے علاوہ مجھ سمیت بے شمار خدام اور ان کے گرویدہ و فریفتہ مداحین کو ان کی شخصیت کے جس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ان کے اخلاق حسنہ کے لحاظ سے ان کا ایک عظیم انسان ہونا ہے اس ایک جملے میں ان کے تمام کمالات اوصاف اور محاسن مجتمع ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں کہ سید نفیس ایک کامل شیخ طریقت ہیں؟ اس دور کے عظیم ترین خطاط ہیں؟ یا ان کی شاعری اور علمیت انہیں عظمت، عبقریت اور رفعت کے اعلیٰ مقام پر متمکن کرتی ہے؟ دل و دماغ بالآخر فیصلہ دیتے ہیں کہ ان کی خطاطی بھی شاعرانہ صفات و کمالات کی مظہر ہے۔ وہ اگر نفیس مزاج شاعر نہ ہوتے۔ تو اتنے اعلیٰ اور منفرد صاحب طرز خطاط اور آرٹسٹ بھی نہ ہوتے اور اگر جناب سید نفیس اپنے اخلاق کریمانہ کے طفیل مجھے یہ گستاخانہ جملہ کہنے کی اجازت دیں تو عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ وہ اتنے بلند پایہ شیخ طریقت اور بلند اخلاق انسان بھی شاید اپنی فطرت کے بنیادی شاعرانہ جوہر اور فطری مذاق کی بنا پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خصوصیت یعنی ادبی ذوق عطا فرما کر ان کے دیگر کمالات اور اوصاف کو مزید نکھار دیا ہے اور انہیں ایسے نمایاں اور بلند و بالا مقام پر متمکن فرمایا ہے جہاں سے وہ اپنے فیضان علمی و روحانی کی ضیا پاشیوں سے مختلف میدان ہائے عمل میں خلق خدا کو منور فرما رہے ہیں۔

زمانہ ماضی یا حال کے عظیم المرتبت اور گراں قدر مشاہیر کی شخصیات کو جاننے اور سمجھنے کیلئے ان کی عمر بھر کی جدوجہد کا مرانیوں اور خدمات جلیلہ کے ساتھ ان کے افکار و خیالات

واحساسات، طرز عمل اور ان کی زندگی کی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوئے، ہمیں کا معلوم کرنا بھی ناگزیر ہے جو اکثر و بیشتر ان کے خطبات و مضامین، شاعرانہ کلام یا ان کے مکاتیب کے براہ راست مطالعہ ہی سے واضح ہوتے ہیں۔ اسی طرح مشہور و معروف مدبرین، خطباء، شعراء اور ادباء کے کلام کی کما حقہ تفہیم و تحسین کیلئے، ہمیں اولاً ان حالات و واقعات، ماحول اور ان شخصیات کا علم ہونا بھی ضروری ہے جو ان کے خیالات و مذکورہ عوامل کے تناظر میں ان شخصیات عظیم کی جہد مسلسل، تب و تاب اور محسوسات کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔

اسی نہج پر زیر نظر مطالعہ درحقیقت سید نفیس الحسنی مدظلہ العالی کے شاعرانہ کلام کو اولاً سمجھنے پھر اس سے لطف اندوز ہونے اور اس کے بعد اس ذریعے (سیر بین) سے آپ کی دل آویز شخصیت کو قریب سے دیکھنے کی ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔

شاہ نفیس کا کلام منظوم اصنافِ سخن کے لحاظ سے گویا ترنظموں، غزلیات اور قطعات و رباعیات پر مشتمل ہے مگر موضوعات کے تنوع اور افکار و خیالات کی گہرائی اور وسعت کے نقطہ نگاہ سے وہ ایک ہمہ جہت سخن ور ہیں اگرچہ ان کی غزلیات میں مشاہدہ حق کی گفتگو اور عارفانہ نکات کے بیان کیلئے بادہ و ساغر کی روایت کی پاسداری موجود ہے مگر زیر نظر مجموعہ کلام میں بیشتر موضوعات سخنِ حمد و نعت، قومی و ملی جذبات، جہاد اسلامی اور اکابرین دین و ملت کی شاندار خدمات خصوصی طور پر نمایاں ہیں۔

نام و نسب

آپ کا خاندانی نام انور حسین ہے۔ نفیس الحسنی قلمی نام ہے۔ سلسلہ نسب چودہ واسطے سے خواجہ دکن حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ (م ۸۲۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ پنجاب میں سادات گیسو دراز رحمہ اللہ کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی گلبرگوی قدس سرہ خاندانی روایت کے مطابق ۱۱۳۲ھ میں دکن سے تشریف لائے۔ مسکن و مدفن نواح سیالکوٹ ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳ ازی القعدہ ۱۳۵۱ھ (۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء) کو گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم قریبی قصبہ بھوپالوالہ کے ہائی سکول میں پائی۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے خال مکرم حضرت مولانا سید محمد اسلم رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) کے پاس لائل پور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے۔ قیام پاکستان کے دن لائل پور میں تھے۔ مولانا سید محمد اسلم صاحب کو خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ ان سے کچھ علمی استفادہ کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور سے بھی انٹرمیڈیٹ تک تعلیم پائی۔ فن خطاطی آپ نے اپنے والد ماجد خطاط القرآن سید محمد اشرف علی سے حاصل کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ان کے زیر سایہ باقاعدہ فن کتابت کا آغاز کیا۔

ذوق شعر و سخن

موزونی طبع یوں تو ابتدائے شعور ہی سے ودیعت تھی۔ قیام لائل پور کے زمانہ میں شعر و سخن کا ذوق بھی نشوونما پاتا رہا۔ ۱۹۴۹ء میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلا اور غالبانہ سلام عرض کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور کے سال اول کے طالب علم سید انور زیدی کے نام سے ان کی نعتیہ نظم کالج کے ادبی میگزین میں شائع ہوئی پندرہ سال کی عمر میں کہی گئی اس نظم ”سلام“ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ان کی فطرت میں موجود پوشیدہ شاعرانہ جوہر کو نمایاں کر رہے ہیں اور مستقبل کے صاحب طرز ادیب و شاعر کے انداز فکر اور جذبات کی غمازی کر رہے ہیں۔

سلام اے شمع روشن، چشم عبداللہ کی بینائی زمانہ تجھ پر قربان ہے فرشتے تیرے شیدائی

”تری آمد سے رونق آگئی گلزار ہستی میں“ عنادل چہچہا اٹھے ”بہار آئی، بہار آئی“

ترے در سے کوئی سائل تہی دامن نہیں لوٹا تری رحمت کے دامن کی ہے لامحدود پہنائی

نوجوان شاعر انور زیدی کے زمانہ طالب علمی اور اس سے متصل دور کی شعری کاوشیں

بیشتر غزلیات پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ انہوں نے بہت عمدہ نظمیں بھی کہی ہیں۔ ان غزلیات کا

اکثر حصہ انہوں نے پیش نظر مجموعہ انتخاب میں شامل نہیں کیا۔ اس زمانے کی غزلیات سے

محض چند ایک ہی اس مجموعہ کلام کیلئے منتخب کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سید نفیس نے جگر مرحوم کے الفاظ میں یوں بیان فرمائی:-

شباب میں اے جگر غزل تو حقیقتاً ہی غزل تھی لیکن
غزل میں یہ وسعتیں کہاں تھیں شعور فکر و نظر سے پہلے

جہاں تک اپنی فہم کا تعلق ہے یہ ”ادبی خود احتسابی“ ان کے موجودہ مقام رشد و ہدایت پر فائز ہونے، عالمانہ تقدس اور شعور فکر و نظر کا فطری تقاضہ ہو سکتی ہے مگر ان کی شاعری کے اولین دور کا جائزہ لینے والے صاحب نظر نقاد کے لئے ان خوبصورت غزلیات کو یکسر نظر انداز کرنا مشکل ہوگا لیکن اس زمانے کی غزلیات کے نقد و نظر کیلئے ایک علیحدہ مطالعہ درکار ہے۔

لائل پور (فیصل آباد) کے زمانہ قیام میں انہوں نے بہت عمدہ نظمیں بھی کہی ہیں۔ مثلاً ”دعوتِ عمل“ ان کی ایک پر جوش قومی وطنی جذبات سے بھرپور نظم ہے۔ یہ لاہور منتقل ہونے سے دو تین روز قبل ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کو کہی گئی اور ماہنامہ ”حکیم مشرق“ لائل پور کے شمارہ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں سید انور زیدی کے نام سے ان کے اپنے سوادِ خط میں شائع ہوئی گو کہ یہ نظم زیرِ نظر مجموعہ میں شامل نہیں تاہم ان کے اس وقت کے قومی جذبے، جوش جہاد اور قوتِ عمل کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

دلوں میں حکمت قرآن لئے ہوئے اٹھو جلال بوذر و سلماں لئے ہوئے اٹھو
وہ ہند دعوتِ یلغار دے رہا ہے تمہیں رگوں میں خون شہیداں لئے ہوئے اٹھو
پکارتی ہے تمہیں آج وادی کشمیر! دلوں میں جوش کا طوفان لئے ہوئے اٹھو
تمہارے مد مقابل ہیں کفر کے لشکر! علیؑ کی قوتِ ایماں لئے ہوئے اٹھو

تمہارے دین کی عظمت ہے چوٹ کھائے ہوئے

جگر پہ داغ نمایاں لئے ہوئے اٹھو

اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیرِ کرو یہ کام ایسا نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو

سکونت لاہور

سید نفیس الحسینی ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو لائل پور سے لاہور منتقل ہو گئے۔ لاہور پہنچ کر پہلے چند ماہ روزنامہ احسان اور پھر نوائے وقت میں بحیثیت خطاط سرخی نویس پانچ برس کام کیا۔

اس دوران میں بھی ذوق سخن قائم رہا۔ اس دور (۵۰-۱۹۵۳ء) کے کلام کا بیشتر حصہ لاہور کے روزنامہ نوائے وقت، نوائے پاکستان، احسان، آواز وغیرہ میں شائع ہوتا رہا لیکن جیسا گزشتہ سطور میں بیان ہوا۔ انہوں نے اپنا کلام کبھی مشاعروں میں سنایا اور نہ کسی مخصوص حلقہ ادب سے وابستہ ہوئے۔ بقول خود یہ ان کا مزاج ہی نہیں ہے۔

انور زیدی سے نفیس الحسینی تک

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنی شاعری کے آغاز میں انہوں نے بعض غزلوں میں اپنا تخلص انور بھی کیا۔ خطاطی کیلئے چونکہ نام ”نفیس رقم“ بہت پہلے لکھنا شروع کر دیا تھا اس لئے شاعری میں ”نفیس“ اور نثر کیلئے ”نفیس الحسینی“ لکھنے لگے۔ ”حسینی“ کو اپنے نام کا جزو بنانے کی وجہ آپ نے ایک مرتبہ یوں بیان فرمائی:-

”اگرچہ شروع ہی سے مذہبی رجحانات کا غلبہ تھا لیکن (۵۳-۱۹۵۴ء) میں طبیعت تمام تر تصوف کی طرف مائل ہو گئی۔ میں تصوف میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے شدید جذبے کے زیر اثر داخل ہوا۔ ان ہی کی محبت نے مجھے دین اسلام کا پر عزیمت راستہ دکھایا اور طریقت کی طرف مائل کیا۔

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں جس نے وابستہ کیا دامن شبیر کیساتھ اپنے مورث اعلیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت، بے مثال قربانی، صبر و استقامت اور علو شان کے مقابلے میں اپنی در ماندہ زندگی کے حالات سے شرمندہ ہو کر انفعالی کیفیت میں دیر تک آبدیدہ رہا کرتا تھا۔ اسی طرح میرے جد امجد حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ سے فطری محبت کے باعث آپ کے نام ”محمد الحسینی“ کے جزو آخر نے بھی ترغیب دلائی چنانچہ اسی خاندانی نسبت کے زیر اثر نفیس کے ساتھ ”الحسینی“ لکھنا شروع کر دیا۔ بالآخر عنایات خداوندی نے شیخ وقت قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) کی خدمت مبارک میں پہنچا دیا۔ گویا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت میرے راہ سلوک و طریقت اختیار کرنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ بنی۔“

۵۱-۱۹۵۲ء ہی میں اپنے خاندان کے محترم بزرگ صوفی مقبول احمد شاہ صاحب کے

سفر حج کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر پیش کرنے کیلئے اپنی ایک نعت ”بجضور امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لکھ کر دی اور ان کی وساطت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی عقیدت و محبت کا نذرانہ اشعار میں پیش کیا۔

میں ہر آستاں چھوڑ کر آگیا ہوں مولجہ پہ باچشم تر آگیا ہوں
رسالت پناہا نبوت کلاہا اک امید وار نظر آگیا ہوں
محبت کے سکے عقیدت کی نقدی یہی لے کے زاد سفر آگیا ہوں
مجھے لوگ کہتے ہیں مقبول احمد اس ارماں اس امید پر آگیا ہوں

یہ اشعار اردو زبان کے مطلع ادب پر ایک ابھرتے ہوئے نوجوان شاعر کے جذبہ دروں ان کی طبیعت کے سوز و گداز اور سلامتی فکر کے آئینہ دار ہیں جو انکی آئندہ شاعری کی مستقل بنیاد بنے۔

اسی زمانہ میں ”اسوہ شبیر رضی اللہ عنہ“ ”کربلا کے بعد“ ”ذکر حسنین“ ”اتم الاعلون“ اور چند غزلیات مثلاً ”وہ سزاوار پارسائی ہے“ ”وہ دل کہ دیر سے تھا پریشان آرزو“ ”آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں“ کہی گئیں۔

ان نغموں اور غزلوں میں ہمیں نوجوان شاعر سید نفیس حب وطن اور جوش جہاد کے جذبات سے سرشار اور اپنے اسلاف سے نسبی تعلق رکھنے پر بے حد مسرور نظر آتے ہیں مگر اپنی ذات کو ان اکابر سے نہایت درجہ فروتر سمجھتے ہیں۔

اللہ اللہ یہ حسب یہ نسب مرتضائی ہے مصطفائی ہے
نگ اسلام ہوں! معاذ اللہ توبہ توبہ! یہ بے وفائی ہے
جو برائی ہے میری اپنی ہے ان کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

ارتقاء فکری و روحانی

سید نفیس الحسینی کا گھرانہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آغاز ہی سے دین اسلام کی عالمگیر حقانیت اور اس کی روحانیت کے علم برداروں کا خاندان ہے۔ آپ کے جد امجد قطب الاقطاب خواجہ دکن حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز رحمہ اللہ کا مزار مبارک گلبرگہ شریف (جنوبی ہندوستان) میں آج بھی مرجع خلایق ہے۔ آپ رحمہ اللہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے جانشین

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ کے روحانی فرزند اور خلیفہ اعظم ہیں۔

حضرت سید محمد حسینی رحمہ اللہ اور اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں سید نفیس اپنی تالیف ”شہائم سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ“ میں فرماتے ہیں۔ ”آپ کا خاندان عالیشان مدینہ منورہ سے عراق اور پھر عراق سے خراسان منتقل ہوا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں حضرت سید ابوالحسن زید الجندی رحمہ اللہ پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

حضرت زید الجندی اپنے آباؤ اجداد کی سنت جہاد کے علمبردار تھے آپ سرفروش مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ خراسان سے علم جہاد بلند کئے ہوئے فتح دہلی کیلئے کئی بار تشریف لائے۔ ایک معرکہ عظیم میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ کے ملفوظات ”جوامع الکلم“ میں حضرت زید الجندی کا ذکر خیر آیا ہے۔

حضرت زید الجندی کی شہادت کے بعد انکی اولاد و احفاد اپنے وطن خراسان ہی میں نشوونما پاتی رہی۔ پھر ایک مدت کے بعد اس خاندان کے کوئی بزرگ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے بعض کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ گیسو دراز قدس سرہ کے دادا بزرگوار سید علی الحسینی رحمہ اللہ ہرات سے تشریف لائے اور دلی میں فروکش ہوئے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ کے والد گرامی سید یوسف ”سید راجا“ اور والدہ ماجدہ ”بی بی رانی“ کے لقب سے معروف تھے غیر ملک سے آئے ہوئے کسی خاندان میں مقامی عرفی نام اتنی جلد رائج نہیں ہو پاتے۔

حضرت زید الجندی کا مزار مبارک حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ کے زمانے تک معروف تھا۔ البتہ آج کل اس کے صحیح آثار و دریافت طلب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔“

سید نفیس کے نانا حضرت عبدالغنی شاہ رحمہ اللہ (۱۳۵۹ھ تا ۱۹۴۱ء) سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے باکرامت شیخ تھے۔ اس لئے سید نفیس کی فطرت کا خمیر ہی شریعت روحانیت، نفاست اور محبت کے عناصر رابعہ سے گوندھا گیا ہے۔ طبیعت چونکہ فطرۃ تصوف کی طرف مائل تھی اور اللہ نے ذوق جمالیات کے ساتھ حساس و دردمند دل کی نعمت سے نوازا تھا اس لئے مرشد کامل تک پہنچنے کیلئے اضطراب و تشنگی روز بروز بڑھتی ہی رہی۔ آپ اپنے ایک مضمون ”سیر گلبرگہ“ میں اس زمانے کی کیفیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

”ادھر ایک عرصہ سے میرے دل کا یہ حال تھا کہ اندر ہی اندر خدا طلبی کی آگ سلگ رہی تھی۔ بزرگوں کے تذکرے اکثر میرے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اس طرح اپنے اس ذوق کو تسکین دیتا رہا، لیکن یہ پیاس کتابوں سے کہاں بجھنے والی تھی بلکہ یہ تو کسی ”پیرمغاں“ کے انتظار میں تھی جو صراحی دل سے کچھ اس طرح پلائے کہ ہونٹوں کو خبر تک نہ ہو اور پیما نہ قلب لبریز ہو جائے۔ آخر کار مشیت خداوندی نے مرشد المشائخ، قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت بابرکت میں پہنچا دیا۔“

در ”پیرمغاں“ پر

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی پہلی زیارت ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۶ء) میں ہوئی۔ دوسری اگلے ہی سال ۱۱ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ (مطابق ۴ دسمبر ۱۹۵۷ء) کو ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ مزنگ چوگی لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کے بنگلہ میں قیام فرماتے تھے ایک زبردست کشش اور جذبہ صادق انہیں گوہر مقصود تک لے گیا اور یہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے انہیں سلیم الفطرت باصلاحیت و با استعداد سالک راہ طریقت پا کر قریباً ایک سال کے عرصہ میں نعمت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ایک بار حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے سید نفیس سے دریافت فرمایا: ”شعر کا ذوق بھی ہے؟“ انہوں نے عرض کیا ”حضرت بہت زیادہ ذوق و شوق ہے۔“ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا ”جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ خوب رونق اور چہل پہل ہو مگر جب وصال کا لمحہ آ پہنچتا ہے تو اپنے اور محبوب کے درمیان کسی غیر کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔“ سید نفیس نے اپنے ذوق شعر گوئی کے بارے میں فرمایا۔ ”مرشدی و مولائی حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے اس بلیغ جملہ میں اک جہان معنی پوشیدہ تھا۔ یہ عارفانہ جملہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے سننے کے بعد سے میری ذہنی کیفیت ہی بدل گئی۔ طبیعت میں وہ پہلے سا جوش و خروش نہ رہا۔ چنانچہ کبھی کبھی کوئی شعر ہوتا تھا۔ اب شعر گوئی کا ”ذوق“ تو باقی رہ گیا ہے مگر ”شوق“ بالکل جاتا رہا اور شاذ ہی کوئی نعت یا نظم موزوں ہوتی ہے۔“

اپنے شیخ طریقت کے سایہ محبت و عافیت میں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء کا درمیانی عرصہ سید

نفس کی روحانی تربیت اور مدارج سلوک کا زمانہ ہے۔ چنانچہ اس دوران میں انہوں نے شعر گوئی کی جانب زیادہ توجہ نہ فرمائی۔ اس تبدیلی مزاج کے بعد سید نفس کی شاعری کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ آپ نے روایتی غزل کی بجائے نظم کہنے کی طرف خود کو مائل پایا۔ آئندہ زمانے کی غزلیں بھی نظم یا نعت کا رنگ اور مزاج لئے ہوئے ہیں۔ پیش نظر مجموعہ کلام بیشتر اسی مزاج اور ذوق کی صدائے بازگشت ہے۔

۱۹۵۸ء اور ۱۹۷۰ء کے درمیانی عرصہ میں بہت سی خوبصورت نظمیں کہی گئیں۔ اپنے شعری محاسن، ندرت خیال اور بلندی فکر کے لحاظ سے یہ منظومات اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ ان میں شاعر کا ہوا فکر ان کی آئینہ دار شخصیات مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمہ اللہ اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے اوصاف حمیدہ کا طواف کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اور شاعر کی زبان ان عظیم ہستیوں کی محبت میں نغمہ زن ہے۔ سید نفس کو اپنے مرشد روحانی شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے انتہائی گہرا عشق ہے۔ سید نفس الحسینی بلاشبہ شیخ زمانہ ہیں۔ ان کی مجلس میں معارف و حکم سے مستفیض ہونے والوں کو علم ہے کہ وہ تصوف و طریقت کے آداب و اشغال اپنے شیخ ہی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں اور منازل سلوک بھی مریدان باصفا کو انہی کے انداز تربیت میں طے کراتے ہیں۔ عموماً انہی کے ملفوظات روایت کرتے ہیں اس لئے اپنے کلام منظوم میں بھی سید نفس نے اپنے مرشد روحانی سے والہانہ محبت و عقیدت کے جذبات اور آپ کی دلاویز شخصیت کو اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے۔

زاہد خود پسند کیا جانے	وقت کا بایزید ہے ساقی
اللہ اللہ ! فرید ثانی ہے	یعنی فرد فرید ہے ساقی
لوگ کہتے ہیں جس کو شاہ نفس	تیرا ادنیٰ مرید ہے ساقی
انہی کے بارے میں ایک اور نظم ”تصور“ میں فرماتے ہیں:	

وہ فرخندہ جہیں مسند نشیں ہے	دلوں کی سلطنت زیر نگین ہے
بڑا فیاض ہے وہ شاہ خواباں	کشادہ دل کشادہ آستین ہے
ایک اور غزل کے اشعار ہیں:	

ساقی! تری نظر پہ مری زندگی نثار
تیرے فیوض روکش پنجاب ہو گئے
ضرب اشل تھیں جنگی بلا نوشیاں نفیس
ساقی کے درد جام سے سیراب ہو گئے

شیخ طریقت کا وصال

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس اللہ سرہ کا وصال لاہور میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

سید نفیس جیسے حساس و دردمند شاعر اور مرشد روحانی کے عشق میں سرتاپا غرق سالک راہ طریقت کیلئے اپنے شیخ کے وصال کا صدمہ برداشت کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا جسے انہوں نے اپنی غیر معمولی ہمت اور صبر سے طے کیا۔ اس حادثہ جاں کاہ پر کہی گئی نظم ”آہ قطب الارشاد گزشت“ ایک تاریخی نظم اور جذبات غم سے بھرپور بہت عمدہ مرثیہ ہے۔ چھوٹی بحر کی اس مترنم نظم کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ایک عاشق صادق عالم تنہائی میں اپنے محبوب کے ہجر و فراق میں گیلی لکڑی کی طرح دھیرے دھیرے سلگ رہا ہے اور قطرات اشک ٹپ ٹپ کر رہے ہیں۔

اے غم جاناں! اے غم جانم!
دل ہے پرخوں آنکھیں پر غم
تجھ سا دیکھا نہ تجھ سا پایا
اتر دکن پورب پچھتم
آہ ترا انداز محبت
عشق میں شعلہ حسن میں شلیم
آہ نفیس زار کی حالت
بیکل بیکل بے دم بے دم
سینہ بریاں دیدہ گریاں
آہ کہ تجھ بن چین نہیں ہے
آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم
یاد ہے تیری پیہم پیہم
پروفیسر غلام نظام الدین صاحب (م ۱۹۹۹ء) نے اپنے ایک مضمون میں سید نفیس کی دل آویز شخصیت، فن اور اس ”نظم رثا“ پر بہت جامع خوبصورت اور فاضلانہ تبصرہ کیا ہے۔ مناسب ہے کہ اس مضمون سے کچھ سطور یہاں نقل کر دی جائیں۔

ان کی ایک نظم رثا جو انہوں نے اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے وصال (۱۹۶۲ء) پر لکھی اور لاہور کے ایک رسالہ میں چھپی، میری نظر سے گزری ہے۔ شاہ صاحب نے مرثیہ کی بحر کے انتخاب میں فنی خوش سلیقگی کا عمدہ مظاہرہ کیا ہے۔ نظم

کی پوری فضا میں ٹھہراؤ اور حزن انگیز سکون نظر آتا ہے۔ چھوٹی بحر میں مصوت بلند (حروف علت ا، و، ی) کے بکثرت استعمال سے اشعار میں ایک فریاد کی لے پیدا ہو گئی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک درد بھرا دل ایک سوزناک آہ کھینچ کر سوخت ہو گیا ہے اور ہر لخت سے غم والہ کالوا والڈا چلا آتا ہے:-

اے غم جاناں اے غم جانم دل ہے پر خون آنکھیں پر غم
بعض اشعار میں اندیشہ و خیال کی وسیع دنیا میں ایک شگفتہ اور برجستہ اختصار میں سمٹ آئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک صراحت اور تباہناک چکا چونڈ بھی پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے اشعار میں افعال کا استعمال کم ہے۔ لفظوں کے تکرار اور املا کی علامت ”واو“ (= کا ما) کو افعال کا قائم مقام ٹھہرایا ہے۔ مثلاً

عشق سراپا	حسن مجسم	اللہ اللہ ! ان کا عالم
رشک جنید	وِشلی وادہم	قطب زمانہ ، غوث یگانہ
تیرا عالم	تیرا عالم	لاکھوں دلبر لیکن پھر بھی
غم کا مداوا	زخم کا مرہم	حسن تکلم ، رنگ تبسم
مجل مجمل	مبہم مبہم	گاہ اشارہ ، گاہ کنایہ

مختصر بحر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ بعض اوقات حذف افعال سے اشعار میں ایک ترکیبی صورت پیدا ہو گئی ہے لیکن اس کے باوجود لہجہ ”فارسیت“ سے گرا نبار نہیں ہوا اور اس میں اردو کی چاشنی اور لطف عذوبت پوری طرح جلوہ نما ہے۔

لشکری پیغمبر	خاتم	عسکری اصحاب مقدس
جاری ساری	باہم باہم	نور شریعت ، فیض طریقت
درد محبت	پیہم پیہم	سوز مروت لحظہ لحظہ

صانع بدائع لفظی و معنوی اور جمع کا استعمال اس خوبی سے ہوا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے دانستہ یہ وسائل اختیار نہیں کئے بلکہ کلام میں محسنات یونہی بے خودی کے عالم میں درز دیدہ در آئے ہیں۔

فانی فی اللہ ، باقی باللہ	ختم انہی پر ان کا عالم
جامع سنت ، جامع بدعت	نائب حضرت فخر دو عالم
ذکر کی دنیا ، سونی سونی	فکر کا عالم درہم برہم
دنیا دنیا ، عقبے عقبے	عالم عالم تیرا ماتم
تجھ سانہ دیکھا ، تجھ سانہ پایا	اتر ، دکن ، پورب ، پچھم

ایک اور معرکہ آرا نظم

آپ کی بہترین نظموں میں سے ایک نظم ”برمزار قطب الارشاد“ ہے سید نفیس ۱۹۷۰ء میں ہندوستان گئے تو اپنے سلسلہ طریقت کے ایک عظیم نورانی ستون قطب الارشاد مجدد العصر مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ یہ نظم اسی کیفیت حضوری کی یادگار ہے۔ جذبات و خیالات ، فکرو فن اور محاسن شعری کے اعتبار سے یہ ان کی نمائندہ نظموں کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ اس نظم میں ان کے فکر و آگہی کی جولانی ، جوش و ہوس کا حسین امتزاج ، قدرت کلام اور فنی چابکدستی اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ تراکیب کی چست بندش ، ہر مصرع میں نغمگی ، لطیف کنایوں اور خوبصورت گاتی لہراتی بحر نے اس نذرانہ عقیدت کو ایک شاہکار نظم بنا دیا ہے۔ اس نظم کے بارے میں سید نفیس سے کمترین مرتب نے یہ عرض کیا کہ یہ نظم آپ کی نمائندہ شعری تخلیقات میں شمار کی جاسکتی ہے تو سید موصوف نے بالکل بجافرمایا۔ ”کیوں نہیں۔ اس نظم میں تذکرہ جمیل اور اس کی کیفیات بھی تو اس عظیم الشان شخصیت کا فیض ہیں جن کے ہم خود نمائندہ ہیں۔“

”برمزار قطب الارشاد“ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ اور اس خوبصورت نظم کی

موسیقیت ، شکوہ الفاظ اور رمزیت سے لطف اندوز ہوئیے۔

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن ، یہ حریم حسن نگار ہے
یہاں محو جلوہ سرمدی وہ ہزار رشک بہار ہے
یہاں قدسیوں کا نزول ہے ، یہ دلیل حسن قبول ہے
یہاں سورہا ہے وہ نازنین جو نبی کا عاشق زار ہے

یہ جنوں کا محمل شوق ہے یہ نظر کی منزل شوق ہے
 مرا عشق حاصل شوق ہے مرا عشق اس پہ نثار ہے
 کوئی نکتہ چیں ہو ہوا کرے مگر اے نگاہ کمال ہیں
 ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ یہاں نور ہے وہاں نار ہے
 فکر و فن کا اوج لازوال

سید نفیس کا جذب دروں اب ان کی شاعری میں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ انہیں اہل
 خرد کی نسبت اہل جنوں کی مجالس زیادہ پسند آنے لگی ہیں۔

رہتا ہے نفیس ان دنوں ارباب جنوں میں دیوانہ ہے رسوائی اجداد کرے ہے!
 مگر ان کی اس دیوانگی پر ہزار فرزاں کی قربان کہ وہ ”ارباب جنوں“ جن کی صحبت سید
 نفیس کو حاصل رہی وہ ہماری دنیا کے فاجر العقل اور مادہ پرستی کی زنجیروں میں جکڑے ذہنی
 مریض نہیں ہیں یہ تو وہ خدا مست عشاق ہیں جو اس مادہ پرست دنیا اور اہل ہوس کو ٹھوکر مار کر
 بادۂ عشق الہی کے اور ہی طرح کے نشے سے مخمور ہیں۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند سلام ما برسانید ہر کجا ہستند
 اس زمانے کی غزلیں اور نظمیں سید نفیس کے فکر سلیم، ذوق نظر اور ہمت بلند کی آئینہ دار
 ہیں۔ ان کے خیال میں اگرچہ گردش حالات نے ان کی فطری صلاحیتوں کو بہت متاثر کیا تھا
 مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فن خطاطی، روحانی منازل اور شعر و ادب کے میدان میں وہ ترقی کے
 مراحل نہایت سرعت سے طے کر رہے ہیں اور عالم جوش جنوں میں ”رند بادۂ الست“ کے
 منہ سے بعض باتیں ایسی نکل جاتی ہیں جنہیں سن کر ارباب ہوش حیران سے ہو جاتے ہیں۔

فکر سلیم، ذوق نظر، ہمت بلند ہر چیز نذر گردش حالات ہو گئی

ارباب ہوش اپنا سامنہ لے کے گئے جوش جنوں میں مجھ سے کوئی بات ہو گئی

۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں عید الفطر کے روز کہی گئی ایک غزل اپنی ظاہری ہیئت کے

اعتبار سے غزل ہو تو مگر اپنی وحدت خیال و جذبات اور دو قطعہ بند کی موجودگی میں اردو

زبان کی جدید نظم کے زمرہ میں شمار کی جاسکتی ہے۔ اس خوبصورت غزل کا عنوان اگر ”ساقی“ بھی لکھ دیا جائے تو شاید مضائقہ نہ ہو۔

آج روز سعید ہے ساقی	لاصبوحی کہ عید ہے ساقی
دوستوں کا فراق لائی ہے	عید غم کی نوید ہے ساقی
روئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ	حسرت باز دید ہے ساقی
مے کشان الست وجد میں ہیں	شور ”هل من مزید“ ہے ساقی
”نحن اقرب الیه“ کی دھن پر	رقص ”جبل الوریڈ“ ہے ساقی
عہد حاضر میں اہل حق کا امام	سید احمد شہید ہے ساقی
صبح نو کی شفق کو غور سے دیکھ	رنگ خون شہید ہے ساقی

۱۹۶۴ء میں فارسی زبان اور چھوٹی بحر میں کہی گئی ایک اور قابل ذکر نظم ”اے رونق بزم چشتیائی“ ”بکھنور خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ“ ہے۔ یہ سید نفیس کا اپنے جد اعلیٰ کی خدمت عالی میں نذرانہ عقیدت و اخلاص ہی نہیں بلکہ آپ کی سیرت اور کمالات کا جامع ترین اعتراف و اظہار بھی ہے۔ بقول سید نفیس ”حضرت خواجہ گیسو دراز قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں میں بچہ ہوں۔ حضرت کی انگشت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔

یکبار کہ باریاب کردی ہم باردگر کرم نمائی

نفاس النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نعتیہ کلام

حضرت سید نفیس راوی ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا تھا۔ ”عشق مجازی تو عشق شیخ کا نام ہے اور جس کو لوگ عشق مجازی سمجھتے ہیں وہ تو مہلک ہے۔“

۱۹۷۰ء کے بعد سید نفیس کی شاعری کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں طریقت کا یہ سالک مجذوب اپنے عشق مجازی میں ”فنا فی الشیخ“ سے اگلے مرحلے یعنی ”فنا فی الرسول“ کے مقام میں رسوخ حاصل کر چکا ہے۔ اب شاعری میں ان کے افکار و خیالات کا دھارا ان کی راہ سلوک کے ساتھ ساتھ بہتا معلوم ہوتا ہے۔ ان کی شاعری کو طریقت و سلوک اور ان

کے محسوسات کے اظہار سے جدا کرنا مشکل ہے۔ جدید ادبی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سائیکی میں سب سے شدید جذبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے جس کے شاعرانہ اظہار کو انہوں نے ”نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کا نام دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کے بارے میں ان کے شیخ طریقت کے فرمودہ لطیف و بلیغ اشارہ نے جس کا تذکرہ ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ غزل اور دیگر اصناف سخن میں سید نفیس کی شعر گوئی اور انکی طبیعت کی جولانی کے شعلہ جوالا کو دھیمہ کر دیا مگر جگر کی یہ آگ بجھنے کی بجائے نعت گوئی کے میدان میں بھڑک اٹھی اور وہ زیادہ تر نعت کہنے لگے۔ اس ارتقائے فکری و فنی میں ان کی نسبت روحانی کی علاوہ خاندانی اور نسبی تعلق کا بھی کافی دخل ہے۔ انہیں اپنی عالی نسب پر کوئی فخر نہیں بلکہ بقول خود ”اپنے اجداد عظام کے کارہائے نمایاں علمی اور دینی خدمات اور ان کے روشن اور مصفا کردار کے مقابلے میں اپنی بے بضاعتی اور کوتاہی پر ایک طرح کا احساس ندامت مضطرب کئے رکھتا ہے“۔ دوسری طرف وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسان عظیم کے ہمہ وقت شکر گزار رہتے ہیں۔

قربت باتو شد اعزاز امت بحمد اللہ من درویش دارم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عترت و رحمت سے وابستہ ہونے اور امت مسلمہ پر آپ کے عظیم احسانات کا احساس و اعتراف انہیں مدحت خواجہ دو جہاں پر راغب کرتا ہے وہ اپنی صلاحیتوں اور کمال ہنر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غفوان شباب سے پیرانہ سالی کی منزل تقدس و عظمت تک ان کی زبان حق ترجمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رطب اللسان اور آپ کی شان عالی کی ہمیشہ مدح سرار ہی ہے۔ سید نفیس کا نعتیہ کلام پڑھ کر ان کے جذبات عقیدت کے خلوص اور گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ دور حاضر کے شعراء کی روایت اور تقلید محض میں نعت نہیں کہتے بلکہ ان کے نعتیہ اشعار عقیدت کی سچائی، خلوص کی گہرائی اور جذبات کی شدت سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے قاری کو اسی جذبہ عشق و محبت اور ادب و احترام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کر دیتے ہیں۔ جو خود ان کے رگ و ریشے میں رواں دواں ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار پڑھتے ہوئے ہماری

آنکھیں فرط عقیدت و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر بار نم ناک ہو جاتی ہیں۔
 ۱۹۸۳ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کے موقع پر بے
 پایاں کف و سرور کے عالم میں کہے گئے ان کی نعت ”سراپائے اقدس“ کے یہ اشعار ملاحظہ
 فرمائیے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی آنکھیں بھی ضرور پر نم ہو جائیں گی۔

اے رسول امیں خاتم المرسلین	تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین	تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
اے ابراہیمی وہابی خوش لقب	اے تو عالی نسب اے تو والا حسب
دو دو مان قریشی کے درمیں	تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی	تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں	تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کہکشاں ضوترے سرمدی تاج کی	زلف تاباں حسیں رات معراج کی
لیلة القدر تیری منور جبیں	تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

اس نعت شریف کے بارے میں سید نفیس نے بتایا کہ وہ حضور اقدس نبی مکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری میں یہ ہدیہ عقیدت بادیہہ نم پیش فرماتے رہے ہیں۔
 عشق و محبت رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے یہ ”نفاس النبی صلی اللہ علیہ وسلم“
 سن کر کون سنگ دل ہوگا بے چین نہ ہو جائے اور شاعر کے اسی جذبہ محبت سے سرشار ہو کر
 دھڑکتے دل اور کپکپاتے ہونٹوں سے یہ اشعار نہ گنگنانے لگے۔

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری یا رسول اللہ
 ہے اب ناقابل برداشت دوری یا رسول اللہ
 اجازت ہو تو کچھ چشمان تر سے بھی بیاں کر لوں
 ابھی ہے داستان غم ادھوری یا رسول اللہ
 دم رخصت نفیس اشکوں سے تر ہے رحم فرماؤ
 خدا اک جھلک ہلکی سی نوری یا رسول اللہ

سید نفیس کے انکسار کا عالم یہ ہے کہ اس ”دربار دربار“ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف باریابی پانے کے باوجود وہ خود کو اس بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے قابل نہیں سمجھتے۔

بارگاہ سید کونین میں آکر نفیس سوچتا ہوں کیسے آیا میں تو اس قابل نہ تھا
اپنی نظم ”بجھڑ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم“ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں ”ان کے در کا غلام ابن غلام“ سید نفیس ”ان گنت درود و سلام“ کا ہدیہ پیش کرنے کے بعد اپنا ”غم دل“ یوں عرض کرتا ہے۔

خوار ہے عالم اسلام نصاریٰ کے تلے آج امت کا دگرگوں ہے نظام اے ساقی
وہ اپنی تہی دامن کی شدید احساس اور اپنی زیست کی ڈھلتی شام کے پیش نظر حضور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو اپنا سرمایہ اور آخرت کیلئے زاد سفر سمجھتے ہیں۔

ایک امید شفاعت ہے فقط زاد سفر جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بگام اے ساقی
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ”ماہ تمام“ ہیں سید نفیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ختم المرسلین کو ”مسک ختام“ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

جہیں لاکھ سہی شہرہ آفاق مگر ان کے حلقے میں ہے تو ماہ تمام اے ساقی
نازنین ایک سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے ہے تری ذات مگر مسک ختام اے ساقی
بتقاضائے بشری اپنی کوتاہیوں کے احساس کے ساتھ وہ شافع محشر کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

یہ التجا ہے کہ روز محشر گناہگاروں پہ بھی نظر ہو

شفیع امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کا سلام پہنچے

سوز و گداز سے بھرپور ایک اور نعت شریف ”لاکھوں سلام“ میں حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں ہدیہ سلام یوں پیش فرما رہے ہیں۔

روکش حسن یوسف ہے جس کا جمال اس نگار نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے دو پھول پیارے حسن اور حسین شاخسار نبوت پہ لاکھوں سلام

اس طویل نعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

اظہار عقیدت و محبت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو نمایاں کئے گئے

ہیں۔ اس کے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذرانہ درود و سلام پیش کرنے کے بعد بالترتیب جبریل امینؑ، کعبۃ اللہ براق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، بدر و احد، خلفائے راشدین، حسنین کریمین، جملہ اصحاب نبی رضی اللہ عنہم اور ساری امت محمدی کو نذرانہ سلام پیش کیا گیا ہے۔ ایک اور نعت میں سید نفیس امت مسلمہ اور تمام انسانیت کے دکھوں کا مداوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی کو سمجھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب نظریں لگائے ہوئے ہیں۔

خیال فرما کہ چشم عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما کہ ساری امت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں
یہاں فکر و خیال کی ایک حساس اور ناقدانہ لہر سید صاحب کو اپنے زمانے کے خانقہ
سلسلوں کی بے رونقی پر بھی افسردہ دل کر دیتی ہے۔

نفیس کے ساتھ یہ وقت آیا سلوک و احساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں
”فنائی الرسول“ کی منزل کا یہ عارف با تمکین اک خاص مقام پر عالم بے خودی میں پکاراٹھتا ہے۔
ہاں، نقش پائے ختم رُسل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاک نعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے
سید نفیس اپنی تمام علمی فکری اور فنی صلاحیتوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ
کرم کا صدقہ سمجھ کر دل سے اس کا اعتراف و اظہار فرماتے ہیں۔

مراقلم بھی ہے ان کا صدقہ مرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم مرے قلم کا مرے ہنر کا سلام پہنچے

مناقب اصحاب رضی اللہ عنہم و اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سید نفیس محترم کو جہاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے غایت درجہ عشق
ہے وہاں اس سعادت کے ثمرہ میں انہیں جملہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ کی محبت بھی مبداء فیض سے بے پایاں ملی ہے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام سے اپنی گہری محبت اور احترام کا کھلے دل سے اعتراف اور اطہار کیا ہے۔

جس قلب میں یاران نبی کی ہو عقیدت	کھلتے ہیں اسی قلب پہ اسرار مدینہ
معمور صحابہ کی محبت سے رہے گا	وہ سینہ کہ ہے مہبط النوار مدینہ
وہ آل محمد ہوں کہ اصحاب محمد	ہیں زینت دربار دربار مدینہ
آل اطہار کے صدقے ہو عطا اک ساغر	اک پیالہ پئے اصحاب کرام اے ساقی
حسن حسن کو دیکھ حسین حسین کو دیکھ	دونوں میں جلوہ ریز جمال رسول ہے
ابو بکر ہوں عمر ہوں وہ عثمان ہو یا علی	چاروں سے آشکار کمال رسول ہے

مرتب کا اعتراف حقیقت

سیدی و مولائی، حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب (مع اللہ المسلمین بطول بقاءہ) کی نفیس شخصیت اور ان کے کلام منظوم کے محاسن پر خامہ فرسائی اور تبصرہ نقادان فن اور ادبیات کے اساتذہ کرام ہی کا کام ہے اور یہ کام زیب بھی انہی کو دیتا۔ ناچیز مرتب خن فہمی سے بے بہرہ اور اصول انتقاد سے نا آشنا ہو کر اس گستاخی کا مرتکب کیونکر ہو سکتا تھا؟ مگر ”الامرفوق الادب“ کے پیش نظر اپنے محسن و مربی، مرشد و استاذ اور ملجاء و ماویٰ کے حکم سے سرتابی کی ہمت بھی نہیں پڑتی۔ اس خاکسار نے آپ سے دیرینہ و نیاز مندانہ تعلق خاطر کی بنا پر اپنے ادبی ذوق کی تسکین کیلئے آپ کی شخصیت کے ادبی پہلو اور ذوق شعر گوئی پر کچھ یادداشتیں لکھ رکھی تھیں وہی آپ کے حکم کی بجا آوری میں معاون ہوئیں چنانچہ آپ کے ”خود منتخبہ“ کلام ”برگ گل“ کی ترتیب، تدوین، تزئین اور طباعت کی تفویض کردہ ذمہ داری کے تقاضے کے تحت یہ چند طالب علمانہ گزارشات پیش خدمت کی گئی ہیں۔

بلاشبہ جس طرح سید نفیس الحسینی کی جاذب روح و نظر شخصیت بذات خود نفیس ہے اس کی مانند آپ کا کلام منظوم بھی بے حد نفیس ہے اور اس مجموعہ منتخبہ کلام نفیس کا عنوان بھی

”برگ گل“ آپ ہی کا تجویز کیا ہوا ہے۔

اگرچہ سید نفیس الحسنی کے ادبی مضامین و علمی مقالات، قلمی شہ پارے اور ان کے ”جوامع الکلم“ ملفوظات بھی بے حد با معنی، موثر اور خوبصورت ہیں۔ ان میں کچھ تو اردو زبان کے ادب عالیہ میں شامل کئے جانے کے قابل ہیں لیکن فی الحال آپ کے محبین و صاحبان ذوق کی تسکین طبع کیلئے آپ کے شاعرانہ کلام یا ”نفائس منظوم“ کا انتخاب پیش خدمت ہے۔ زیر نظر مجموعہ کلام میں بیشتر منظومات زمانی ترتیب کے لحاظ سے پیش کی گئی ہیں۔ ماسوائے ”حمد باری“ کہ ہر کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور اس کی تحمید و تمجید سے ہی ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں چند قطعات تاریخی اور ”شجرہ قمیصیہ قادریہ“ کے تکمیلی اشعار اپنی اہمیت کے لحاظ سے ترتیب زمانی کی بجائے نظموں کے بعد رکھے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کی ترتیب میں ہر قدم پر جناب سید نفیس الحسنی مدظلہ العالی کی خواہش اور مشورہ شامل رہا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزانہ التجاء مرتب ہے کہ اس خدیم بارگاہ نفیس کی طالب علمانہ کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس بھلی بری سعی کے اجر میں مجھے اور میرے والدین کریمین اور تمام برادران طریقت کو آخرت میں جناب مرشدنا و سیدنا نفیس الحسنی مدظلہ العالی کی معیت میں حضور اقدس نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اظہار احمد گیلانی نفیسی قمیصی قادری

لاہور-۵ مئی ۲۰۰۱ء

نفسِ اسیؑ
صلی اللہ علیہ وسلم

حمدِ باری

حَمْدِ باری مری زباں پر ہے
 وَجَدِ طاری مری زباں پر ہے
 ذَمِّ بَدَمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 ذِکْرِ جاری مری زباں پر ہے
 ہے تصوّر میں رُوضۂ اطہر
 نعتِ پیاری مری زباں پر ہے
 نعتِ گوئیِ مِرا شِعارِ ہوئی
 کس نے واری مری زباں پر ہے؟
 ذِکْرِ پیاروں کا چار یاروں کا
 باری باری مری زباں پر ہے
 حرفِ مطلبِ ادا نہیں ہوتا
 عرضِ بھاری مری زباں پر ہے

صبرِ جانکاه میرے دل میں ہے
 شکرِ باری مری زباں پر ہے
 شب کا پچھلا پہر ہے، اور نفیس
 آہ و زاری مری زباں پر ہے



(صفر المنظر ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء)

دُریا جو بہ رہا ہے، سُبْحان تیری قُدْرَت!
 ہر قطرہ کہ رہا ہے، سُبْحان تیری قُدْرَت!
 جو بار اُٹھا سکے نہ، اَرْض و جِبَال و اَفْلاک،
 اِنسان سہ رہا ہے، سُبْحان تیری قُدْرَت!



سکدو

صفر المنظر ۱۴۱۹ھ

بَحْضُورِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ ﷺ

میں ہر آستان چھوڑ کر آ گیا ہوں
 مُوَجِبِ پہ با چشمِ تر آ گیا ہوں
 رسالت پناہ! نبوت کُلاہ!
 اک اُمیدوارِ نظر آ گیا ہوں
 زمانے نے روکا، مصائب نے ٹوکا
 زیارت کی خاطر مگر آ گیا ہوں
 مَحَبَّت کی شدت مجھے کھینچ لائی
 عَقیدت کے پیشِ نظر آ گیا ہوں
 اِلٰی اَصْلِهِ يَرْجِعُ كُلُّ شَيْءٍ
 میں بھولا ہوا اپنے گھر آ گیا ہوں
 مری راہ میں گرچہ حائل تھے دریا
 خُدا کی قسم بے خطر آ گیا ہوں

محبت کے سکتے، عقیدت کی نقدی
 یہی لے کے زادِ سفر آ گیا ہوں
 مرے پاس تک آ سکے گی نہ دنیا
 قریب آپ کے اس قدر آ گیا ہوں
 مری زندگی ہو رہی ہے نچھاور
 جو روضے پہ میں لمحہ بھر آ گیا ہوں
 مجھے لوگ کہتے ہیں مقبولِ احمد
 اس ارماں اس اُمید پر آ گیا ہوں



۵۲-۱۹۵۱ء

۱۔ سید نفیس کھننی کے خاندان کے بزرگ عارف ربانی صوفی سید شاہ مقبول احمد (م ۱۹۶۱ء) نے
 ۱۹۶۳ء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر پہلی حاضری کے وقت یہ نعت
 پیش کی (مرتب)

یا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ وَسَلَّم

یہ در ماندہ مواجہ شریف پر حاضر خدمت اقدس ہوا تو فوراً ہی ایک شعر وارد ہو گیا۔ بعد میں تدریجاً مدینہ منورہ ہی میں اور شعر بھی ہو گئے آخری شعر رخصت کے وقت ہوا۔

عطا قدموں میں ہو دائمِ حضوری ، یا رَسُوْلَ اللہ
 ہے اب ناقابلِ برداشتِ دُوری ، یا رَسُوْلَ اللہ
 عنایت ہو اگر اک لمحہ ، اپنی خاص خلوت کا
 مجھے اک عرض کرنی ہے ضروری ، یا رَسُوْلَ اللہ
 اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کر لوں
 ابھی ہے داستانِ غم اُدھوری ، یا رَسُوْلَ اللہ
 مری غایت تمنا ہے ، درِ اقدس کی درباری
 زہے عزّت ، اگر ہو جائے پوری ، یا رَسُوْلَ اللہ
 مدینے ہی میں آ کر راحت و تسکین پاتی ہے
 دلِ فرقت زدہ کی ناصبوری ، یا رَسُوْلَ اللہ

دَمِ رُخْصَتِ نَفِیسِ اشکوں سے تر ہے رحم فرماؤ
خُدا را اک جھلک ہلکی سی، نوری، یا رُسُول اللہ

(صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وسلم)

پہلی حاضری: جمعات یکم ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ ۸ ستمبر ۱۹۸۳ء



یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے

سَرِاِپَے اَقْدَس

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ وآلہ وسلم

اے رسولِ امیں، خاتمِ المرسلین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 اے براہمی و ہاشمی خوش لقب، اے تو عالی نسب، اے تو والاحساب
 دودمانِ فتریشی کے دُرِ مثنیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
 اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذاتِ منظر پہ لائی گئی
 سیدِ الاولیں، سیدِ الاخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 تیرا سکہ رواں گلِ جہاں میں ہوا، اس زمیں میں ہوا، آسماں میں ہوا
 کیا عَرَب، کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 تیرے انداز میں وسعتیں فرشِ شمس کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرشِ شمس کی
 تیرے انفاس میں خلد کی یکسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

”سَدْرَةُ الْمُنْتَهٰی“ رہزریں تری، ”قَابِ قَوْسَیْنِ“ گردِ سفر میں تری
 تو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 کہکشاںِ ضوِ ترے سردی تاج کی، زُلفِ تاباںِ حسیں راتِ معراج کی
 ”لَيْلَةُ الْقَدْرِ“ تیری مُنَوَّرِ جیبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 مُصْطَفٰی مُجْتَبٰی، تیری مدح و ثنا، میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں
 دل کو ہمت نہیں، لب کو یار نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
 توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صدیق، رفیق، عثمان، علی
 شاہِ عدل ہیں یہ ترے جانشین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
 اے سراپا نفیسِ اَنْفَسِ دو جہاں، سرورِ دلبِ سراں دلبِ عاشقان
 ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ عزیز، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں



بِخُضُورِ سَاقِی کُوشِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اللّٰہ اللّٰہ ! مُحَمَّدٌ تِرَا نامِ اے ساقی
 اَنْ گِنتِ تجھ پہ دُرود اور سلام اے ساقی
 بعد اللّٰہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی
 کس کی جُرأت ہے کرے اس میں کلام اے ساقی
 از ازل تا بہ ابد تیری ہی سرداری ہے
 سَیِّدُ الْکُلِّ ہے تو، ہے سب اِمام اے ساقی
 تجھ پہ اللّٰہ کی رحمت کا ہے سایہ ہر دم
 کُل جہاں پر تری رحمت ہے مُدام اے ساقی
 فرشیوں پر تو عنایات کی کچھ حد ہی نہیں
 عرشیوں پر بھی ترا فیض ہے عام اے ساقی
 واسطہ تجھ کو براہِ شمیم کی فِتنہ زندگی کا
 ایک کُوشِ کا چھلکتا ہوا جام اے ساقی

آلِ اَلمہار کے صدقے ہو عطا اکٹ ساغر
 اک پیالہ پئے اصحابِ کرام اے ساقی
 خستہ جانوں سے کوئی پُوچھے حلاوتِ اس کی
 راحتِ جان و جگر ہے ترا نام اے ساقی
 کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں
 صحنِ دل میں ترا آہستہ حرام اے ساقی
 مہِ حبیبیں لاکھ سہی شہرۂ آفاق مگر
 اُن کے حلقے میں ہے تو ماہِ تمام اے ساقی
 نازنین ایک سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے
 ہے بری ذات مگر مشکبِ ختام اے ساقی
 وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے خدا کا ارشاد
 ہے اُفق تا بہ اُفق تیرا پیام اے ساقی
 مٹنے والے ہیں بھی نقشِ جہانداروں کے
 نقش ہے تیرا فقط نقشِ دوام اے ساقی
 تجھ پہ اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا سلام
 ہم غلاموں کی بھی جانب سے سلام اے ساقی
 سوچتا ہوں عنیمِ دل عرض کروں یا نہ کروں
 اِن دُنوں میں کس سے ہے جِنِا حرام اے ساقی
 خوار ہے عالمِ اسلام نصاریٰ کے تلے
 آج اُمت کا دگرگوں ہے نظام اے ساقی

بگمہ لطفِ عنریوں پہ خُدا را ہو جائے
 پھر سُنور جائے یہ بگڑا ہوا کام اے ساقی
 دلِ برا ڈوب رہا ہے کہ تھی دامن ہوں
 ہونے والی ہے اُدھر زیت کی شام اے ساقی
 ایک اُمیدِ شفاعت ہے فقط زادِ سفر
 جس سے بہت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی
 لاج رکھنا، کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیس
 ہے ترے در کا غلام ابنِ غلام اے ساقی



(مدینۃ المنورۃ : ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء)

محمد مہدی

دُنیا سید ، محمد مہدی : صلی اللہ علیہ وسلم
 اُس بن دُنیا کیسی ہوتی ؟ صلی اللہ علیہ وسلم
 مقصودِ کونین محمد ، مطلوبِ دارین محمد
 اُس بن دُنیا کیسے ہوتی ؟ صلی اللہ علیہ وسلم
 گر نہ ہوتا آمنہ جانا ، خلقت کا غم کھانے والا
 خلقت میٹھی نیند نہ سوتی ؛ صلی اللہ علیہ وسلم
 زہرا کا دل عنم کا مارا ، ہجرِ نبی میں پارہ پارہ
 گم گم آنسو ہار پڑتی ؛ صلی اللہ علیہ وسلم
 ساجن بن سکھ چین نہ آوے ، یاد اُس کی دین رین ساوے
 دل تڑپے ہے ، آنکھیں روتی ؛ صلی اللہ علیہ وسلم
 کاش مرے محبوب کی دھرتی ، مجھ پہ نفیس یہ شفقت کرتی
 اپنے اندر مجھ کو سموتی ؛ صلی اللہ علیہ وسلم

یکم شعبان ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء)

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی آگئی رُست پلانے پینے کی
 نہیں حسرت زیادہ جھینے کی زندگی چاہیے قرینے کی
 زندگی اُس کی، موت اُس کی ہے خاک ہو جائے جو مدینے کی
 رات دن شغل بادہ خواری ہے رَمَضَانَ عید ہے مہینے کی
 مے افزنگ میں وہ بات کہاں لا مرے واسطے مدینے کی
 ساقیا چھوڑ ساغر و مینا اب پلا دل کے آگینے کی
 ختم ہے سلسلہ نبوت کا مہر ہے ہاشمی نگینے کی
 ہفت اقلیم سے ہے بیش بہا خاک چٹکی سی اک مدینے کی
 ہفت قلزم کے موتیوں سے گراں بوند اک اک ترے پسینے کی

ننگِ اولادِ مصطفیٰ ہے نفیس
 لاج رکھ لے خدا کمینے کی



ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴ء)

لب پر درود

لب پر درود ، دل میں خیالِ رسولؐ ہے
 اب میں ہوں اور کیفِ وصالِ رسولؐ ہے
 دائم بہارِ گلشنِ آلِ رسولؐ ہے
 سینچا گیا لہو سے نہالِ رسولؐ ہے
 حُسنِ حسن کو دیکھ ، حُسنِ حسین کو دیکھ
 دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسولؐ ہے
 بوجہ ہوں ، عمر ہوں ، وہ عرشِ ہوں یا علیؑ
 چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے
 اسلام نے عہدِ کو بخشی ہیں عظمتیں
 سردارِ مومنین ، بلاۃِ رسولؐ ہے
 ہاں نقشِ پائے ختمِ رُسلِ میرا تخت ہے
 اور سرِ کاجِ خاکِ نعلِ رسولؐ ہے
 جامِ جمِ اُس کے سامنے کیا چیر ہے نفیس
 جس کو نصیب جامِ سفالِ رسولؐ ہے

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

سَلام بَحْضُورِ خَیْرِ الْاَنَامِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اِلهی ! مَحْبُوبِ کُلِّ جہاں کو ، دِل و جگر کا سَلام پہنچے
 نَفْسِ نَفْسِ کا دُرُود پہنچے ، نَظَرِ نَظَرِ کا سَلام پہنچے
 بِسَاطِ عَالَمِ کی مَوْسَعَتوں سے ، جہاں بِاِلا کی رِفعتوں سے
 مُلکِ مُلکِ کا دُرُود اُترے ، بَشَرِ بَشَرِ کا سَلام پہنچے
 حُضُورِ کی شامِ شامِ مہکے ، حُضُورِ کی راتِ رات جاگے
 مَلائِکَہ کے حِیَیں جِسلو میں ، سَحَرِ سَحَرِ کا سَلام پہنچے
 زَبانِ فِطرت ہے اِس پہ ناطِق ، بَبارِ گاہِ نَبِیِّ صَادِق
 شجرِ شجرِ کا دُرُود جاتے ، حَجَرِ حَجَرِ کا سَلام پہنچے

رسولِ رحمت کا بارِ احسان ، تمام خلقت کے دوش پر ہے
 تو اے مجس کو بستی بستی ، نگر نگر کا سلام پہنچے
 مرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ ، مرے ہنر پر ہے اُن کا سایہ
 حضورِ خواجہ۔ مرے قلم کا ، مرے ہنر کا سلام پہنچے
 یہ التجا ہے کہ روزِ محشر ، گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
 شفیعِ اُمّت کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے
 نفیس کی بس دُعا یہی ہے ، فقیر کی اب صدا یہی ہے
 سوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے
 صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم



شبِ عاشورہ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۱۳ جون ۱۹۹۷ء

لاکھوں سلام

تاجدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 شہرِ یارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 سید الاولین، سید الاخرین
 نامدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 فخرِ اولادِ آدم پہ اربوں درود
 افتخارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 وہ برابری و ہاشمی خوش نسب
 شاہوارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 وہ جب آئے جہاں میں بہار آگئی
 نوہارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 جلوہ گاہِ محمد، وہ عنارِ حرا
 جلوہ زارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 جبریل امین، مہربا مہربا
 رازدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 نورِ بارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 کعبۃ اللہ حصنِ حصین یتیم
 سایہ دارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 وہ جوفِ اران کی چوٹیوں سے اٹھا
 شہسوارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 ہر نبی کی رسالت ہوئی معتبر
 اعتبارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 جس پہ ختمِ نبوت کا دار و مدار
 اُس مدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 رُوحِ حسنِ یوسف ہے جس کا جمال
 اُس نگارِ نبوت پہ لاکھوں سلام

سِدْرۃُ الْمُنْتَهٰی جس کی گردِ سفر راہوارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 بَدْر میں تو نزولِ ملائک ہوا کارزارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 کیا کہوں جو اُحد سے محبت رہی کوہسارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 وہ جو پائے مبارک کی زینت رہا اُس غبارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 کوئی دیکھے رفاقت ابوبکرؓ کی یارِ غارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 اللہ اللہ! فِی رُوق کا دبدبہ ذی قارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 بہرِ عثمانِ رضوان کی سعیت ہوئی جانِ نثارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 مُرتَضٰیؓ بابِ شہرِ سلوْمِ نبیؐ شاہکارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 جس کے دو پھول پایے حسنِ اور حسینؓ شاخسارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 ہر صحابیؓ نبیؐ پر تَصَدُّق رہا جانِ سپارِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 ساری اُمت پہ ہوں اُن گنتِ جہتیں پاسدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کو ترسا کیے چشمِ وِیلِ اے نفیس
 اُس دیارِ نبوت پہ لاکھوں سلام



(۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۲۷ مئی ۱۹۹۷ء)

اُداس راہیں

(طریقِ ہجرت سے متاثر ہو کر)

حَرَم سے طیبہ کو آنے والے! تجھے نگاہیں ترس رہی ہیں
جدھر جدھر سے گزر کے آئے! اُداس راہیں ترس رہی ہیں
رُسولِ اطہر جہاں بھی ٹھہرے، وہ منزلیں یاد کر رہی ہیں
جبینِ اقدس جہاں ٹھکی ہے، وہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں
جو نورِ افشاں تھیں لُحظہ لُحظہ، حضورِ انور کے دمِ قدم سے
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں، وہ بارگاہیں ترس رہی ہیں
صباۓ بَطحِ غمنوں سے پُر ہے، فضاۓ اقصیٰ بھی دُکھ بھری ہے
اب ایک مُدت سے حال یہ ہے، اُثر کو آہیں ترس رہی ہیں
خیالِ منہ ما کہ چشمِ عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہِ منہ ما، کہ ساری اُمت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

نفیس کیسا یہ وقت آیا، سُلوک و احساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانفتا ہیں ترس رہی ہیں



(ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء)

راہِ حق کربلا کو جاتی ہے
اس میں ہوتے ہیں سرفِ تَلَم، ساقی

گھر گھر اُجالا

حضورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا
 ظہورِ محمد سے گھر گھر اُجالا
 بنایا خدا نے سراجاً مُنیراً
 ہے نورِ محمد سے گھر گھر اُجالا



ہے ذاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا
 صفاتِ محمد سے گھر گھر اُجالا
 یہ انوارِ ذات و صفات ، اللہ اللہ!
 حیاتِ محمد سے گھر گھر اُجالا

(۶۱۹۹۸/۵۱۴۱۹)

اَرْمَعَانِ مَدِیْنَه

مست بادل سِر کُٹار نظر آتے ہیں
 فضل باری سے گرائب ر نظر آتے ہیں
 یہ جو صحرا، گُل و گلزار نظر آتے ہیں
 تیری رحمت ہی کے آثار نظر آتے ہیں
 رشکِ صد یوسف کینغاں ہے مدینے کا نگار
 دو جہاں طالب دیدار نظر آتے ہیں
 تاج ہے ختمِ نبوت کا سِر اقدس پر
 گرد انوار ہی انوار نظر آتے ہیں
 آج حسرت کی ہے تصویرِ قُبَا کی مسجد
 سونے سونے در و دیوار نظر آتے ہیں
 ان سیدِ فاقم فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ
 مجھ کو یہ صاحبِ اسرار نظر آتے ہیں
 رند تو رند ہیں زمزم کی صُبو حی پی کر
 زاہدِ خشک بھی سرشار نظر آتے ہیں
 خلقِ ناموسِ محمد پہ کٹانے والے
 کچھ جو ہیں تو یہی اسرار نظر آتے ہیں
 جذبِ کابل ہو تو بلتا ہے حضورِی کا شرف
 چشمِ ظاہر سے بھی سرکار نظر آتے ہیں
 بختِ بیدار مبارک ہو انھیں، جن کو نفیس
 خواب میں سیدِ ابرار نظر آتے ہیں

یہ اشعار ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ (ستمبر ۱۹۸۳ء) میں پہلے سفر حج کے دوران میں مدینہ منورہ سے لکھے گئے۔
 لہ احوار، تحفظ ختمِ نبوت کے لیے اپنی زندگیاں لٹانے والے مجلس احوار اسلام کے سرخوش و جانناز کارکن۔ (مرتب)

صحنِ حرم میں

گورے آئے ہیں، کالے آئے ہیں
 سب یہاں بخت والے آئے ہیں
 صُبح صادق کی طرح سے اوڑھے
 نوری نوری دوشالے آئے ہیں
 یہ کفن پوش، پیکرِ تسلیم
 گردنیں اپنی ڈالے آئے ہیں
 اپنا سب کچھ نیشا کرنے کو
 مصطفیٰ کے جیالے آئے ہیں
 چھاؤنی بن گیا ہے صحنِ حرم
 عاشقوں کے رسالے آئے ہیں
 اپنے اپنے گھروں سے دیوانے
 بے خودی کے نیکالے آئے ہیں
 درِ جاناں پہ پھوڑنے کے لیے
 دل جلے کے چھالے آئے ہیں
 اللہ اللہ! جمالِ محملِ دوست
 تیسرگی میں اُجالے آئے ہیں
 مالک الملک! اے رحیم و کریم
 تیری شفقت کے پالے آئے ہیں
 چشمِ نادم برس رہی ہے نفیس
 خشک ہونٹوں پہ نالے آئے ہیں

○
 صحنِ حرم النہوی صلی اللہ علیہ وسلم (ذو الحجہ ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء)

انوارِ مدینہ

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
 عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
 روشن رہیں دائمِ در و دیوارِ مدینہ
 ماحشر رہے گرمی بازارِ مدینہ
 ہے شہرِ نبیؐ آج بھی فردوسِ بَدِ اَماں
 جاری ہے وہی موسمِ گلزارِ مدینہ
 پھرتے ہیں تصور میں وہ پُر کیف مناظر
 تاحدیدِ نظر ہیں گل و گلزارِ مدینہ
 جس قلب میں یارانِ نبیؐ کی ہو عقیدت
 کھلتے ہیں اُسی قلب پہ اَسرارِ مدینہ
 معمورِ صحابہ کی محبت سے رہے گا
 وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ
 وہ آلِ محمدؐ ہوں کہ اصحابِ محمدؐ
 ہیں زینتِ دربارِ دُرِّ بارِ مدینہ
 نسبت نہیں شاہوں سے نفیسِ اہلِ نظر کو
 کافی ہے انھیں نسبتِ سرکارِ مدینہ



(۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)

میں تو اس قابل نہ تھا

۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ اشعار حرم پاک میں اور کچھ جدہ میں ہوئے ————— نفیس



شکر ہے تیرا حُندایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 تُو نے اپنے گھر بُلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 گردِ کعبے کے پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 مَدّتوں کی پیاس کو سیراب تُو نے کر دیا
 جسامِ زمزم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 ڈال دی ٹھنڈکِ مرے سینے میں تُو نے ساقیا
 اپنے سینے سے لگایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 بھاگیا میسری زباں کو ذکرِ اِلَّا اللہ کا
 یہ سبق کس نے پڑھایا، میں تو اس قابل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھا تو نے اسے مولا مجھے
 یوں نہیں در در پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
 پر نہیں تو نے بھلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی
 تو ہی مجھ کو رہ پہ لایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 عہد جو روزِ ازل تجھ سے کیا تھا یاد ہے
 عہد وہ کس نے نبھایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
 گنبدِ خضراء کا پایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قدس میں
 اور جو پایا سو پایا، میں تو اس قابل نہ تھا
 بارگاہِ سیدِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آکر نفیس
 سوچتا ہوں، کیسے آیا؟، میں تو اس قابل نہ تھا



(۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء)

پیام آہی گیا

اللہ اللہ! جانِ جاناں کا پیام آہی گیا
 لطف کا پروانہ اک دن میرے نام آہی گیا
 جذبہ بے اختیارِ شوق کام آہی گیا
 اک فقیر بے نوا تک دورِ جام آہی گیا
 عاجز و درماندہ، سر تا پا شکستہ، ہائے ہائے!
 رفتہ رفتہ تا درِ بیت الحرام آہی گیا
 اب حیواں کی تمست تھی، سو پوری ہو گئی
 چشمہ زمزم پہ آخر تشنہ کام آہی گیا
 اپنے ارماں پورے کر لے، خوب جی بھر کر یہاں
 اے دلِ مہتاب! لے تیرا مقام آہی گیا
 میری جان جس پر پسند، کون و مکان جس پر نثار
 سامنے وہ روضہ خیر الانام آہی گیا
 اُن کی یہ ذرہ نوازی، اُن کا یہ جود و کرم
 بارگاہِ قدس میں بہرِ سلام آہی گیا
 حاضری اب ہو رہی ہے سال کے بعد اے نفیس
 صبح کا بھولا ہوا گھر اپنے شام آہی گیا



مکہ المکرمہ
 مدینۃ النورۃ
 رمضان المبارک
 شوال المکرم ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء

یادِ مدینہ

رَمَضَان کا جو مہینہ آیا
 یاد رہ رہ کے مدینہ آیا
 ہاتھ اٹھا کر جو دُعائیں مانگیں
 ہاتھ رحمت کا خزینہ آیا
 بارگاہِ نبویؐ میں پہنچا
 جیسے ساحل پہ سفینہ آیا
 حوصلہ سامنے ہونے کا نہ تھا
 مُنہ چھپائے یہ کمینہ آیا
 تن بدن کانپ رہا تھا میرا
 اُف، ندامت پسینہ آیا
 عرض کرنا تھا دل زار کا حال
 کچھ سلیقہ نہ قرینہ آیا
 آہ افسوس! صد افسوس نفیس
 فصلِ گل میں بھی نہ پسینا آیا

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

توحید کا دم بھر شام و سحر
 اللہ کے بندے شُرک نہ کر

حسرت

رَمَضان بھی گزر گیا یوں ہی چڑھ کے آیا، مگر گیا یوں ہی
 موج آئی نہ کوئی ساحل تک دل کا دریا اُتر گیا یوں ہی
 ماہِ نو عشق کی طَرح آیا ہم پہ الزام دھر گیا یوں ہی
 کیا سُہانی سُہانی راتیں تھیں خواب تھا جو بکھر گیا یوں ہی
 دامنِ دل نہ بھر سکا آب کے موسمِ گل گزر گیا یوں ہی
 لگ رہی ہے فضا اُداس اُداس ہائے سُنان کر گیا یوں ہی
 ذکرِ جاناں سے جاں میں جاں آئی زیت کا رُخ نکھر گیا یوں ہی
 اُن کا غم تو محیطِ عالم ہے میرے سینے میں بھر گیا یوں ہی
 سفرِ حج بُت مُبارک ہے کیا کریں گے، اگر گیا یوں ہی

اللہ اللہ اُس کا بَخت نفیس

جو مدینے میں مَر گیا یوں ہی

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

آرزو

یہی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں مرنے کو جی چاہتا ہے

یہ کس جانِ جاناں کا فیضِ نظر ہے
کہ جی سے گزرنے کو جی چاہتا ہے

بگڑنے ہی میں عمر گزری ہے ساری
خُدا یا! سنورنے کو جی چاہتا ہے



(۱۹۹۷/۱۴۱۷ھ)



محمد را بجان خویش دارم
 بجان خویش بیش از بیش دارم
 قرابت با تو شد اعزاز امت
 بحمد اللہ من درویش دارم
 غم تو مذہب اہل محبت
 زہے قسمت محبت کیش دارم
 بیا عشق جنوں ساماں ! مدد کن
 کہ صحرائے عرب درپیش دارم
 بفیض حسن تو آئے شاہ خوباں
 سر سلطان ، دل درویش دارم
 نفیس آن جانِ جاناں را سلا مے
 ز درد عشق او دلریش دارم
 (نواح ۱۹۷۵-۱۹۸۳ء)

منائب

بُکْر و عُمَر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم

اصحابِ محمد ﷺ کے ولی
 یارانِ نبی میں سب سے جلی
 وہ شیعِ حرم کے پروانے
 بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ
 اسلام نے جن کو عزت دی
 ایمان کی روایت جن سے چلی
 ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی
 لگتی ہے یہی ترتیبِ بھلی
 اس نظم کی خوشبو پھیلے گی
 گو بجے گا یہ نغمہ گلی گلی
 یہ کتبہ حرم کی زینے
 لکھ شاہِ نفیس اب اس کو جلی
 بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ
 وہ ختمِ رسل کے دیوانے
 بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ
 اسلام کو قوت جن سے ملی
 بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ
 ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
 بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ
 یہ خوشبو ہر سو پھیلے گی
 ”بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ“
 یہ لوحِ قلم کی زینے
 بُکْر و عُمَر، عثمان و علیؓ



(۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)

کربلا کے بعد

لایا جو خونِ زنگِ دگر کربلا کے بعد
 اُونچی ہوا حسین کا سر کربلا کے بعد
 پاسِ حرم، لحاظِ نبوت، بقائے دیں
 کیا کچھ تھا اُس کے پیشِ نظر کربلا کے بعد
 اے رہ نورِ شوقِ شہادت ترے نثار
 طے ہو گیا ہے تیرا سفر کربلا کے بعد
 آباد ہو گیا حرمِ ربِّ رسول کا
 ویراں ہوا بٹول کا گھر کربلا کے بعد
 نومازیدیت کی شبِ تار کا فُسوں
 آئی حُسنیت کی سحر کربلا کے بعد
 اک وہ بھی تھے کہ جان سے منبس کر گزر گئے
 اک ہم بھی ہیں کہ چشم ہے تر کربلا کے بعد
 جو ہر کا شعرِ صفحہ ہستی پہ ثبت ہے
 پڑھتے ہیں جس کو اہلِ نظر کربلا کے بعد
 ”قبلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
 اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد“



(۵۱ - ۱۹۵۵ء)

الحمد للہ مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راجِ دُلا روں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گُسا روں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدُّس کی سیگاہ
اُن خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا
گلزارِ فاطمہؑ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفسِ نفس میں تھے قرآن کھلے ہوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شہرِ معیں کا ذکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خُدا کے مرگِ شعاروں کی بات کر

(۴۳-۱۳۷۵ھ / ۵۴-۱۹۵۶ء کے درمیان کہی گئی)

اُسوۃ شیریہ رضی اللہ عنہ

گوںج اُٹھے اَرْض و سماء نعرۂ تجبیر کے ساتھ
 رَن میں نکلا کوئی سُونتی ہوئی شمشیر کے ساتھ
 ایک بجلی سی چمکتی ہے پس پردہ اُبر
 ایک ظلمت سی اُجھنے کو ہے تنویر کے ساتھ
 ہر قدم اُٹھتا ہے اسلام کی عظمت کے لیے
 دَم بدم بڑھتا ہے اللہ کی تجبیر کے ساتھ
 یہ تو پھر خُونِ جگر گوشہ پیغمبر ہے
 عرشِ ہل جاتا ہے اک آہ کی تاثیر کے ساتھ
 خاک اور خُون میں لتھڑے ہوئے جانبازوں سے
 پیش آتی ہے مشیتِ بڑی توقیر کے ساتھ
 اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں
 جس نے وابستہ کیا دامنِ شبیر کے ساتھ

(۴۱-۱۳۷۴ھ/۵۲-۶۱۹۵۵ء)

خواجہ اجمیریؒ

معین الدین حسنؒ سنجر امیر
 امام چشتیاں ، روشن ضمیر
 رسول اللہ ﷺ اُو را حکم فرمود
 برائے ملک ہند آمد سفیر

کیم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

قطب صاحبؒ

بختیار آں قطب دین مصطفیٰ
 پیروان مرتضیٰ را رہنما
 شعر پیرجامؒ بشنید از قضا
 ”کشتگانِ خنجر تسلیم را
 ہر زماں از غیب جانے دیگر است“

کیم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۱۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمہ اللہ (م-۶۳۳ھ/۱۲۶۶ء)

۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار خاوسی کا کی رحمہ اللہ تعالیٰ (م-۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء)

۳۔ حضرت شیخ احمد جام رحمہ اللہ..... شہاب الدین ابونصر احمد المعروف بہ ژندہ بیل (۱۰۴۹ھ/۱۰۴۹ء تا

۵۳۶ھ/۱۱۳۱ء) دورِ سلاجقہ کے ایرانی صوفی اور متعدد فارسی کتابوں کے مصنف (مرتب)

بابا فریدؒ

فریدؒ آں امیرِ امیرانِ عالم
شہِ چشتیاں پیرِ پیرانِ عالم
چہ خوش گفت سید محمد حسینیؒ
”فرید است از بے نظیرانِ عالم“

(۱۳۱۴ھ / ۱۹۹۷ء)



سلطانِ جمیؒ

یتیمے بود مردِ با خدا شد
مر او را منصبِ عالی عطا شد
اجودھنؒ چوں رسید آں جانِ جاناں
نظامِ الدین محمد اولیاء شد

یکم شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۱۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (م۔ ۶۶۳ھ)

۲۔ حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ (م ۸۲۵ھ)

۳۔ سلطان الشاہ حضرت خواجہ نظام الدین لویاء رحمہ اللہ (م۔ ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء)

۴۔ پاک پٹن فریب

چراغِ دہلیؑ

آہ وہ عسدرِ باغِ ترا
 جس سے پاتے ہیں ہم سُراغِ ترا
 کتنے طوفانِ سر سے گزرے ہیں
 جل رہا ہے مگر چراغِ ترا

(۱۲۱۰ھ / ۱۹۹۷ء)



ؑ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغِ دہلی (۱۵۷۰-۱۵۷۱ھ) جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہما اللہ

بھنور خواجہ کیسودراز رحمۃ

اے منظرِ شانِ کبریاۓ اے پر تو نورِ مصطفائی
 اے پیکرِ زہد و پارسائی اے وارثِ فقرِ مرتضائی
 اے خواجہ خواجگانِ عالم اے رشکِ اجودھنی و طائی
 اے خسروِ زمزمہ طرائف اے ثانیِ سعدی و سنائی
 اے روشنیِ چراغِ دہلی اے رونقِ بزمِ چشتیائی
 اے مشربِ تستِ عشقِ احمد اے ملکِ تو خدا نمائی
 ہر نقشِ تو آفتابِ بادا تا حشرِ فائدہ روشنائی
 یکبارہ کہ باریابِ کردی ہم بارِ دگر کرم نمائی
 شاق است چو بر دلِ نفیسی اے جانِ جہاں ! چرا جدائی

○
(۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء)

اے حضرت خواجہ کیسودراز قدس سرہ کو خواب میں دیکھا، ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں۔ میں تجھ ہوں حضرت
 کی انگشتِ شہادت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔ (نفیس)

حضرت سید اکبر حسینؑ

حُسنِ ابنِ محمّدِومِ بندہ نواز
 زِ اقطابِ مرخومِ اہلِ دکن
 بہ اکبرِ حُسنی و "سیدِ بڑا"
 مگر ہست موسومِ اہلِ دکن
 چہ مہرِ جہانتابِ افلاکِ چشت
 چہ خوشِ دُردِ منظومِ اہلِ دکن
 زِ دہلی بہ گلبرگِ تشریفِ بُرد
 مزارِ است مقسومِ اہلِ دکن
 چو پُرسند سالِ وصالشِ نفیس
 بگو "بُودِ محمّدِومِ اہلِ دکن"

۲ ۱ ۸ ۷



۱۔ سید حسین المعروف بہ حضرت سید محمد اکبر حسینؑ فرزند اکبر خواجہ بندہ نواز حضرت گیسو دراز قدس سرہ
 یہ قطعہ تاریخ "تذکرۃ محمدوم زادۃ بزرگ" مولفہ سید عظمت اللہ حسینؑ شائع کردہ بزمِ معراجِ عاشقین
 گلبرگ میں طبع ہوا۔ تاریخ تصنیف : ۱۳۸۲ھ / ۶۳-۶۱۹۶۴

بر مزارِ قُطْبِ الارشاد

خاتم المحدثین شیخ الاسلام والمسلمین ندوۃ الصغیاء الکاملین مُجدد العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ
(م۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ / ۵-۱۹-۶۱) کے حضور میں نذرانہ نفیس

ہے یہ کس کی خواجگہ حیس، یہ نفیس کس کا مزار ہے
کہ نفسِ نفس کو جو ہے سگوں تو نظرِ نظر کو قرار ہے
یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سردی، وہ ہزار رشکِ بہار ہے
یہ فرود گاہِ رشید ہے، یہ مقامِ نر فرید ہے
یہ مکانِ خلدِ نشان ہے، یہ مکیں عرش و قار ہے

لے ابو ضیفہ وقت : حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو تفقہ میں مقامِ بلند
کی بنا پر ”ابو ضیفہ عصر“ کا لقب دیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے۔

جو اُبُو حَنِیْفَہ وقت تھا، جو کبھی حُجْرَتِ رَمٰی عصر تھا
 جو حُجْنِد و سَبَلِی دہر تھا، یہ اُسی کی خاکِ مزار ہے
 یہ مزارِ بَقْعَہ نُوْر ہے، یہ جہانِ عشق کا طُور ہے
 یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تجلیوں کا دیار ہے
 یہاں قدسیوں کا نزول ہے، یہ دلیلِ حُسنِ قبول ہے
 یہاں سو رہا ہے وہ نازنین، جو نبی کا عاشق زار ہے
 جو کلامِ دوست کا نور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے
 اسی فیض سے، اسی نور سے، یہ مزارِ مُقْتَدِم زار ہے
 یہ حُجُوں کا مَحْمِلِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے
 مِرّاعِشَق حاصلِ شوق ہے، مِرّاعِشَق اس پہ نثار ہے
 وہ کہ تھا مُجاہِدِ شامِلی، صفیں جس نے اُٹھیں فرنگ کی
 اُسی صفِ شِکْن کی یہ گھات ہے، اُسی شیر کا یہ کچھار ہے

۱۔ شاملی، آپ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں خانقاہِ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صفِ آزار
 ہو گئے اور اپنے مُرشد حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے رُفقاء کے ساتھ قصبہ شاملی کے معرکہ جہا
 میں شامل ہو کر خوب دادِ شجاعت دی۔ ۲۔ قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ

(پہلی اس مثالی شخصیت بحوالہ تاریخِ دارالعلوم دیوبند)

کبھی جامِ پینے پہ آگئے، تو سمندروں کو چڑھا گئے
 یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، مے عشق ہی کا خمار ہے
 یہ عنایتیں، یہ نوازشیں، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھیے
 مری آنکھ محوِ جمال ہے، مرے سامنے بُخِ یار ہے
 میں نگاہِ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبور سے کیا کہوں
 ابھی حشر میں بڑی دیر ہے، ابھی دُور رُوزِ شمار ہے
 کوئی نکتہ چیں ہو، ہو اکرے، مگر اے نگاہِ کمال ہیں
 ذرا کر کے دیکھ مُشاہدہ، یہاں نور ہے وہاں نار ہے
 کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کام کیا
 مری اہلِ دل سے ہے دوستی، مجھے اہلِ درد سے پیار ہے
 یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زلفِ رشید ہوں
 اسی سلسلے کا مُرید ہوں، مرا اس پہ دار و مدار ہے
 کوئی دیدہ وَر ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مُرد ہے
 یہ جو کمکشاں کی سی گرد ہے، اسی گرد میں وہ سوار ہے

میں فدائے عشق رسول ہوں، میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں
مراد دل خدا کے حضور میں، نبی از سجدہ گزار ہے



۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ
سہارنپور ۲۷ جنوری ۱۹۷۰ء

www.ahlehaq.org

شعر الفراق

آہ قطبِ الہی شاد گزشتہ ۱۳۸۲ھ

تلمذِ رفیق
سلطانِ عرفان سید الطائفہ حضرت اقدس مولانا و مرشدنا شاہ عبدالقادر راسپوی نور اللہ مرقدہ

دل ہے پُر خوں، آنکھیں پُر غم	اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم
عشق سراپا، حُسنِ مجسم	اللہ اللہ، اُن کا عالم
قبلہ نما و قبلہ عالم	حضرت عبدالقادر ثانی
رُشکِ حبسید و شبلی و ادہم	قطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ
ختمِ انہی پر اُن کا عالم	فانی فی اللہ، باقی باللہ
نائبِ حضرت فخرِ دو عالم	جامعِ سنت، قامعِ بدعت
شکری پیغمبرِ خاتم	عسکری اصحابِ محمد
جاری ساری باہم باہم	نورِ شریعت، فیضِ طریقت
ڈھونڈ نہ پائے عالم عالم	ایسا عارف، ایسا مرشد
اُتر، دکھن، پُورب، کچھیم	تجھ سا دیکھا، نہ تجھ سا پایا

لے وصالِ مبارک ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بروز پنجشنبہ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء بوقت چاشت دربدۃ لاہور، پاکستان۔

لاکھوں دِلبر، لیکن پھر بھی
 حُسنِ تکلم، رنگِ تبسم
 گاہ اشارہ، گاہ کینایہ
 سوزِ مروتِ کخطہ کخطہ
 اپنے پرائے، یکساں یکساں
 استغنا کا عالم، واللہ
 اُف رے دبی چنگاری دِل کی
 آہ! ترا اندازِ محبت
 یاد رہیں گے تیرے جلوے
 آہ کہ تجھ سے گرم تھی محفل
 اُجڑا اُجڑا، ویراں ویراں
 ساحلِ جہنم پر کیا گزری
 تم ہی کو کچھ عنم کی کہانی
 آہ نفیس زار کی حالت
 اللہ اللہ دیکھ لیا ہے!
 سینہ بریاں، دیدہ گریاں
 ذکر کی دُنیا سُونی سُونی
 دُنیا دُنیا، عُقبی عُقبی
 تیرا عالم، تیرا عالم
 غم کا مُداوا، جِسم کا مرہم
 مجملِ مجمل، مُبسم مُبسم
 دردِ محبت پیس پیس
 سب کا مونس، سب کا ہمدم
 خاک برابر لاکھوں درہم
 آگ لگا دی پُورب پچھم
 عشق میں شعلہ، حُسن میں شبنم
 روشن روشن، مدھم مدھم
 آہ کہ اب ہے درہم برہم
 ہاتے وہ رائے پور کا عالم
 آہ وہ طوفانِ برہم برہم
 اے لبِ راوی، اے لبِ جلم
 بیکل بیکل، بیدم بیدم
 حشر سے پہلے حشر کا عالم
 آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم
 فکر کا عالم درہم برہم
 عالم عالم تیرا ماتم

دل کہ شہیدِ ناز ہے تیرا زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم
 آہ کہ تجھ بن چہن نہیں ہے یاد ہے تیری پیہم پیہم
 آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے آہِ اندامت سے ہے سرِ خم
 اے مرے مُشفق، اے مرے مُحسن! تم ہو جو میرے پھر مجھے کیا غم
 انشاء اللہ، انشاء اللہ آج سے ہے یہ وعدہ محکم
 وہ جو عزیزِ جاں ہے تمہارا وہ ہے ہمارا اُس کے ہیں ہم
 ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم
 حشر میں ہم کو بھول نہ جانا یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم

حشر تلک تربت پر تیری
 نور کی بارش برے چھم چھم

(۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)



حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری جانشین حضرت قدس اپوریؒ نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اہل علم و فضل کے سر تاج ، ولیوں کے ولی
 عارف^۱ لاہور یعنی حضرت احمد علی
 اللہ اللہ ایک نو مسلم کا سرزندِ جلیل
 شرک کے ماحول میں جس نے سچا دی کھلی
 تربیت دی تھی عبید اللہ سندھی نے اُسے
 انقلابی فکر و حکمت جن کے سایے میں پلی
 مُرشدِ امروٹ^۲ سے اور عارفِ دین پور سے
 زندگی پائی تھی نورِ حق کے سانچے میں ڈھلی
 اُن کی رگ رگ میں تھا فسرِ دیوبندی موجدِ جن
 اُن کے خونِ دل سے شاخِ حریت پھولی پھلی
 کون تھا اس دور میں انگریز کا پکا حریف
 جانتی ہے خوب یہ لاہور کی ہر ہر گلی
 کس نے لکارا فرنگی جبر و استبداد کو
 سر اٹھانے کی یہاں رسمِ جنوں کس سے چلی

۱۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ، سانچہ ارتحال ۱۸ رمضان ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء)

۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی (م۔ ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء)

۳۔ مُرشدِ امروٹ : حضرت مولانا تاج محمود امروٹی (م۔ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

۴۔ عارفِ دین پور : حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری (م۔ ۲۳ مارچ ۱۹۳۶ء) مُرشدِ مولانا احمد علی

مجمع اوصاف تھی لا ریب اُن کی شخصیت
وہ مُفسر، وہ مُصنّف، وہ مُجاہِد، وہ ولی
اُن کی بزمِ فقر تھی اس بات کی زندہ دلیل
شاہِ ہفت اقلیم سے درویش کی صُجبت بھلی
یہ حقیقت ہے کہ اُن کے قلبِ نور افروز سے
خطّہ پنجاب میں ایمان کی مشعل جلی
اللہ اللہ، جس کے حق میں اُٹھ گئے دستِ دُعا
عمر بھر کی تیرہ بختی کی بلا سر سے ٹلی
عشق تھا اُن کو جو مولانا حسین احمد کے ساتھ
اس کی وجہ خاص تھی عشقِ نبیؐ کی بے کالی
زندہ جاوید ہیں اُن کے نقوشِ زندگی
نامِ نامی شہادت ہے اُن کا بَعْنوانِ جلی
جانشین اُن کے ہیں مولانا عبید اللہ آج
لوگ کہتے ہیں بحب اُن کو ولی ابنِ ولی
میں نے مولانا کو دیکھا وقتِ رخصت اے نفیس
چہرہ انور تھا جیسے حُلہ کی کھلتی کلی



(۸۱-۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)

۵۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ : (م۔ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء)
۶۔ مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ (م۔ ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء) ابن حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ۔

مولانا محمد کشیر رحمہ اللہ

داعی اہل سنت، محمد کشیر
جانشین امیر کبیر شہر
فاضل دیوبند و ولی خدا
آں خجستہ خصال و ستودہ صفات
فیض علمی ز انور شرع بے مثال
شیخ الیاس و از شیخ عبد الشکور
بالیقین بود او یادگار سلف
صاحب خلق، خیلے کریم و حلیم
عالم باعمل، مرد روشن ضمیر
پیر و راہ آں ہادی کا کشیر
مصلح تبت خرد، شیخ کبیر
حامل دولت فقر و خیر کشیر
ہم ز سید حسین احمد بے نظیر
باطن و ظاہر اوشدہ مستنیر
اہل اسلام را ہمصغیر و سفیر
گفتگو اش ملائم، سخن دلپذیر

۱۔ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۶۶ھ) ادبی کشمیر

۲۔ دارالعلوم دیوبند (ضلع سہارنپور، ہند)

۳۔ ۴۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی
قدس سرہ سے حدیث شریف پڑھی۔ زیادہ تر شاہ صاحب سے پڑھا۔

۵۔ رئیس التبلیغ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کا
شرف حاصل کیا اور طریقہ تبلیغ سیکھا۔

۶۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ترویج شیعیت کی تعلیم حاصل کی۔

ساکنانِ سکرُو و خپلو ہمہ حُسنِ اخلاقِ اُو را مُطیع و اُسر
 خادمِ اہلِ بیت و صحابہؓ بے عاشقِ مُصطفیٰؐ بُود غایتِ کثیر
 ظلمتِ رِفض از نورِ اُو پاش پاش ذاتِ اُو بَلتیاں را سراجِ مُنیر
 غازی و زاہد و عجبِ شبِ زندہ دار صائمِ لذتِ اندوزِ نانِ شَعیر
 بادِ مَغفُورِ رَبِّ غَفُورِ اے نفیس
 بہرِ جہِ رُسُولِ بَشیر و نذیر
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تاریخ وفات : ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ / ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء



بیادِ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ

اے نورِ عینِ حضرتِ الیاس دہلویؒ

اے یوسفِ زمانہ! نہیے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تیری زندگی رہی

لا ریب تیری ذات تھی روشن ترین مثال

ہر بتکدے میں تیری اُذاں گونجتی رہی

اللہ نے دیا تجھے نطق و لب بلالؓ

تبلیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر

اس راستے میں جان بھی دے دی نہیے کمال

وارد ہوا یہ قلبِ حزنِ نفیس پر

”رأس مُبلغان“ ہے ترا سارا انتقالؒ

۸۴ھ ۱۳

۱۔ قطبِ الواصلین شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ، بانی تبلیغی جماعت۔

(۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۵ء)

۲۔ تاریخ وفات ۲ اپریل ۱۹۶۵ء

جناب شاہ حسین خیر بند نوازی رحمۃ اللہ علیہ

آل عاشق الہ	مقبول بارگاہ
چشم و چراغِ چشت	سلطانِ خانفتاہ
مہتابِ کز و فر	خورشیدِ عز و جہا
پیشانیِش و سراخ	روشن چو مہر و ماہ
طبعش و نوری بزم	ذاتش چراغِ راہ
انوارِ روضتین	ہر شام و ہر بچہ
گلبرگِ شریف	بر شان او گواہ
گیسو دراز بودہ	خوش قلب و خوش نگاہ
زینِ عرصہٴ حیات	رحلت نمود آہ
گفتہ دلم نفیس	سال وصال شاہ

”شاہ حسین خیر بندہ نوازی آہ“

ہم ”عاقبت بخیر“ گفتہ دل تباہ
 ۵ ۸ ۳ ۱ ۵

سجادہ نشین روضہٴ بزرگ گلبرگِ شریف ۱۳۸۵ھ (۶۶-۱۹۶۵ء)

حکیم سید محمد عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ را چیں منظور شد
 از جہاں آں جان جان مستور شد
 نام او سید محمد عالم است
 شہرہ زاتش قریب و دور شد
 آں حکیم حاذق و خطاط عصر
 یک جہاں از فیض او معمور شد
 اے خوسا منظر کہ ہنگام واصل
 رُوش از عین الیقین پر نور شد
 فردِ واحد بود و رفت آخرِ نفیس
 ”از جہاں لقمانِ ثانی دور شد“

۱۳۶۳-۱-۱۳۶۲ھ



۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

ولادت: ۱۶ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ / ۷ نومبر ۱۸۸۳ء

وفات: ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ / ۸ جون ۱۹۴۳ء

استاذ الخطاطین سید محمد عالم گھوڑیا لوی اور کاتب القرآن حکیم سید نمیک عالم شاہ سیالکوٹی رحمہ اللہ علیہما (فرزند ان سید نواب شاہ بن سید محمد شاہ بن شاہ محمد سلیم از اولاد قطب الاقطاب حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس اللہ سرہ) دونوں حقیقی بھائی اور والد ماجد کے اساتذہ خطاطی تھے۔ نفیس

حکیم سید نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بِجَنّائِ شَآءِ نِیْکِ عَالَمِ رِفْت
 زہے آں مَرْدِ نِیْکِ وَ بَاتَقْدِیْسِ
 نَبَا سَیِّدِ حُسَیْنِ بُود
 قَلَمِشْ بُد کَلَامِ پَاکِ نَوِیْسِ
 بُزْبَانِشْ دُعا وَ هَم تَارِیْخِ
 غَفَرَ اللّٰہُ لِیْ نَوِشْتِ نَفِیْسِ

۱۳۸۴ھ



(۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء)

۱۔ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کے والد گرامی سید محمد اشرف علی شاہ کے برادرِ عم زاد، متواضع، متواکل، سادہ پوش اور خدا ترس انسان۔ عمر بھر میں ۵۹ قرآن پاک کی خطاطی کے علاوہ صرف تینیس دنوں کی ریکارڈ مدت میں ایک جہاں کی کتابت فرمائی۔

تاریخ وفات ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۶۴ء بروز دوشنبہ بعمر ہفتاد و چار سال۔

غروب آفتاب

نالہ دل برضال عارف بابا بنی حضرت صوفی سید شاہ مقبول احمد صاحب رحمۃ اللہ

المستوفی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ شب جمعہ
۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء

چھپ گیا آفتاب شام ہوئی	اک مسافر کی رہ تمام ہوئی
شب سیہ پوش ہو گئی غم سے	صبح کی آنکھ لالہ منام ہوئی
زندگی پر کُشا رہی برسوں	آخر کار زیرِ دام ہوئی
اے خاموش ہیں وہ لب جن سے	یاد حق با صد التزام ہوئی
اٹھ گئی برکتِ سحر گا ہی	لیلۃ الہیٰ تدر بے قیام ہوئی
مے و مینا کا دور ختم ہوا	آخر شب شکستِ جام ہوئی
جانِ جاناں کے ساتھ ہی رخصت	لذتِ نامہ و پیام ہوئی
گوشہ چشم التفاتِ پھرا	ختم رسم و رہِ سلام ہوئی

میکدے کی بہار بیت گئی بند آب وہ صلائے عام ہوئی
 اُن کا دل مہبطِ محبت تھا اب محبت خیالِ خام ہوئی
 جب بے دل سے دل قریب ہوا رُوح سے رُوح ہمکلام ہوئی
 اُن کی گمنام زندگی دکھیں وہ جنہیں شہرتِ دوام ہوئی
 لاکھ گرہوں میں بند تھی پھر بھی مشک و عنبر کی موجِ عام ہوئی
 ساعتِ وصل آن ہی پہنچی بندگی و فناء المرام ہوئی
 زہے وہ جاں کہ مطمئن تھی یہاں آخرت میں بھی شاد کام ہوئی
 مَر جبا وہ نفس کہ جس کو نصیب خُلد کی عشرتِ مدام ہوئی
 شاد باش اے مکینِ خُلد، تری تربتِ خام خوش مقام ہوئی
 میری تحریر رہ گئی قاصر اُن کی توصیف نامتام ہوئی

تُو بھی کر فکرِ آخرت کہ نفیس

زندگی رُو بہِ اِختتام ہوئی



والدہ مرحومہ کی رحلت پر

ہاے یہ رحلتِ جاناں کا اثر، کس سے کہوں
 دردِ دل کس سے کہوں، دردِ جگر کس سے کہوں
 موت کی اُن کو تمسنا تھی کہ وہ صادقہ تھیں
 اب میں یہ بات بجز اہل نظر، کس سے کہوں
 کیفیتِ جن کو حضوری کی رہی جیتے جی
 واصلِ حق ہیں باندازِ دگر، کس سے کہوں
 نسبتِ وفا طمی کا فیض ہے اللہ اللہ
 کی بسرِ زندگی بے زیور و زر، کس سے کہوں
 حیف صد حیف! ہوا مسکنِ مسکین ویراں
 زیت کا نظم ہوا زیر و زبر، کس سے کہوں
 یمنِ انفاس سے جن کے مری منزل تھی نفیس
 جا بے آہ وہ فردوسِ نگر، کس سے کہوں
 گوشہ گوشہ تھا بس اک ذات سے جس کا معمور
 سونا سونا نظر آتا ہے وہ گھر، کس سے کہوں

ماست تھی جو بنگا ہوں میں سمٹ آئی تھی
 دیکھنا اُن کا وہ ہنگامِ سفر، کس سے کہوں
 ایک رقت سی طبیعت میں بسی ہے ایسی
 خشک ہوتے ہی نہیں دیدہ تر، کس سے کہوں
 غم کا لشکر ہے کہ بڑھا ہی چلا آتا ہے
 صبر کب تک رہے گا سینہ سپر، کس سے کہوں
 زندگی کیسے کٹے گی، یہی اب سوچتا ہوں
 درد میں ڈوب گئے شام و سحر، کس سے کہوں
 بے خبر ہیں مرے عالم سے زمانے والے
 اپنے اس عالمِ حیرت کی خبر، کس سے کہوں
 غم زدہ مدفنِ جاناں سے چلا آیا ہوں
 دل پہ جو بیت رہی ہے وہ مگر کس سے کہوں
 اُن کی تربت پہ رہے بارشِ انوارِ مدام
 ابرِ رحمت ہو تسلسل سے گمِ بارِ مدام



(وفات ۱ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ / ۶ مئی ۱۹۸۷ء)

فَقَمَّوْا الْعَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(البقرہ، ۱۴۰)

بیادِ والدِ بزرگوارم رحمۃ تعالیٰ علیہ

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ^۱

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶

دل زخم زخم لوگو! کوئی ہے، جسے دکھائیں
کوئی ہم نفس نہیں ہے، غم جاں کے سنائیں
یکایک جو چھا گئی ہیں، غم و درد کی گھٹائیں
گیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضا تیں
اٹھا سا بانِ شفقت، بڑی تیز دھوپ دکھی
نہیں دور دور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں
رہ زندگی کی مونس، انہی محسنوں کی یادیں!
شب زلیست کے ستارے، وہ خلوص کی دعائیں

۱۔ خطاط القرآن سید محمد اشرف علی زیدی نور اللہ مرقدہ آسودہ احاطہ سادات گیسو دراز قبرستان میانی
صاحب منگ لاپور۔ تاریخ وفات ۳۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء

وہ رفاقتوں کی راتیں، وہ ہر اک سے دل کی باتیں
 گئے دور کے وہ قصے، ہمیں یاد کیوں نہ آئیں
 وہ شجاعتوں کے پالے، بڑے صبر و شکر والے
 وہی حوصلے حسینیؑ، وہی زیدؑ کی ادائیں
 وہ خوش نصیب، قرآن کی حسیں حسیں نگارش
 زبے وہ صریح خامہ، کہ ملک بھی جھوم جائیں
 دمِ مرگ تھی تسلی، سرِ قبر ہے تجلی
 ہوں مدامِ غمِ شبِ افشاں، یہاں خلد کی ہوائیں
 ہو نصیب جامِ کوثر، یہ نفیس کی دعا ہے
 مگر اک حسیں تمنا کہ حضورؐ خود پلائیں



(۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء)

۱۔ نسب تعلق زید بن علی زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہم سے ہے۔
 ۲۔ آپ نے اپنی عمر میں تقریباً سولہ قرآن مجید کی کتابت کا شرف حاصل کیا۔ (مرتب)

رخصت!

رخصت اے روح و روانِ زندگی
 رخصت اے جانِ جہانِ زندگی
 جا ملیں گے ہم بھی اک دن آپ سے
 گامزن ہے کاروانِ زندگی
 تم سبھی پر ہو سلام اہلِ قبور
 بخش دے اللہ ہم سب کے قصور
 اور بخشے تم کو بھی رب غفور
 آگے آگے جانے والو ہم سے دُور
 پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں ضرور

ۛ حضرت سید نقیس الحسینی مدظلہ کی رفیقہ حیات، نہایت متشرع، زاہدہ و عابدہ، کثیر التعداد
 بیویوں کی قرآن پاک کی معلمہ، حد درجہ صابرہ و شاکرہ خاتون، عمر بھر سیدۃ النساء حضرت بی بی
 فاطمہؓ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہیں۔

تاریخ وفات: ۱۴ صفر ۱۴۲۲ھ (۹ مئی ۲۰۰۱ء)

مدفن: اعظمیہ سلاطین گیسو دروازہ قبرستانِ میانی صاحب لاہور۔

تاریخ وفات: "فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ"

۲۲ ۳ ۱۴ھ

ۛ اہل قبور کیلئے مسنون دُعا:

السلام علیکم یا اہل القبور، یغفر اللہ لنا و یغفر اللہ لکم انتم سلفنا ونحن بالاثار۔

یقین نہیں آتا

انیس جاں سے گیا ہے ، یقین نہیں آتا
وہ اس جہاں سے گیا ہے ، یقین نہیں آتا
شرف مکاں کو یقیناً مکیں سے ہوتا ہے
مکیں مکاں سے گیا ہے ، یقین نہیں آتا

۳ شعبان العظم ۱۴۲۲ھ

۲۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۵ حضرت سید نفیس المینی مدظلہ العالی کے اکھوتے صاحبزادے حافظ سید انیس الحسن المینی بتاریخ ۱۹ رجب ۱۴۲۲ھ (۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء) بروز پیر بعد از غروب آفتاب تین دن اتفاق ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد قضائے الہی سے وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ انکی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔ قرآن پاک کے حافظ، بہترین خطاط اور اپنے والد محترم کے انداز خطاطی کے امین و وارث تھے۔ اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اپنی والدہ محترمہ کی وفات کے صرف چار ماہ بعد قبرستان میانی صاحب، اطراف سادات گیسو دراز میں اپنے دادا سید محمد اشرف علیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (مرتب)

حافظ سید امین الحسن غفر اللہ

دل و دماغ پہ اب چھا گیا ہے غم تیرا
 کہ ذکر آتا ہے لب پر بخشم نم تیرا
 سوادِ قلب میں تیر فراق آن لگا
 رہے گا دردِ محبت سدا علم تیرا
 میں اپنے صبر کی اس کیفیت سے واقف ہوں
 بڑا ملال ہے اللہ کی قسم تیرا
 غریب سہر کو تنہائیوں میں چھوڑ دیا
 مرے انیس! بس اب کھل گیا بھرم تیرا
 سعادت اور انابت رہی رفیقِ سفر
 قدم اٹھا جو کبھی جانبِ حرم تیرا
 گذشتہ حج میں رفاقت کبھی نہ بھولے گی
 بڑے خلوص سے احساں وہ دم بہ دم تیرا

مرے خطوط کو ترتیب دی سلیقے سے
 اسی میں محو رہا فکر بیش و کم تیرا
 مری روش کا امیں تیرا خط ^{نستعلیق}
 کسے نصیب ہوا واسطی قلم تیرا
 تیرے قلم سے کھلائے سدا گلاب کے پھول
 خدا کی دین بہار آفریں قلم تیرا
 حدیث ختم نبوت ہے آخری شہکار
 خدا قبول کرے کلک خوش رقم تیرا
 قلم رُکا ہے ترا ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ پر
 یہ حسن خاتمۃ اللہ رے قلم تیرا
 الٰہی میری دُعا ہے انیس جاں کے لئے
 ہمیشہ اُس پہ رہے سایہ کرم تیرا
 ۱۴ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء



۳ واسطی قلم: اعلیٰ درجے کی خطاطی کے لئے واسط (عراق) کا قلم بہترین
 مانا گیا ہے اور اب یہ نرب المثل ہے۔

اذانِ جماد

”اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ“

شاعر ہوں میرا قلب ہے حساس و درد مند
 رکھتا ہوں ایک عالمِ عبرت نظر میں بند
 ماضی ہمارے حال پہ پرتو فگن نہیں
 ہم عظمتِ سلف سے نہیں آج بہرہ مند
 اک وقت تھا کہ ہم تھے زمانے میں سرفراز
 اک وقت تھا کہ ہم تھے ستاروں سے بھی بلند
 ہم کو بلا تھا اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ کا خطاب
 ہم تھے خدائے پاک کے نزدیک ارجمند
 ہم احسنی نبی سے مشرف کیے گئے
 ہم ملتِ عظیم تھے اور اُمتِ بلند
 اپنے امیر عرشِ معلیٰ سے ہمکنار
 اپنے فقیرِ قیصر و کسریٰ سے سر بلند
 فرعون پر ہنسا کیے دیوانگانِ عشق

قاروں پہ خندہ زن رہے شرب کے زلہ بند
 ہر فرد میں یہ جو ہر فطرت شکار تھے
 قلبِ سلیم و فقرِ صفا ہمتِ بلند
 تسخیرِ بحر و بر کو کبھی پرکشا ہوئے
 پھینکی سنرا ز کاکہشاں پر کبھی گم نہ
 جھنڈے حرم کے گاڑ دیے بامِ کفر پر
 فتح و ظفر کے چار سو دوڑا دیے سمنہ
 اُس وقت بھی نظامِ شب و روز تھا یہی
 پہنچا سکی نہ گردشِ دوراں ہمیں گزند
 اور اب یہ حال ہے کہ زمانے کی آگ میں
 اپنا وجود کچھ نہیں جُسنے دانہ سِنند
 بارِ گراں ہے دل پہ یہ احساسِ اے نفیس
 ”ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
 گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں“



شہیدانِ بالاکوٹ

شہادت گاہِ بالاکوٹ سے واپسی پر

قبائے نور سے سچ کر، لہو سے با وضو ہو کر
 وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سُرخرو ہو کر
 فرشتے آسماں سے اُن کے استقبال کو اترے
 چلے اُن کے جلو میں با ادب، با آبرو ہو کر
 جہانِ رنگ و بو سے ماورا ہے منزلِ جاناں
 وہ گزرے اس جہاں سے بے نیازِ رنگ و بو ہو کر
 جہاد فی سبیل اللہ نصب العین تھا اُن کا
 شہادت کو ترستے تھے سراپا آرزو ہو کر
 وہ رہباں شگفتے تھے تو فرساں دن میں رہتے تھے
 صحابہ کے چلے نقش قدم پر ہو ہو ہو کر

مجاہد سرکٹانے کے لیے بے چین رہتا ہے
 کہ سر اسرار ہوتا ہے وہ خنجر درگلو ہو کر
 سر میداں بھی استقبالِ قبلہ وہ نہیں بھولے
 کیا جامِ شہادت نوش انھوں نے قبلہ رو ہو کر
 زمین و آسماں ایسے ہی جانبازوں پر روتے ہیں
 سحابِ غم برستا ہے شہیدوں کا لٹو ہو کر
 شہیدوں کے لٹوے ارضِ بالا کوٹِ مشکیں ہے
 نیم صبح آتی ہے ادھر سے مشکبو ہو کر
 نفیس ان عاشقانِ پاکِ طینت کی حیات و موت
 رہے گی نقشِ دہرا سلامیوں کی آبرو ہو کر

○
(۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)

اے محاذِ جنگ میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے تمام جاں نثار ساتھی
 قدرتی طور پر قبلہ رخ تھے۔ سید نفیسؒ

حق کا بول بالا ہونے والا ہے

۱۹۹۰ء میں خوست (افغانستان) کے محاذِ جنگ سے واپس آتے ہوئے

بِحَمْدِ اللہ، حق کا بول بالا ہونے والا ہے
 سیاہی چھٹ رہی ہے اب اُجالا ہونے والا ہے
 سوادِ خوست سے دشمنِ خدا کے بھاگنے کو ہیں
 مسلمانوں کا قبضہ لا محالہ ہونے والا ہے
 کوئی کابل میں جا کر یہ نجیب اللہ سے کہہ دے
 تہ و بالا ترا ایوانِ بالا ہونے والا ہے
 بہت اچھا، تو کر لے ظلم، جتنا ہو کے تجھ سے
 ترا اے رُوسیہ اُمّہ اور کالا ہونے والا ہے
 شہیدوں کے لہو سے خوست کو سیراب ہونا ہے
 یہ خطہ آج کل میں کشتِ لالہ ہونے والا ہے

۱۔ کابل کے بعد افغانستان کا دوسرا بڑا شہر اور فوجی چھاؤنی ۔
 ۲۔ افغانستان پر روسی تسلط کے بعد کمیونسٹ لیڈر اور سربراہِ حکومت
 ۳۔ اپنے وقت کی سپر پاور روس جو افغانستان میں شکست کے بعد مکمل تباہی اور رُوسیہ سے دوچار ہوئی ۔

شہادت چاہنے والو! مبارک وقت آ پہنچا
 تمہارا زیپ تن، غلّی دو سالہ ہونے والا ہے
 مجاہد! نماز کر اپنے مُفتدر پر کہ تُو کل کو
 شہیدانِ اُحد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے
 امیرِ محترم سیف اللہ اختر کو مبارک ہو
 کہ اُن سے کارنامہ اکِ زلا ہونے والا ہے
 یہ کام اہل جنوں کا ہے، وہی اس کو سمجھتے ہیں
 یہ کام اہل خرد سے بالا بالا ہونے والا ہے
 نفیس ایمان کتا ہے، مرا وجدان کتا ہے
 ظہورِ نصرتِ باری تعالیٰ ہونے والا ہے

○
 (شوال ۱۴۱۰ھ / مئی ۱۹۹۰ء)

۴۷ حرکتِ الجہاد الاسلامی کے امیر اور عظیم مجاہد و کمانڈر جناب مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب جو
 جہادِ افغانستان میں از اول تا آخر شریک رہے۔

۴۸ بحمد اللہ یہ سب پیشین گوئیاں حرفِ بحرف پوری ہوئیں اور چند ماہ بعد ہی خواست اور اس کے کچھ
 عرصہ بعد کابل فتح ہو گیا اور کمیونسٹ افواج کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ (مرتب)

تا قیامت رہے آبروئے ہرات

ایک مدت سے تھی آرزوئے ہرات
 راہ دکھلائی قسمت نے سوتے ہرات
 جتنا شہر عرفان و علم و ہنر
 سارے عالم میں ہے ہاؤ ہوئے ہرات
 ہے فضا اس کی پاکیزہ و خوشگوار
 زندگی بخش ہے آب جوئے ہرات
 سارا ماحول ایمان افروز ہے
 بادۂ حق سے پڑے ہوئے ہرات
 عشق ہی عشق ہے چشت کا رنگ و نور
 حُسن ہی حُسن ہے خُلق و خوئے ہرات
 اپنے آبار و اجداد کی جستجو!
 پھر رہی ہے لیے کو بہ کوئے ہرات
 حضرت زید حبندی کا غم جہاد
 تا بہ دہلی گئی مشکبُوئے ہرات
 ہند پر غزنوی اور غوری کا راج
 آج بھی ماننا ہے عدوئے ہرات

اے مُبَصَّر، ذرا چشمِ بسینا سے دیکھ
 پڑے خُونِ شہیداں سے جوئے ہرات
 اب لوے شہیدوں کے گلزنک ہے
 کس قدر خوبصورت ہے روئے ہرات
 عظمتِ رفتہ مؤمن کو پھر ہو نصیب
 اب یہی ہے فقط جستجوئے ہرات
 اب بفضلِ خدا رُوس کی کیا مجال
 ہو سکے پھر کبھی رُوبروئے ہرات
 کس کی ہمت ہے تدبیرِ تابل بنے
 لے کے دکھلائے میدانِ گھوئے ہرات
 اے خوشا، قید سے اب تُو آزاد ہے
 چھپا، بلبِلِ خوش گلوئے ہرات
 نشاۃِ دینِ اسلام اب تجھ سے ہے
 مرجبِ غازی سُرفروئے ہرات
 دل کی گہرائیوں سے دُعا ہے نفیس
 تا قیامت رہے آبروئے ہرات



حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ / اپریل ۱۹۹۳ء میں ہرات کے
 سفر پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا ریاست ارشادِ اسلامی ولایت ہرات میں قیام ہوا۔ اسی سفر میں
 مرکز ولایت چشت بھی جانا ہوا، قیام ہرات کے دوران یہ نظم موزون ہوئی۔ (مرتب)

حاشیہ نفیس

۱۰ چشت : ہرات سے ۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر شمال مشرق میں پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک مردم خیز بستی کا نام چشت ہے۔ اس بستی میں باشارہ غیبی حضرت خواجہ مشاوہ بنوری رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابواسحق شامی رحمہ اللہ علیہ (متوفی ۷۲۹ھ) حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۵ھ) کی تربیت کے لیے تشریف لائے اور تربیت مکمل فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ آپ کے وجود مسعود سے جو سلسلہ یہاں چلا وہ سلسلہ چشتیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتی، آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی (متوفی ۷۴۱ھ) اُن کے خلیفہ خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمان چشتی (متوفی ۷۵۹ھ) اُن کے خلیفہ حضرت خواجہ مودود چشتی (متوفی ۷۵۷ھ) یہ سب سرزمین چشت ہی میں پیدا ہوئے اور چشت ہی میں ان سب کے مزارات ہیں۔ رحمہم اللہ رحمة واسعة۔

۱۱ حضرت زید جندی : حضرت سید ابوالحسن زید الجندی رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ (متوفی ۸۲۵ھ) خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ علیہ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے : سید ابوالحسن زید جندی بن سید ابو عبد اللہ اکھین الغدان بن سید ابو منصور محمد لاکبر بن سید عمر الاعلیٰ بن سید ابوالحسن یحییٰ المحدث (متوفی ۲۰۷ھ) بن سید ابو عبد اللہ اکھین ذی الدمعة (شہادت ۱۳۵ھ) بن سید ابوالحسن زید الشہید (شہادت ۱۲۲ھ) بن سید علی الاوسط امام زین العابدین (متوفی ۹۴ھ) بن یحییٰ البقی ابو عبد اللہ اکھین الشہید بسط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (شہادت ۶۱ھ) بن امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ (عمدة الطالب ص ۲۱۲، سیر محمدی ص ۷، تاریخ جمعی قلمی ص ۱)

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ کے آبا کرام تیسری یا چوتھی صدی ہجری میں عرب سے آکر ہرات میں آباد ہو گئے تھے۔ ان میں سے حضرت ابوالحسن زید الجندی رحمہ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے ہیں۔ آپ ایک لشکر کے ساتھ خراسان سے علم جہاد بلند کیے ہوئے فتح دہلی کے لیے تشریف لائے اور ایک معرکہ عظیم میں خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے، یہ ترکوں (غوریوں) کی فتح دہلی سے پہلے کا واقعہ ہے (یہ غالباً چوتھی صدی ہجری کا زمانہ ہے) قلعہ دہلی کے نیچے دروازہ شکار کے متصل آپ کا مزار پُر انوار ہے، حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ معروف تھا، البتہ ابکل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ (جوامع الکلم ص ۳۱۳، تاریخ جمعی قلمی ص ۱۴)

۱۲ غزنوی : فاتح سومات سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ علیہ (متوفی ۴۲۱ھ)

۱۳ غوری : سلطان شہاب الدین محمد غوری رحمہ اللہ علیہ (شہادت ۶۰۲ھ)



بُوئے وطن

نسیم سُر و سَمَن از ہِراست می آید
ہزار لُطفِ چمن از ہِراست می آید
مِشامِ جانست مُعطر بقیضِ چشتِ نفیس
دگر کہ بُوئے وطن از ہِراست می آید

ہرات

ہرات خطہ ز آب و گلِ خراسان است
بچشمِ اہل خرد حاصلِ خراسان است
نفیس گفت بجا شیخِ تاجِ سلمانی
”ہرات از رہِ معنی دلِ خراسان است“

یہ رباعی اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات سے چشت کے لیے سفر کے آغاز میں ہوئی۔

الفراق

الفراق اے امیر ہرات ! الفراق

الفراق اے ضمیر ہرات ! الفراق

جامی و رازی و واعظ و خوند میر

آل اطہار و پیر ہرات ! الفراق

(۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۴ء میں ہرات سے واپسی پر کہی گئی)

۱۔ مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، برگزیدہ صوفی، صاحب دیوان شاعر، (م - ۸۹۸ھ)

۲۔ مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ - صاحب تفسیر کبیر (۵۴۳ھ تا ۶۰۶ھ)

۳۔ ملا حسین واعظ کاشفی مصنف "اخلاق محسنی" (م - ۹۱۰ھ / ۱۵۰۵ء)

۴۔ حضرت خوند میر، صاحب حبیب التیر یا خواند امیر، اصل نام غیاث الدین بن خواجہ ہمام الدین (م - نواح ۹۴۲ھ / ۱۵۲۵ء)

۵۔ سید عبد اللہ ابن معاویہ ابن عبد اللہ ابن حضرت جعفر طیار اور محمد بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم جن کے مزارات ہرات میں شہزادگان کے مزارات کہلاتے ہیں۔

۶۔ حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی (م - ۴۸۱ھ) معروف عالم و عارف متکلم اور مصنف۔ (مرتب)

جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

مُسلمانو! اُٹھو، باطل سے ٹکرانے کا وقت آیا
 سرِ میدانِ تڑپنے اور تڑپانے کا وقت آیا
 جہادِ فی سبیل اللہ، رسول اللہ کی سنت ہے
 صحابہ کی جلی تاریخ دُہرانے کا وقت آیا
 اُٹھو فِنا روقِ عظیم کے جواں، شہ زورِ فرزندو
 بساطِ جنگ پر قوت سے چھا جانے کا وقت آیا
 خدا کے نیک بندو! اپنے مجبوروں سے نکل آؤ
 کمر باندھو، محاذِ جنگ پر جانے کا وقت آیا
 مُسَلح غازیو، شیرو، دلیرو، تَنْد طوفانو!
 عُدو کے مورچوں پر آگ برسائے کا وقت آیا
 مُجاہد! باندھ لے سر سے کفن اور سرِ بکف ہو جا
 شہادت کا مُقدس مرتبہ پانے کا وقت آیا

تمہیں یہ جنگ کا میدان ہے گویا کھیل کا میدان
 کہ توپوں کی گرج سے زلیست بہلانے کا وقت آیا
 تمہارے بازوؤں میں جان ہے، ایماں کی طاقت ہے
 نہتے ہو کے بھی دشمن سے بھڑ جانے کا وقت آیا

فرنگی شاطروں نے ظلمتیں بانٹی ہیں دُنیا میں
 خُدا کی سر زمین میں نور پھیلانے کا وقت آیا
 نظامِ مُصطفیٰ نافذ کریں گے، کر کے دَم لیں گے
 نظامِ قیصر و کسریٰ کو ٹھکرانے کا وقت آیا
 نفیس آبِ طالبان کو نصرتِ باری مُبارک ہو
 جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا



(محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء)

۱۔ طالبان : نوجوان علمائے دین پر مشتمل مجاہدین افغانستان جنہوں نے مختصر عرصہ میں ملک کے
 نوے فیصد علاقے پر اسلامی شریعت پر مبنی حکومت قائم کی ہے۔ (مرتب)

شجرہ طریقت و جہاد

عصر حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کی روایت اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ کی جسے آپ کے سلسلہ طریقت و جہاد کے مردانِ سیف و قلم نے آج تک جاری رکھا ہے۔ مختصر نقشہ حسب ذیل ہے :



www.ahlehaq.org

یہ سنا غزل

تصوّر

۱۹۷۰ء میں خانقاہ عالیہ راتپور (سہارنپور) میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔
 قلبی اثرات نظم کی صورت میں ڈھل گئے — (نفیس)

یہ کس کا پرتو نورِ حبیب ہے ! فضا میں حُسن ہے، ہر شے حُسی ہے
 یہ کس کی موجِ زلفِ عنبر ہے مَشاہِدِ جاں میں بُوئے یا سہم ہے
 تصوّر میں کوئی پہلو نشیں ہے نظر سے دُور ہے دل کے قریں ہے
 وہ فرخندہ جہیں مسند نشیں ہے دلوں کی سلطنت زیرِ نگین ہے
 یہ خاکِ راتپور، اللہ اکبر مری دُنیا یہیں، عُقبیٰ یہیں ہے
 مجھے ہے ذرّہ ذرّہ طورِ اس کا یہ میرے نازنین کی سرزمین ہے
 بڑا فیاض ہے وہ شاہِ خواں کُشادہ دل، کُشادہ آستین ہے
 مزاجِ جانِ جاناں ہم کو معلوم طبعیتِ عشق کی بھی نازنین ہے
 نگاہِ عشق کا پندار ٹوٹا تجھے اے حُسنِ جاناں آفریں ہے
 تصوّر ہی میں گم ہو کر نہ رہ جا دلِ ناداں تری منزلِ لقیں ہے
 مجھے داغِ جدائی دینے والے تری یادوں میں گم جانِ غریں ہے

خُدا تجھ کو سدا خوش حال رکھے! ترا غم حاصل دُنیا و دیں ہے
 شبِ غمِ دل کی کشتی ہے بھنور میں کہیں اُمید کا ساحل نہیں ہے
 نگاہِ شوق سے اب کس کو دیکھوں نظر کے سامنے کوئی نہیں ہے
 نفیس اُن کے بغیر اب زندگی کیا
 طبیعتِ سرور، دل اندوگہیں ہے
 ○

www.ahlehaq.org

نقشِ محبت

ملائکے ساتھ ہیں دامنِ سنبھالے
 جہاں سے آ رہے ہیں کھلی والے
 اُمنڈ آتے ہیں بادل کالے کالے
 مرا ایمان ساقی کے حوالے
 تجھے، اے وحشتِ دل دینے والے
 دُعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے
 چہر آفاق مجھ پر ہو گئے تنگ
 مجھے تو اپنی کھلی میں چھپالے
 مرے ساقی، بتقریبِ شبِ قدر
 دیے جا آج بھر بھر کے پیالے
 زکوٰۃِ حُسنِ جاناں بٹ رہی ہے
 گداے عشقِ اِسمتِ آزما لے

زہے چشمِ فسوں سازِ محبت

پرائے کو بھی جو اپنا بنا لے
اندھیری شب ہے، رتہ گم ہے لیکن
نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے

بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں
مرے دل! تو بھی دو دن مُسکرا لے
ٹھہرا لے مرگ، تھوڑی دیر دم لے

حیاتِ جاودانی بھی تو آ لے
نفیس اُن کی محبتِ نقشِ دل ہے
زہ بھولیں گے سہارا پُروا لے



(نواح ۱۳۹۰ھ / ۶۱۹۷۰ء)

اَرْمَغَانِ کَلْبَرِکَ

۳۰ دسمبر ۱۹۷۵ء کو بعد نماز عصر گلبرگہ شریف سے حیدرآباد کے لیے سفر شروع کیا۔ بس سواڈ شہر سے نکلی تو فرط فراق سے طبیعت بھر آئی۔ بے کلی نے اشعار کی صورت اختیار کی ————— نفیس

گلبرگہ، ترے شام و سحر یاد رہیں گے
گزرے ہیں جو باکیف و اثر یاد رہیں گے

انوار، وہ تاحِ نظر یاد رہیں گے
اسمار وہ شب تا بہ سحر یاد رہیں گے
فیضانِ محمدؐ، وہ عنایتِ یٰدِ اللہؑ
کیا لطف تھے ہنگامِ سفر یاد رہیں گے

جو گیسوئے جاناں کی حسیں چھاؤں میں گزرے
وہ لمحے باندازِ دگر یاد رہیں گے

۱۔ اسمار الأسرار (حدیثِ شب) حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ کی تالیف، اُن کے وار داتِ قلبی کی آئینہ دار۔

۲۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز قدس سرہ صاحب روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف۔
(التوقیٰ ۸۲۵ھ)

۳۔ حضرت سید شاہ یٰدِ اللہ حسینیؒ (نبیرۃ حضرت خواجہ گیسو درازؒ) صاحب روضۂ خرد گلبرگہ شریف۔
(المستوفیٰ ۸۵۲ھ)

اے منزلِ پُر شوق تری رہ میں جو آئے
وہ شہر، وہ قریے، وہ نگر یاد رہیں گے

ہے خاک تری سُرْمہ اربابِ بصیرت
کنکر ہیں ترے لعل و گہر، یاد رہیں گے

اے خواجہ نگر! دیدہ و دل تجھ پہ نچھاور
مجھ کو ترے اُجڑے ہوئے گھر یاد رہیں گے

اے جانِ وطن تجھ سے میں گو دُور رہوں گا
نقشے ترے ہر آن مگر یاد رہیں گے

تڑپائے گی لاہور میں رہ رہ کے تری یاد
جلوے ترے با دیدہ تر یاد رہیں گے

اے شاہدِ عشاقِ دکن، شہرِ نگاراں
کیا تجھ کو بھی ہم خاک بہ سر یاد رہیں گے؟

بھولے ہیں نہ بھولیں گے نفیسِ اہلِ محبت
کچھ اہلِ دل و اہلِ نظر یاد رہیں گے





جس تصوّف میں خود نمائی ہے
 وہ عبادت نہیں حُدا ئی ہے
 وہ سزاوارِ پارِ سائی ہے
 جس کی فطرت میں بے ریائی ہے
 کچھ جو میسری سمجھ میں آئی ہے
 زندگی موت کی دُہائی ہے
 آخر کار بس حُدا ئی ہے
 دوستو! زندگی پُرانی ہے
 قیدِ ہستی سے جو رہائی ہے
 خیرِ مَعْتَدَم کو مرگ آئی ہے
 رُوزِ اوّل سے جانتا ہوں انھیں
 اُن سے دیرینہ آشنائی ہے
 اللہ اللہ، حَالِق و مَخْلُوق
 صِفَر سے نسبتِ اکائی ہے

ہمیں تیرا نشانِ ملے نہ ملے
 آرزوئے سِکستہ پائی ہے
 سِدْرۃُ الْمُنْتَبٰی سے بھی گزرے (مُحَمَّدِیْلَم)
 اللہ اللہ کیا رسائی ہے
 غم وہ تحریر ہے مَحَبَّت کی
 خُونِ دِل جس کی روشنائی ہے
 ہائے اُس بے نیاز کی دُنیا
 جس میں مُرود کی حُمدائی ہے
 ننگِ اَسلاف ہوں ، معاذ اللہ
 توبہ توبہ یہ بے وفائی ہے
 جو بُرائی ہے میری اپنی ہے
 اُن کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

دِل کے ساغر سے پی رہا ہوں نفیس
 وہ جو شیرِ بے کھنچ کے آئی ہے



(نواح ۱۹۵۷ء)



وہ دِل کہ دیر سے تھا پریشان آرزو
 آج اپنے شوق میں ہے غزنخوان آرزو
 اللہ کے کرم سے ہے اُمید کی خلش
 اس کی نظر ہے سلسلہ جُنبان آرزو
 ہر حسرتِ حیات کو تسکین مل گئی
 شکرِ خدا بکھل گئے ارمان آرزو
 اے گل فروش تیری بہاروں کی خیر ہو
 جو بن پہ ہے بہارِ گلستان آرزو
 پھولوں سے لگتی ہیں مُقدّر کی ڈالیاں
 پُر ہے گل مُراد سے دامن آرزو
 اُبھرا ہے آسمانِ متنِ پامہتاب
 رقصاں ہے چاندنی میں شبستان آرزو

دِل کا قرار، رُوح کی ٹھنڈک، نظر کا شوق
 کتنے شگفتہ رنگ ہیں عُنوانِ آرزو
 اے وہ کہ تیرے دَم سے ہے ہر خواہش جیتا
 اے وہ کہ تیرا غم ہے رگِ جانِ آرزو
 تیرا نفسِ نفس ہے دِل و جان سے عزیز
 تیری حیات ہے سروِ سامانِ آرزو
 اب تیری آرزو کے سوا آرزو نہیں
 تو جانِ آرزو ہے تو ایمانِ آرزو



ہم ہیں اور شوقِ بزمِ آرائی
وہ ہیں اور آرزوئے تنہائی
موسمِ گل کا انتظار نہ کر
اے مرے ذوقِ بادہ پیمائی
زیست ہے اور غمِ زمانے کے
میں ہوں اور لذتِ شکیبائی
عبدِ دروئی یکتائی
سیدی، مُرشدی و مولائی
دونوں عالم ہیں ایک گوشے میں
اللہ اللہ! دل کی پہنائی
سُن رہا ہوں بہ گوشِ ہوشِ نفیس
قلب ہے محوِ غمہ پیرائی

(۶۱۹۵۹/۱۳۷۹-۷۸)

۱۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبِ پوری نور اللہ مرقدہ: قیامِ پاکستان کے بعد تقریباً ہر سال راستے پور (بھارت) سے متوطنین کی تربیت کے لیے پاکستان تشریف لاتے رہے اور کئی کئی ماہ لاہور و فیصل آباد میں مقیم رہے، اُن سے لاکھوں ہندوکانِ خدا فیضیاب ہوتے رہے۔
تفصیلی حالات سیدہ ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تصنیف ”سوانح حضرت عبدالقادر صاحبِ پوری“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)



بیمار ہو گئے بڑے بیاب ہو گئے
 جب تم نظر پڑے تو شفا یاب ہو گئے
 ساقی ! تری نظر پہ مری زندگی نثار
 تیرے فیوض رُوکش پنجاب ہو گئے
 تاب جہیں سے بہ گئے سیلاب نور میں
 تیری نظر سے غرقِ فنا ہو گئے
 صحرا جو راستے میں پڑے گرد ہو گئے
 دریا جو آئے سامنے پایاب ہو گئے
 وہ جن کے دم سے جنس وفا بھتی گراں بہا
 وہ لوگ بزمِ دہر سے نایاب ہو گئے
 ضربِ المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیس
 ساقی کے دُرِ جام سے سیراب ہو گئے

۵۷-۱۹۶۲ء

لہ ساقی : حضرت مولانا شاہ عبد القادر راتپوری رحمہ اللہ



کیوں شکوۂ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے
 اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے
 صیاد یہ کیا کیا ستم ایجاد کرے ہے
 اب سارے گلستاں ہی کو برباد کرے ہے
 کس حال میں اب ہائے وہ آزاد کرے ہے
 دل قید سے چھٹتے ہوئے فریاد کرے ہے
 یہ عشق تو ہر حال میں راضی برضا ہے
 اب جو بھی ترا حُسنِ خدا داد کرے ہے
 دلِ محوِ محبت ہے اسے کچھ نہیں پروا
 آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے
 پاوے ہے وہی عشقِ سرافرازِ عالم
 جس عشق پہ وہ حُسنِ ازل صاد کرے ہے
 ہاں ساقی کوثر سے صبا عرض یہ کرنا
 اک زندہ سیہ مست بہت یاد کرے ہے

یہ عاشق بے نام ہے مُشتاقِ زیارت
 دِنِ رات ترے ہجر میں فریاد کرے ہے
 درویشِ زبوں حال ہے اے جانِ دو عالم
 ٹوٹے ہوئے دل سے جو تجھے یاد کرے ہے
 اے بادِ صبا راہِ تری دیکھ رہا ہوں
 اب آ کے سنا جو بھی وہ ارشاد کرے ہے
 رہتا ہے نفیسِ ان دنوں اربابِ جنوں میں
 دیوانہ ہے، رسوائیِ جہاد کرے ہے

(۱۳۸۹ھ / ۱۹۷۰ء)

سہارنپور (یوپی، بھارت)



اے دوست جب سے وقفِ خرابات ہو گئی
 عمرِ عزیزِ کتنی خوش اوقات ہو گئی
 ساقی نے اپنی ذات میں مجھ کو سمولیا
 میری حیاتِ مستِ مے ذات ہو گئی
 دل پر پڑا جو پرتوِ حُسن و جمالِ دوست
 جاری زباں پہ حمد و مناجات ہو گئی
 صُبحِ ازل چلا تھا میں اُن کی تلاش میں
 شامِ ابد کے بعد ملاقات ہو گئی
 پو پھٹ رہی تھی محوِ نظارہ تھے ہم، مگر
 سورج کے منتظر ہی میں رات ہو گئی
 فکرِ سلیم، ذوقِ نظر، ہمتِ بلند
 ہر چیزِ نذرِ گردشِ حالات ہو گئی
 اربابِ ہوش اپنا سامنہ لے کے رہ گئے
 جوشِ جنوں میں مجھ سے کوئی بات ہو گئی
 شعر و سخن میں اب وہ کہاں سنکر و آگئی
 اب شاعری ہجومِ خیالات ہو گئی
 جب بھی نفیس آئی ہے اُس جانِ جاں کی یاد
 روئی کچھ ایسے آنکھ کہ برسات ہو گئی

سہارنپور (بھارت) ۱۶ دسمبر ۱۹۹۰ء
 ۱۴ جنوری ۱۹۹۱ء



آج رُوزِ سعید ہے ساقی
 لاصبوحی، کہ عید ہے ساقی
 دوستوں کا فِراق لائی ہے
 عید، غم کی نوید ہے ساقی
 رُوئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ
 حُصرتِ باز دید ہے ساقی
 نا اُمیدی سے کیا ہمیں نسبت
 تُو ہماری اُمید ہے ساقی
 زاہدِ خود پسند کیا جانے
 وقت کا بایزید ہے ساقی
 اللہ اللہ! فریدِ ثانی ہے
 یعنی فردِ فرید ہے ساقی
 وہ مرے قلب میں فروکش ہیں
 اُن سے گفت و شنید ہے ساقی

میکانِ اَلْسِت وَجَد میں ہیں
 شورِ هَلْ مِنْ تَمْرِید ہے ساقی
 نَخْنُ اقْرَبْ اِلَیْہ کی دُھن پر
 رَقصِ حَبْلِ الْوَرِید ہے ساقی
 عشق کی دَستَرَس سے دُور نہیں
 عقل سے جو بَعید ہے ساقی
 عہدِ حاضر میں اہلِ حق کا امام
 سید احمد شہید ہے ساقی
 صُبْحِ نَو کی شَفَق کو غور سے دیکھ
 رَنگِ خُونِ شہید ہے ساقی
 سوچ، کیا وقت کا تقاضا ہے
 دیکھ دُورِ جَدید ہے ساقی
 لوگ کہتے ہیں جس کو شاہِ نفیس
 تیرا ادنیٰ مُرید ہے ساقی

(محرم ۱۳۹۳ھ / ۶۱۹۷ء)



آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں
 خاک میں بل کے پاک ہو جاؤں
 یوں ترے لطف کی نسیم چلے
 مثل گل چاک چاک ہو جاؤں

۱۹۵۵ء - ۶

سُکُردُو کے دشت و جبال اللہ اللہ!
 نہ ہے قُدرتِ ذُو جلال اللہ اللہ!
 زباں پر ہے بے اختیار اے نفیس
 حدیث ”یُحِبُّ الْجَمَالَ“ اللہ اللہ!



صفر المنظر ۱۴۱۷ھ / جولائی ۱۹۹۶ء
 سُکُردُو، وادی شکر بلتستان

تکملہ شجرہ قادریہ قمیسیہ رحمۃ ابدادیہ

ہم لانا رشید احمد محدث نگر د قلب باعصیاں ملوث
بنام آنکہ اوعبد الرحیم است مرا امید جنات نعیم است
بہ عبد القادر قطب زمانہ مرا دہ درد و سوز عاشقانہ

نفسِ بے نوا محو دعا ہست
ہم اظہار احمد مسکین ادا ہست
رضائے خویش یا مولا عطا کن
زدایم نفس ہر دورا رہا کن

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

۲۰ مارچ ۱۹۷۹ء

اے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مبارک کی قدس سرہ کے تالیف کردہ منظوم شجرہ قادریہ قمیسیہ (مشمولہ تعلیقات امدادیہ) میں مرتب کترین کی درخواست پر حضرت اقدس سید نفیس بخینی مدظلہ العالی نے ان اشعار کا اضافہ فرمایا اور کرم بالائے کرم اپنے اس حقیر خادم کا نام بھی شجرہ کے تتمہ میں منظوم فرمایا۔ (مرتب)

تفاسیر

برطانیہ اچھا نہ فرنگی بہتر
 لندن سے کراچی کا کونگی بہتر
 واللہ میرا اس پہ یقین ہے کہ نفیس
 گورے سے مرے ملک کا بھنگی بہتر

کراچی ۱۹۹۷ء

”مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ“
 پھر سر سے گزرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
 ہر روز سبق دیتا ہے عبرت کا یہ منظر!
 مغرب میں اُترتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

۱۹۹۸ء (گلاسگو سے ہنگام کی طرف آتے ہوئے کہی)

بُشِ درندہ

بُشِ درندہ ہے ، یہ حقیقت ہے
 بُشِ عمُکِندہ ہے ، یہ حقیقت ہے
 حملہ آور ہوا ، مگر مُلا
 پھر بھی زندہ ہے ، یہ حقیقت ہے

(۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۲۳ نومبر ۲۰۰۱ء)

ظالم بُش

بُشِ فرنگی ، وہ صدرِ امریکہ
 ظالم و بد قماش ، مُسلمِ گُش
 اِس قدر ڈھائے اُس نے ظلم و ستم
 پڑ گیا نام اُس کا ”ظالم بُش“

ظالم بُش، صدر امریکہ، دیگر سامراجی قوتوں کے سرِ لوہ افغانستان کی اسلامی امارت پر ستمبر ۲۰۰۱ء میں حملہ آور ہوا اور بریت کی انتہا کر دی، ظلم و ستم میں بلاکوں کو مات کر دیا۔ امیر المومنین مُلا محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ، سربراہ اسلامی امارت افغانستان اور مجاہد اسلام اسلمہ بن لادن کو گچھنے کے لئے غلامانہ بھاری میں ”ڈریزی کٹر“ اور ”ککسٹر“ جیسے خطرناک بم استعمال کئے جس سے ہزاروں معصوم افغان بچے، خواتین اور مرد شہید ہو گئے۔

نمی دارند جُز ذوقِ مَحَبَّتِ عاشقانِ دُرِ دِل
 بھائے دُشمنانِ بَرَسَر، وفائے دوستانِ دُرِ دِل
 دِل و جانمِ خریدی، شُکرِ تو، قیمتِ مِپُرسِ از مَن
 دِل و جانمِ فدائے تو، حسابِ دوستانِ دُرِ دِل

(نوائِح ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)



کہاں دُنیا کے فرزانے گئے ہیں
 جہاں تک دیں کے دیوانے گئے ہیں
 یہ دَوْرِ اِبتلا اسْتَعْفِر اللہ!
 بہت سے دوست پہچانے گئے ہیں

جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ / ستمبر ۲۰۰۱ء



کبھی نہ بھولیں گی

منیٰ کی چاندنی راتیں کبھی نہ بھولیں گی
 وہ تانگہ قناتیں کبھی نہ بھولیں گی
 بوادی عرافت و سوادِ مُزدلفہ
 نیاز و راز کی باتیں کبھی نہ بھولیں گی
 (منیٰ، ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ / مارچ ۲۰۰۰ء)

شہِ بغدادِ رحمہ اللہ تعالیٰ

زبدہٴ آلِ نبیؐ حضرتِ عبدالقادرؒ

فخرِ اولادِ علیؑ حضرتِ عبدالقادرؒ

اولیا باجگزارِ شہِ بغدادِ ہمہ

تاجدارِ حسنی حضرتِ عبدالقادرؒ

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ

سید مجبور رحمۃ اللہ

سید مجبور از آلِ رسول ﷺ
 نورِ چشمِ مرتضیٰ رضاؒ، تحتِ بقولِ
 قطبِ لاہور و امامِ اہلِ ہند
 روشن از وے صبح و شامِ اہلِ ہند

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء

مُجَدِّدِ الْفِ ثانی جلد

مُجَدِّدِ الْفِ ثانی، قطبِ آفاق
 زجی مسند نشینِ بزمِ عشاق
 ازو تجدیدِ دینِ مصطفیٰ گشت
 جهانِ تیرہ روشن بر ملا گشت

۱۳ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء



ارمغانِ نفیس

دیدہ و قلب و روح و جانِ نفیس
 بہت ہر چیزِ زیبِ خوانِ نفیس
 اے عزیزانِ من! قبولِ کنیہ
 ”برگِ گل“ بہت ارمغانِ نفیس



۷ رجب ۱۴۲۲ھ

۲۵ ستمبر ۲۰۰۱ء





جہتہ : ۱۲ سوال الکریم



مجلس

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ

کتاب: الفقه المصلیٰ ج ۱ (مجلد اول) - مؤلف: شیخ الاسلام دین محمد علی شافعی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ عَبْدُهُ مُحَمَّدٌ مَّا كَانُوا يَظُنُّونَ

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ عَبْدُهُ مُحَمَّدٌ مَّا كَانُوا يَظُنُّونَ

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْبَقِيَّةُ الصَّلَاةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

مال اور بیٹے رونق میں دنیا کے جیتے، اور رہنے والی نگیوں پر بہتر ہے تیرے رب کے ہاں بدلہ، اور بہتر ہے توقع (پہنچ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَاللَّهُ حَسْبُيْ يُرْحَافُظَا

فَهُوَ رَحْمَتُ اللَّهِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شَكَرْتُكَ يَا مُصَنِّعَ الْكَوْنِ الْكَافِرِ الْفَقِيرِ

هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ

کتاب الفقیہ فی التفسیر غفرانہ و توبہ و استغفر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 عَسَىٰ يَبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامًا
 قَرِيبًا كَمَا كُنْتَ تَقُولُ كَوْتِيرًا مَقَامُ مَعْمُودِينَ - بِرَبِّهِمْ هُنَا
 صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَأَمَّا تَبَايَعُ الْإِنْسِيَا فَلَئِنْ
 وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ - صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ



وَاللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ

[illegible]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ما كان مُحَسِّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ حِزْبِ الْكُفْرِ
وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَفِى الْأَنْبِيَاءِ خُلَفَاءُ

ان الدين غدا لا اسلام

۱۰
 استیصال
 استیصال فی الاسلام مفسر فتحی محمد بن
 سکتہ نقیض الحسینی اللہ اعزہ عنہ
 ۱۳ رمضان ۱۲۸۰ھ
 ۳۱۶۷ ۳۱۶۸ ۳۱۶۹ ۳۱۷۰ ۳۱۷۱ ۳۱۷۲ ۳۱۷۳ ۳۱۷۴ ۳۱۷۵ ۳۱۷۶ ۳۱۷۷ ۳۱۷۸ ۳۱۷۹ ۳۱۸۰ ۳۱۸۱ ۳۱۸۲ ۳۱۸۳ ۳۱۸۴ ۳۱۸۵ ۳۱۸۶ ۳۱۸۷ ۳۱۸۸ ۳۱۸۹ ۳۱۹۰ ۳۱۹۱ ۳۱۹۲ ۳۱۹۳ ۳۱۹۴ ۳۱۹۵ ۳۱۹۶ ۳۱۹۷ ۳۱۹۸ ۳۱۹۹ ۳۲۰۰ ۳۲۰۱ ۳۲۰۲ ۳۲۰۳ ۳۲۰۴ ۳۲۰۵ ۳۲۰۶ ۳۲۰۷ ۳۲۰۸ ۳۲۰۹ ۳۲۱۰ ۳۲۱۱ ۳۲۱۲ ۳۲۱۳ ۳۲۱۴ ۳۲۱۵ ۳۲۱۶ ۳۲۱۷ ۳۲۱۸ ۳۲۱۹ ۳۲۲۰ ۳۲۲۱ ۳۲۲۲ ۳۲۲۳ ۳۲۲۴ ۳۲۲۵ ۳۲۲۶ ۳۲۲۷ ۳۲۲۸ ۳۲۲۹ ۳۲۳۰ ۳۲۳۱ ۳۲۳۲ ۳۲۳۳ ۳۲۳۴ ۳۲۳۵ ۳۲۳۶ ۳۲۳۷ ۳۲۳۸ ۳۲۳۹ ۳۲۴۰ ۳۲۴۱ ۳۲۴۲ ۳۲۴۳ ۳۲۴۴ ۳۲۴۵ ۳۲۴۶ ۳۲۴۷ ۳۲۴۸ ۳۲۴۹ ۳۲۵۰ ۳۲۵۱ ۳۲۵۲ ۳۲۵۳ ۳۲۵۴ ۳۲۵۵ ۳۲۵۶ ۳۲۵۷ ۳۲۵۸ ۳۲۵۹ ۳۲۶۰ ۳۲۶۱ ۳۲۶۲ ۳۲۶۳ ۳۲۶۴ ۳۲۶۵ ۳۲۶۶ ۳۲۶۷ ۳۲۶۸ ۳۲۶۹ ۳۲۷۰ ۳۲۷۱ ۳۲۷۲ ۳۲۷۳ ۳۲۷۴ ۳۲۷۵ ۳۲۷۶ ۳۲۷۷ ۳۲۷۸ ۳۲۷۹ ۳۲۸۰ ۳۲۸۱ ۳۲۸۲ ۳۲۸۳ ۳۲۸۴ ۳۲۸۵ ۳۲۸۶ ۳۲۸۷ ۳۲۸۸ ۳۲۸۹ ۳۲۹۰ ۳۲۹۱ ۳۲۹۲ ۳۲۹۳ ۳۲۹۴ ۳۲۹۵ ۳۲۹۶ ۳۲۹۷ ۳۲۹۸ ۳۲۹۹ ۳۳۰۰ ۳۳۰۱ ۳۳۰۲ ۳۳۰۳ ۳۳۰۴ ۳۳۰۵ ۳۳۰۶ ۳۳۰۷ ۳۳۰۸ ۳۳۰۹ ۳۳۱۰ ۳۳۱۱ ۳۳۱۲ ۳۳۱۳ ۳۳۱۴ ۳۳۱۵ ۳۳۱۶ ۳۳۱۷ ۳۳۱۸ ۳۳۱۹ ۳۳۲۰ ۳۳۲۱ ۳۳۲۲ ۳۳۲۳ ۳۳۲۴ ۳۳۲۵ ۳۳۲۶ ۳۳۲۷ ۳۳۲۸ ۳۳۲۹ ۳۳۳۰ ۳۳۳۱ ۳۳۳۲ ۳۳۳۳ ۳۳۳۴ ۳۳۳۵ ۳۳۳۶ ۳۳۳۷ ۳۳۳۸ ۳۳۳۹ ۳۳۴۰ ۳۳۴۱ ۳۳۴۲ ۳۳۴۳ ۳۳۴۴ ۳۳۴۵ ۳۳۴۶ ۳۳۴۷ ۳۳۴۸ ۳۳۴۹ ۳۳۵۰ ۳۳۵۱ ۳۳۵۲ ۳۳۵۳ ۳۳۵۴ ۳۳۵۵ ۳۳۵۶ ۳۳۵۷ ۳۳۵۸ ۳۳۵۹ ۳۳۶۰ ۳۳۶۱ ۳۳۶۲ ۳۳۶۳ ۳۳۶۴ ۳۳۶۵ ۳۳۶۶ ۳۳۶۷ ۳۳۶۸ ۳۳۶۹ ۳۳۷۰ ۳۳۷۱ ۳۳۷۲ ۳۳۷۳ ۳۳۷۴ ۳۳۷۵ ۳۳۷۶ ۳۳۷۷ ۳۳۷۸ ۳۳۷۹ ۳۳۸۰ ۳۳۸۱ ۳۳۸۲ ۳۳۸۳ ۳۳۸۴ ۳۳۸۵ ۳۳۸۶ ۳۳۸۷ ۳۳۸۸ ۳۳۸۹ ۳۳۹۰ ۳۳۹۱ ۳۳۹۲ ۳۳۹۳ ۳۳۹۴ ۳۳۹۵ ۳۳۹۶ ۳۳۹۷ ۳۳۹۸ ۳۳۹۹ ۳۴۰۰ ۳۴۰۱ ۳۴۰۲ ۳۴۰۳ ۳۴۰۴ ۳۴۰۵ ۳۴۰۶ ۳۴۰۷ ۳۴۰۸ ۳۴۰۹ ۳۴۱۰ ۳۴۱۱ ۳۴۱۲ ۳۴۱۳ ۳۴۱۴ ۳۴۱۵ ۳۴۱۶ ۳۴۱۷ ۳۴۱۸ ۳۴۱۹ ۳۴۲۰ ۳۴۲۱ ۳۴۲۲ ۳۴۲۳ ۳۴۲۴ ۳۴۲۵ ۳۴۲۶ ۳۴۲۷ ۳۴۲۸ ۳۴۲۹ ۳۴۳۰ ۳۴۳۱ ۳۴۳۲ ۳۴۳۳ ۳۴۳۴ ۳۴۳۵ ۳۴۳۶ ۳۴۳۷ ۳۴۳۸ ۳۴۳۹ ۳۴۴۰ ۳۴۴۱ ۳۴۴۲ ۳۴۴۳ ۳۴۴۴ ۳۴۴۵ ۳۴۴۶ ۳۴۴۷ ۳۴۴۸ ۳۴۴۹ ۳۴۵۰ ۳۴۵۱ ۳۴۵۲ ۳۴۵۳ ۳۴۵۴ ۳۴۵۵ ۳۴۵۶ ۳۴۵۷ ۳۴۵۸ ۳۴۵۹ ۳۴۶۰ ۳۴۶۱ ۳۴۶۲ ۳۴۶۳ ۳۴۶۴ ۳۴۶۵ ۳۴۶۶ ۳۴۶۷ ۳۴۶۸ ۳۴۶۹ ۳۴۷۰ ۳۴۷۱ ۳۴۷۲ ۳۴۷۳ ۳۴۷۴ ۳۴۷۵ ۳۴۷۶ ۳۴۷۷ ۳۴۷۸ ۳۴۷۹ ۳۴۸۰ ۳۴۸۱ ۳۴۸۲ ۳۴۸۳ ۳۴۸۴ ۳۴۸۵ ۳۴۸۶ ۳۴۸۷ ۳۴۸۸ ۳۴۸۹ ۳۴۹۰ ۳۴۹۱ ۳۴۹۲ ۳۴۹۳ ۳۴۹۴ ۳۴۹۵ ۳۴۹۶ ۳۴۹۷ ۳۴۹۸ ۳۴۹۹ ۳۵۰۰ ۳۵۰۱ ۳۵۰۲ ۳۵۰۳ ۳۵۰۴ ۳۵۰۵ ۳۵۰۶ ۳۵۰۷ ۳۵۰۸ ۳۵۰۹ ۳۵۱۰ ۳۵۱۱ ۳۵۱۲ ۳۵۱۳ ۳۵۱۴ ۳۵۱۵ ۳۵۱۶ ۳۵۱۷ ۳۵۱۸ ۳۵۱۹ ۳۵۲۰ ۳۵۲۱ ۳۵۲۲ ۳۵۲۳ ۳۵۲۴ ۳۵۲۵ ۳۵۲۶ ۳۵۲۷ ۳۵۲۸ ۳۵۲۹ ۳۵۳۰ ۳۵۳۱ ۳۵۳۲ ۳۵۳۳ ۳۵۳۴ ۳۵۳۵ ۳۵۳۶ ۳۵۳۷ ۳۵۳۸ ۳۵۳۹ ۳۵۴۰ ۳۵۴۱ ۳۵۴۲ ۳۵۴۳ ۳۵۴۴ ۳۵۴۵ ۳۵۴۶ ۳۵۴۷ ۳۵۴۸ ۳۵۴۹ ۳۵۵۰ ۳۵۵۱ ۳۵۵۲ ۳۵۵۳ ۳۵۵۴ ۳۵۵۵ ۳۵۵۶ ۳۵۵۷ ۳۵۵۸ ۳۵۵۹ ۳۵۶۰ ۳۵۶۱ ۳۵۶۲ ۳۵۶۳ ۳۵۶۴ ۳۵۶۵ ۳۵۶۶ ۳۵۶۷ ۳۵۶۸ ۳۵۶۹ ۳۵۷۰ ۳۵۷۱ ۳۵۷۲ ۳۵۷۳ ۳۵۷۴ ۳۵۷۵ ۳۵۷۶ ۳۵۷۷ ۳۵۷۸ ۳۵۷۹ ۳۵۸۰ ۳۵۸۱ ۳۵۸۲ ۳۵۸۳ ۳۵۸۴ ۳۵۸۵ ۳۵۸۶ ۳۵۸۷ ۳۵۸۸ ۳۵۸۹ ۳۵۹۰ ۳۵۹۱ ۳۵۹۲ ۳۵۹۳ ۳۵۹۴ ۳۵۹۵ ۳۵۹۶ ۳۵۹۷ ۳۵۹۸ ۳۵۹۹ ۳۶۰۰ ۳۶۰۱ ۳۶۰۲ ۳۶۰۳ ۳۶۰۴ ۳۶۰۵ ۳۶۰۶ ۳۶۰۷ ۳۶۰۸ ۳۶۰۹ ۳۶۱۰ ۳۶۱۱ ۳۶۱۲ ۳۶

وَاِنَّا لَعَلُّكُمْ خُلُقٌ عَظِيمٌ

کتابہ اہل حق لکچری غفرلہ و توبہ و شریعتہ فی بلدہ سکرو، پستان
الجامعۃ الاسلامیہ، ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ
بخدمتِ بابرکت مصلح پستان حضرت مولانا محمد شہیر صاحب

حَبِطَ الْوَطَنِ الْأَعْيُنُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
صَلِّ عَلَى عَلِيٍّ وَآلِهِ

اُمیدیں لاکھوں میں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
ہیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھول
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور مار
اڑا کے بادِ مری مُشتِ خاک کو پس مرگ
کے حضور کے روضے کے آس پاس شمار

اقباسِ قصیدِ بہاریہ تجہ الاسلام ناؤ تو

ماخوذ فضائلِ دو شریف از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

مدونِ جنتِ البقیع، متوفی ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء بمصر

کتبہ فقیر نفیس الحسنی ۱۴۰۲ھ

مجلس

مَوَاسِدِ

نیکو کار

نورانی

—
—
—
—
—

[illegible]

2

علامہ نعیم بن نعیم

دعوتِ عمل

سیدانور زبیدی

دلوں میں حکمتِ قرآن لئے ہوئے اٹھو جلالِ بؤذروِ مسلمان لئے ہوئے اٹھو
 وہ ہندو دعوتِ اثیار دے رہا ہے تمہیں رگوں میں خونِ شہیداں لئے ہوئے اٹھو
 پکارتی ہے تمہیں آج وادیِ کشمیر! دلوں میں جوشِ کاٹوناں لئے ہوئے اٹھو
 تمہارے بدِ مقابل ہیں کفر کے شرک! علیؑ کی قوتِ مہیاں لئے ہوئے اٹھو
 زمانہِ خود تمہیں کہتا ہے ”اپنے ہاتھوں میں زمامِ گردشِ دوراں لئے ہوئے اٹھو“
 تمہارے دین کی حرمتِ چوڑا کھائے ہوئے جگر پہ داغِ نمایاں لئے ہوئے اٹھو
 کلاسیاں کہ جو ہیں پنجہ ستم میں اسیر! انہیں چھڑانے کا ارماں لئے ہوئے اٹھو
 ابھی تمہارا افسانہ بغیرِ عنوان ہے! اٹھو فسانے کا عنوان لئے ہوئے اٹھو

اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیرِ کمر

یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو

خاص

برگ گل ختم ہوئی

www.ahlehaq.org

نقصین جو امیر باد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>	<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>	<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>	<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>	<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>	<p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	 <p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p> <p>جاء في ۱۲ سؤال الله</p>
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	 <p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	 <p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	 <p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	 <p>بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ</p>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ
 اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَ مِنْ حَيْثُ
 خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
 وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَمَا اللَّهُ بِغَفِلٍ عَمَّا
 تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
 شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
 فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ
 عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۖ
 فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلِأَتِمَّ نِعْمَتِي
 عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا
 فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا
 وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
 وَيُعَلِّمُكُمُ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُونِي

□ قرآن پاک کے اس صلیبی حوالے میں ہمیں (یعنی) اللہ کی تعظیم کا حق یاد آتا ہے اور یہ محمد شریف علیہ السلام کی شان میں عقائد پر مبنی ہے۔

الحمد لله على العرش العظيم
 القرآن الكريم

﴿الرُّسُلُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ (سورة طه آیت ۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ
 أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَأَعْتَصَمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

کتابتہ نعیمیہ الدہلویہ، ارتقا سہیفہ بغداد، ۱۳۰ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
 لاہور، فی الاسلام، منسج حسن طبع، ترکیبہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ
 خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ
 اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْبَرُ الَّذِي عَلَّمَ الْقَالَ
 عَلَّمَ الْقَالَ
 عَلَّمَ الْقَالَ
 عَلَّمَ الْقَالَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب تفسیر المیزان ج ۱۵ ذوالقعدة ۱۴۱۸ هـ جمعة العزیز المأظف میرزا حسن المیزانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بجہت اخفی فی اللہ رمضان بسیدۃ : کتبہ نفیس الحسین البکائی فی قندہ
۱۳ دھن سنہ ۱۴۱۳

اللَّهُ
الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
 ۱۳۹۷
 نفیس کُھنی

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ ذُو نُورٍ
 جَمِيعًا إِنَّهُ يَهْدِي الْفُجُورَ الرَّحِيمَ

حَسْبُنَا وَهُوَ الْكَافِي

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ شَهِيدٌ

بِأَمْرِ الْوَلِيِّ

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ

يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ وَيُوَلِّقُ الْقَوِي الْعَزِيزُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ
 أَنْ يَنْتَبِهُ مِنْهَا خِيشُ يَشَاءُ لِيُصِيبُ
 بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعَ
 أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ⑤ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ ۱۳ ۹۸

کتبہ انصاریہ نقیض بنی غفرانہ ذوقہ سرخسہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ حِزْبِكُمْ
 وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَحِزْبُكُمْ أَتَمَّ لِلْمُبِينِ وَكَانَ النَّبِيُّ شَيْءًا عَلِيًّا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ سَيِّدُ

خُدَّ الرَّاحِمِينَ

کتاب نفیس الحسینی الطباطبائی الاصولی
 فی تفسیر القرآن
 ۱۳۱۳ هجری قمری
 لایق فی الاسلام
 محمد امجد علی سید
 سید احمد

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ
أَشَدُّ أَوْلَادِكَ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَةً مِنْهُمْ

وَأَنَا كَلِمَةُ خَلْقٍ عَظِيمٍ

کتابہ فقیر حسین بنی غفرلہ قزوینی و سرزمین نبی فی جود سکڑہ و جنتان
الہامیہ الاسدیت ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

ترجمہ لاغی فی اسلام مفتقر فی محمد بن
کتابہ فقیر حسین بنی غفرلہ قزوینی و سرزمین نبی فی جود سکڑہ و جنتان
۱۳ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
۳۰۰۰ کلمہ پاک ۱۰۰۰۰ جہان کلمہ



نَحْمَدُكَ وَنُتَعِّينُكَ وَنُتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُتَوَكَّلُ عَلَيْكَ
 وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا
 مِنْ تَحِيَّةِ اللَّهِ فَلَا مُصْرِلَ لَهُ وَمِنْ تَصْنِيعِ اللَّهِ فَلَا هَادِي لَهُ
 وَنُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
 وَنُشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال الله تبارك وتعالى في القرآن الكريم
 قل إن صلاتي ونسبي ومحياي ومماتي
 لله رب العالمين كتبه نفيس الحسيني غفر له



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ حَالِكِيكُمْ

سُؤَالُكُمْ لَكُمْ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي



اللَّهُمَّ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَأَصْلَيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنْكَ مُبْلِكًا

اللَّهُمَّ

بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَأَبَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنْكَ مُبْلِكًا

كَتَبَ الْفَقِيرُ الْغَنِيُّ الْحَقِيْقِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ زَيْنَبٍ فِي رَجَبِ الْمُبَارَكِ ١٤١٣

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ لَمُكْرِمٌ مُبِينٌ

كَبَّلَ الْفَقِيرَ نَفْسًا خَائِفَةً لِلَّهِ هُوَ زِيَّ الْخَيْرِ لَقَدْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

زبانِ یارین کی وین کی نمی دهم

والله اعلم

[illegible]

سید احمد علی

www.ahlehaq.org

ایک سست و سرکش
خود را

نَفْسُ الْبَاطِنِ أَفْقِسُ الْمُسْلِمِ
اللَّهُ ذُنُوبُهُ
سُوءُهُ

6714

كتبه الميرزا محمد باقر
مفتي دارالعلوم
رستم آباد

www.ahlehadith.org



دکتر علامہ محمد اقبال مرحوم

1671

الحمد لله رب العالمين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ رَحْمَتِي

اِنْ شَاءَ اللَّهُ

مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ رَحْمَتِي
مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ رَحْمَتِي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طَابَ اللَّهُ ثَرَاهُ
عَلَامَةُ اِقْبَالٍ

السلامة العامة

میں نے کہا کہ میں نے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا۔

کتابخانه

جہاں

این وادی عشق را
فاصله ملک

ایں وادی عشق
ایں ارضِ محراب
ما خلع ملک
سید الزکریا عظیم

سید حسین نظام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى
 سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَ عَلٰى اٰلِهِ
 وَ حَبَرَتِهِ
 اَمَّا بَعْدُ
 اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
 عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَ عَلٰى اٰلِهِ
 وَ حَبَرَتِهِ
 اَمَّا بَعْدُ
 اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ



از درویشی تا گنج
وزیر و وزیر
میکوی بابا و ناصر
عین صوفی و صوفی

اے اللہ! اس پروردگار کی تمام آل بھیج
 وہ جہتیں کہ یاد رکھ سکے نہ ان کا شمار
 اے اللہ! اس پروردگار کی تمام آل بھیج
 وہ جہتیں کہ یاد رکھ سکے نہ ان کا شمار
 اے اللہ! اس پروردگار کی تمام آل بھیج
 وہ جہتیں کہ یاد رکھ سکے نہ ان کا شمار
 اے اللہ! اس پروردگار کی تمام آل بھیج
 وہ جہتیں کہ یاد رکھ سکے نہ ان کا شمار

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
صَلِّ عَلَى عَلِيٍّ وَآلِهِ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھڑ
مروں تو کھائیں مینے کے مجھ کو مور مار
اڑا کے بادِ مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کمرے حُضُور کے روضے کے آس پاس شمار

اَقْبَاسِ قَصِيدِ بَهَارِ حُجَّةِ الْاِسْلَامِ نَازِکِ

کتابِ فقیرِ نفیسِ حسنی ۱۴۰۲ھ

دیوبند

شاد باش و شاد زی ہائے سرزمین دیوبند
 ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
 ملت بھائی عفت کو لگانے چار چاند
 رحمت بھائی قیامت کو کیا تو نے اوچھ
 دم تیرا ہائے ضرب تیری سبے پناو
 دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری گت
 تیری رحمت پر ہزار اسم سو جاں سے شام
 قرن اول کی خیمہ لانی تری تھی وقت
 تو علمبردار حق ہے حق محبوباں ہے راق
 خیل ہل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
 ناز اپنے مہمت پر کہ تیری خاک کو
 کر لیا ان عالیشان دین قیم نے پرست
 جان گریں گے جو ناموس پیمبر پرست
 حق کے رستے پر کٹ دیجئے جو اپنا بندہ
 گرفتار چا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
 جس طرح جلتے تھے پر قسرتا ہے پند
 اس میں قائم ہوں کہ اور شے کہ محمود الحسن
 سب کے دل تھے درد مند اور سب کی فطرت حید
 گرتی تھی کما تیری ہے حسین احمد نے آج
 جن سے چم ہے روایات سلف کا ترب

السلام علیہ وسلم
 السلام علیہ وسلم
 السلام علیہ وسلم
 جابی و رازی و واعظ و خوارزمی
 آل اطہار و پرہیزگار
 السلام علیہ وسلم
 السلام علیہ وسلم

دانش از

فہم وقت انخلوت دشت چار ایدین

محمد رسولی علیہ السلام

کاروان زین وادی و دراز ایدین

بہار احمد الرحیم

تاریخ عشق و نامی از ایدین

ایقان

چاک لاکرید از دست کمار از دست رفت

نعمت محمد جان گشت و از گشت از ایدین

طرح نوی افکند داند ضمیر کائنات

ناله کمر بستہ قیاس ز ایدین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار باد
 وانکہ مارا رنجہ دارد در آتش بسیار باد
 ہر کہ او خاری نہسد در راہ ما از دہنی
 ہر گلی کہ ز باغِ عمرش بشکند بی خار باد

کتبہ نقیضہ غفرۃ ذریعہ
 مسیحا المظہر ۱۴۰۸ھ

لاهور : ۱۳۹۱ھ

عزت و سعادت و برکت و احسان
 دہلی بہارِ نبوی علی و عثمان

کتابتیں: المصنف
 کتابت: دارالکتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

بہارِ عشق و وفا

بسم الله الرحمن الرحيم

سید احمد علی

لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

سید الطائف فیضی
غفرلہ

چند نایاب عربی کتب کے نام
بقلم نفیس

عَجَازُ الْقُرْآنِ

القاضی ابوبکر بن محمد الباقرانی

کِتَابُ الْفَلَسِفَةِ الْأُولَى

أبو یوسف یعقوب بن اسمعٰل الکندی

تَهَذِيبُ الْإِخْلَاقِ

أبو علی احمد بن محمد بن یعقوب بسکونی

کِتَابُ اللَّمَعِ فِي التَّصَوُّفِ

أبو النصر عبد اللہ بن علی النیراج الطوسی

کیمیای سعادت

جوہار محمد بن محمد الغزالی

مِفْتَاحُ السَّعَادَةِ وَمِصْبَاحُ السِّيَادَةِ

طائفة كبرى زاد

مَعْرِفَةُ نَوَاحِلِ عِلْمِ الْحَدِيثِ مُقَدِّمٌ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاحِ

أبو عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشهير بابن الصلاح

تَذَكُّرَةُ السَّامِعِ وَالْمُتَكَلِّمِ فِي الْعَالَمِ الْمُتَعَلِّمِ

القاضي بدر الدين بن أبي إسحاق إبراهيم ابن جماعة

أَسْنَانُ الْخَوَارِصِ الصِّفَاءِ وَخِلَافَةُ الْوَفَاءِ: الرِّسَالَةُ لِلْجَامِعَةِ

أخوات الصفاء

كِتَابُ الْإِشَارَاتِ وَالْتِبِيهَاتِ

أبو علي الحسين بن عبد الله ابن سينا

حَيُّ بْنُ يَقْظَانَ

أبو بكر محمد بن عبد الملك ابن طفيل

رِسَالَةُ مُبَادِرَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ الْفَضْلَةِ

أبو نصر محمد الفارابي

جامع بیان العلم وفضله

ابو عمر یوسف بن عمر بن عبد البر

کتاب الفہرست

محمد بن اسمعيل بن محمد بن اسمعيل النديم

تہذیب الاخلاق

ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب بسکونیہ

کتاب المسائل والممالک

ابو القاسم عبد اللہ بن احمد ابن خردادبہ

الہدایۃ فی شرح البدایۃ

برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الرغینانی

السئالۃ

ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعي

الأصول

علی بن محمد بن عبد الکرم البزدوی

کتابُ الشُّبَّاهِ وَالنَّظَائِرِ

زین العابدین بن ابراہیم بن محمد الحنفی

الْحُكَامُ فِي تَمْيِيزِ الْفَتَاوَى عَنِ الْحُكَامِ

شہاب الدین القرافی

کتابُ الْفُرُوقِ فِي فُرُوعِ الْحَنْفِيَّةِ

جمال الدین ابوالظفر اسعد بن محمد الکرابیسی

المُؤَافَقَاتُ فِي أَصُولِ الشَّرْعِ

ابو اسحق ابراہیم الشاطبی

الْحُكَامُ السُّلْطَانِيَّةُ وَالْوَلَايَاتُ الدِّينِيَّةُ

ابوالحسن علی بن محمد بن الماوردی

کتابُ السَّيْرِ الصَّغِيرِ

الإمام محمد بن الحسن الشیبانی

السِّيَرَةُ النَّبَوِيَّةُ

ابن هشام، جلال الدین ابو محمد شیبانی

کتاب الوزراء والکتاب

أبو عبد الله محمد المعروف بالجهشياري

معالم القربى فى أحكام الحسب

ضياء الدين محمد الشهير بابن الأضوة

حياة الحياوان الكبرى

أبو البقا كال الدين محمد بن موسى الديري

طبقات ناصري

منهاج الدين عثمان بن سراج الدين جوزجاني

مروج الذهب ومعادن الجواهر

أبو الحسن علي بن الحسين السعدي

أخبار مكنة

أبو الوليد أحمد الأزرقي

المفاتيح

أبو زيد ولي الدين عبد الرحمن ابن خلدون

الإعلان بالتوبخ لمن ذمَّ أهْلَكَ التَّالِيح

شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي

الخطابي في قبلة اللغة بين العرب في كلامها

أبو الحسين أحمد بن فارس اللغوي

كتاب التعريف بطبقات الأئمة

أبو القاسم صاعد بن أحمد بن صاعد القرطبي

كتاب الهدى من مقول مقبولة في العقل والفردولة

أبو رجاء محمد بن أحمد البغدادي

عيون الأخبار

أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري

كتاب البدائع

أبو الفتح

كتاب الأذوار أو السالكات الشرفية

صفي الدين عبد المؤمن الأرمزي البغدادي

کتاب السِّلَاحِ

خليفة بن خياط

فَتْحُ نَامَةِ سُنْدٍ

علي بن حاتم بن أبي بكر كوفي

کتاب صورة الارض

ابو القاسم محمد بن علي ابن هوشل

تَحْفَةُ النَّظَّارِ فِي غَرَائِبِ الْأَمْصَدِ وَعَجَائِبِ الْأَسْفَدِ

ابن بطوطة

الْأَشَارُ الْبَاقِيَّةُ مِنَ الْقُرُونِ الْخَالِيَةِ

أبو الزمان محمد بن أحمد البيروني

کتاب النبات

أبو حنيفة أحمد بن داود الديلمی

کتاب الانزيمات والافوا

أبو إسحاق إبراهيم بن إسماعيل اللواتي الأهوازي

حياة الحياوان الكبرى

أبو البقاء كمال الدين محمد بن موسى الدميمي

كتاب الملبس

أبو علي الحسن ابن الحليم

ميزان الحكمة

أبو الفتح عبد الرحمن النصور المازني

كتاب الأسيار

أبو بكر بن زكريا الرازي

مفتاح الحساب

غياث الدين حميد بن مسعود الكاشي

كتاب شكل القطع

نصير الدين محمد بن محمد الطوسي

كتاب المختصر في حساب الجبر والمقابلة

أبو جعفر محمد بن موسى الخوارزمي

نَهَايَةُ الْأَدْرِ فِي ذَرَايَةِ الْأَفْلاكِ وَالْهَيْئَةِ

محمود بن مسعود الشهر بقطب الدين الشيرازي

نُجُومُ الدَّهْرِ فِي عَجَائِبِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

شمس الدين أبو عبد الله الأنصاري الدمشقي

جَامِعُ الْمُبَادِي وَالْعَنَائِي

أبو علي الحسن بن علي الرازي

الْمُتَانُونَ فِي الطَّبِّ

أبو علي الحسين بن عبد الله بن سينا

كِتَابُ تَشْرِحِ تَشْرِحِ الْقَانُونِ

علاء الدين علي بن أبي الزمر القرشي الدروني بابلنقيس

الْبَصْرِ فِيمَنْ عَجَزَ مِنَ التَّالِيفِ

أبو القاسم خلف بن عباس الزهراوي

كِتَابُ الْجَدَرِيِّ وَالْحَصْبَةِ

أبو بكر محمد بن زكريا الرازي

الکتاب المہذب فی طب العیّن

علاء الدین علی بن ابی المزم الغری العرف بابن النقیس

کتاب الأغذیة

ابن البیطار

التیسیر فی المداوایة والتشدد بئر

ابن زهر

کامل الصنائعین فی البیطرة والزراعة

أبو بکر بن بدر الدین المنذر البیطار

عیون الانبیا طبقات اطباء

موفق الدین أبو العباس أحمد بن القاسم المزمی ابن ابی اصیبة

کتاب المسالك

أبو زکریا یحیی بن محمد ابن القوام الاسبیل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَكَذَّبُوهُ لَعَلَّامٌ
وَنَعَمْ مِنْ قَبْلِ الْأَحَادِيثِ
وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَيُصْلَوْنَ أُولَئِكَ

عُلَمائے سحر کی تصنیفی خدشا نورانی قلم



تفسیر

بیان القرآن

مَسَائِلُ السُّلُوكِ	رَفْعُ الشُّكُوكِ	وُجُوهُ الْمَشَاغِبِ
کلامِ مَلِكِ السُّلُوكِ	مَسَائِلُ السُّلُوكِ	تَوَجُّهِ الْكَلَامِ الْعَلَّامِ
فِي الْعَرَبِيَّةِ	فِي الْأَرَبِيَّةِ	فِي الْعَرَبِيَّةِ

حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مقدر

ملفوظاتی ادب کی تاریخی ہمہ نیت

رسول کریم ﷺ کی وصیتیں

دیباچہ

مقام شمیم آشنایان را صلا و نہاد انجمن شینان را مژدہ کہ لختے از سامان مجمرہ گردانی آمادہ و دامن
ان خود ہندی دست ہم دادہ است، نہ چو بہابی سنگروب خورہ بہ ہنجار نا طبیعی شکستہ بے اندام تراشیدہ
بلکہ بہ تبر شکافتہ بہ کار در زیر زکروہ بہ سولہاں خراشیدہ۔

ایہ دن نفس گدختگی شوق بہ جستجوی آتش پاری است، نہ آتش کہ در گلخنبای ہند فزودہ خاموش
و از کتب خاکستر بہ مرگ خودش سیہ پوش بینی، چہ برفی سلم است از ناپاکی بہ اتخوان مردہ ناوار شکستن و از دیوانگی
بہ رشتہ شمع فراگشتہ آونختن۔ ہر آئینہ بہ دل گدختن نیز زد و بزم افروختن را نشاید۔

رخ آتش بہ صنم برافروزندہ و آتش پرست را بہ باد افراہ ہم در آتش سوزندہ نیک میداند کہ چہ و ہند
در ہوامی آن رخشندہ آذر نعل در آتش است کہ بہ چشم روشنی ہر شنگ از سنگ برون تافتہ و در ایوان لہر اسپ
نشو و نما یافتہ۔ خس را فروخت و لالہ را رنگ و مرغ را چشم و کدہ را چراغ۔

بخندہ یزدان درون بہ سخن برافروز را سپاسم کہ شرارے از آن آتش تابناک بہ خاکستر خویش یافتہ
بہ کاو کاو سینہ ستافتہ ام و از نفس دمہ بر آن نہادہ۔ بوکہ در اندک مایہ روزگار ان آن مایہ فراہم تواند آمد کہ
مجمرہ را فز روشنائی چراغ و رایحہ عود را بال شناسائی دماغ تواند بخشید۔

ہمانا نگارندہ این نامہ را آن در سراسر کہ پس از انتخاب دیوان ریختہ بہ گرد آوردن سرنیہ دیوان فارسی
برخیزد و بہ استفاضہ کمال این فریورن پس زانوی خوشی تن نشیند امید کہ سخن سرایان سخنور تسای پرانندہ ایلاتے را
کہ خارج ازین اوراق یابند از آثار تراوشش رگ کلک این نامہ سیاہ نشناسند و چارہ گرد آور را در
سایش و بگویش آن اشعار ممنون و ماخذ نیکالند۔

یارب این بوی بستی ناشنیہ از فیتی بہ پیدائی نارسیدہ یعنی نقش ضمیر آمدہ نقاش کہ بہ اسد اللہ خان
موسوم و بہ میرزا نوشہ معروف و بہ غالب مخلص است، چنانکہ اکبر آبادی مولود و بلوی مکن است، فرجام کار
نجفی مدفن نیز باد، فقط۔

(بست و چہارم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۸ھ)

دلوانِ غالب

دردِ منت کبش دوا نہ ہوا میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہ ہوا
 جمع کرتے ہو کیوں قیہوں کو اک تماشا ہوا، گلا نہ ہوا
 ہم کہاں قسمت آزمائے جائیں تو ہی جب خنجر آزا نہ ہوا
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقب گایاں کھا کے بے مزا نہ ہوا
 بے خنجر گرم اُن کے آنے کی آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
 کیا وہ نرود کی حُدا ہی تھی؟ بندگی میں برا بھلا نہ ہوا
 جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا
 زخم گر دب گیا، لہو نہ تھا کام گر رُک گیا، روا نہ ہوا
 دُسنی ہے کہ دِلستانی ہے؟ لے کے دل، دِلستاں روانہ ہوا

کچھ تو پڑھے کہ لوگ کہتے ہیں

آج غالب غزل سرا نہ ہوا

نہ تھا کچھ تو حُدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو حُدا ہوتا
 دُبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
 ہوا جب غم سے یوں بے جس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
 نہ ہوتا گر حُدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا
 ہوئی مُدت کہ غالب مر گیا، پر یاد آتا ہے
 وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

دیوان غالب

لازم تھا کہ دیکھو برا رستا کوئی دن اور تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور
 بیٹ جائے گا سرگر ترا پتہ نہ لگے گا ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور
 آئے ہوکل، اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا، کوئی دن اور
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
 ہاں اے فلک پیر، جواں تھا ابھی عارفؔ کیا تیرا بگڑتا جو نہ مَر تا کوئی دن اور
 تم ماہِ شب چار دُہم تھے مرے گھر کے پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور
 تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و شد کے! کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
 مجھ سے تمہیں نفرت سی، نیر سے لڑائی بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
 گزری نہ، بہر حال، یہ مدت خوش و ناخوش کرنا تھا جواں مرگ! گزارا کوئی دن اور

ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب
 قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور



لہ یزین العابدین خان عارف لا مرثیہ ہے۔

دیوانِ غالب

شوق، ہر رنگِ رقیبِ سرو سا ماں نکلا
 قیسِ تصویر کے پردے میں بھی سُرِیاں نکلا
 زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب
 تیر بھی سینہ بے پل سے پُراشاں نکلا
 بُوے گل، نالہِ دل، دُودِ چہرِ غمِ محل
 جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا
 دلِ حسرت زدہ تھا مادہ لذتِ درد
 کامِ یاروں کا بہتِ دلِ لب و دندان نکلا
 اے نو آموزِ فنا ہمتِ دُشوار پسند
 سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
 دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب
 آہِ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا



کلام مجتہ شاہ

کلام مجتہ شاہ کا قدیم ترین مخطوطہ سندھو ملک بیرائے لاہور سے ۱۸۸۶ء میں شائع کیا، علامہ انشا کی افلاطون سے سراسر ٹپ ہے۔ اس سے قبل بظاہر قوال لوگ ہی آپ کے کلام کے وارث رہے ہیں۔ اگرچہ آپ کے کسی ہم عصر یا قریبی معاصر کے قلمی نسخے کا کسی جگہ دہے ہوئے وجود ہونا بعید از قیاس نہیں۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ دنیا ابھی تک ایسے کسی نسخے سے روشناس نہیں ہوئی۔ کلام کے صرف زبانی یاد رکھنے کا ایک اثر یہ ہوا ہے کہ کافیاں علاقائی لمبوں کے اختلافات سے متاثر نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر میں گل اوتھے دی کزاں ہاں تیر تھے دی گل دو آجے کی ہولی معلوم ہوتی ہے؛ لیکن نیکون ہوا گھیا، آتاں اساں بھی کرے آاسے میں چمچ ہزارے کا بھونیاں ہے اور بھل ڈھونڈیم، بیلا ڈھونڈیم، ڈھونڈیم سا جہاں میں بہادر پوری طرز کلام صاف ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قوالوں سے مجتہ شاہ کے کلام کر کے کر مدین کیا گیا تو متن میں بہت زیادہ اختلافات ظاہر ہوئے۔ اگر مجتہ شاہ خود اپنا کلام مدین کر جاتے تو متنوں کے اختلافات اتنے وسیع نہ ہوتے۔ اس کے باوجود کہنا غلط نہ ہوگا کہ چھپے ہوئے کلام کا غائب لہجہ لاہور تصور اور سا بیواں کا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کہ حضرت مجتہ شاہ چھ سال کی عمر سے آفریقہ تک اسی علاقے میں رہے ہیں۔

مجتہ شاہ کے کچھ مجموعوں کے طبع اور شائع ہو جانے کے باوجود ایسا گتا ہے کہ ابھی تک قوالوں سے ان کا سا کلام حاصل کر کے محفوظ نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر میر علی شاہ گڑوی نے ایک قطعہ مجتہ شاہ کے ایک قطعے کے جواب میں لکھا ہے جو یہیں کسی جگہ چھپا ہوا نہیں ملا۔ وہ قطعہ اس طرح شروع ہوتا ہے،

حضرت مجتہ شاہ کی زندگی کے حالات بالتحقیق اور بالیقین معلوم نہیں۔ ان کی پیدائش کا مقام اٹلی گیلانیاں اور زمانہ ۱۶۸۰ء بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے والد شاہ محمد درویش جب تلاش، زنگر میں ترک وطن کر کے قصور کے قریب آئے تو اس وقت حضرت کی عمر چھ سال کی بتائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں ایسا چھ سال کا بچہ جو اپنے ان ماں باپ کے ساتھ رہتا ہو آج سے آئے ہوں، مدت العمر اپنے کلام میں وہاں کی بولی کا اثر ظاہر کرتا ہے مگر لیکن کلام مجتہ شاہ میں ایسے اثرات زیادہ نمایاں نہیں اور اس کی وجہ آگے بیان ہوگی۔ اپنے ہی تہمید غلام مرتضیٰ امام مسجد قصور سے حاصل کی۔ کتب فقہ و شرع کے جو اسے آپ کے کلام میں کئی جگہ پائے جاتے ہیں غالباً اسی تعلیمی دور کا اثر ہیں۔ جوانی میں آپ لاہور، حضرت عنایت شاہ قادری کے مرید ہو گئے جن سے آخر تک ایک جفا دار پاکیزہ محبت و عقیدت کا ایسا متعلق قائم رہا جو دینی اور دنیوی ترشہ اور خیر اور حضرت نظام الدین کے شے کی یاد دلاتا ہے۔ حضرت مجتہ شاہ کے کلام میں کم ایسی کافیاں ہیں جن میں انھوں نے اپنے پیر اور تحمت لاہور کا ذکر والہانہ جذبے کے ساتھ کیا ہو۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ قصور میں گزارا، شادی نہیں کی اور ایک روایت کے مطابق ۱۷۵۶ء میں انتقال فرمایا۔ لوح مزار پر جن وفات ۱۱۷۰ھ درج ہے جو عیسوی سن ۱۷۵۶ء کے مطابق ہوتا ہے۔

آپ کے کلام کا کوئی مصدق متن دستیاب نہیں۔ ۱۷۱۰ء سے ۱۷۵۰ء تک کا زمانہ پنجاب میں ایک بڑی ہاشمی کا زمانہ تھا جس کا ذکر دو ایک جگہ خود مجتہ شاہ نے اپنی کافیاں میں کیا ہے۔ لیکن ہے کہ ان کا مدون کلام اس زمانے کی شوشوں میں گم ہو گیا ہو، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اسے نہ خود لکھا ہو اور نہ کسی کو کھینچ دیا ہو۔ چنانچہ پریم سنگھ قصوری جنھوں نے ۱۸۹۶ء میں ان کا کلام جمع کیا، کھینچے ہیں کہ آپ اتنی ہی ان پڑھ تھے لہذا آپ اپنا کلام لکھ نہیں سکے لیکن پریم سنگھ قصوری کا یہ قیاس درست نہیں ہو سکتا۔ افسوس یہ کہ کلام میں جاہا کتب فقہ کے حوالے اور آیات قرآنی کے اقتباسات موجود نظر آتے ہیں۔ ثانیاً اس لیے کہ آپ نے اپنی کافیاں میں بہت کچھ علم کے ایک بے نیس خیر ہونے پر بحث کی ہے جو صرف کوئی عالم فاضل ہی کر سکتا ہے۔ ورنہ ان پڑھ لوگ تو علم سے توہم کی حد تک مرعوب ہوتے ہیں۔

کلامِ بلھے شاہ

کیسی توبہ !

کیسی توبہ ہے ایہ توبہ ، ایسی توبہ نہ کر یار

موتھوں توبہ ، دلوں نہ کردا ، اس توبہ تجھیں ترک نہ پھڑوا
کس غفلت نے پایو پردا ، تینوں بخشے کیوں غفار

نائیں دے کے نویں سولے ، ڈبڈیاں اُتے بازی لائے
مُسلمانی اوہ کتھوں پائے جس دا ہووے ایہ کردار

جنت نہ جانا اوتھے چاویں ، حق بیگانہ مکر کھاویں
کوڑ کتاباں ہر تے چاویں ، ہووے کہیہ تیرا اعتبار بند

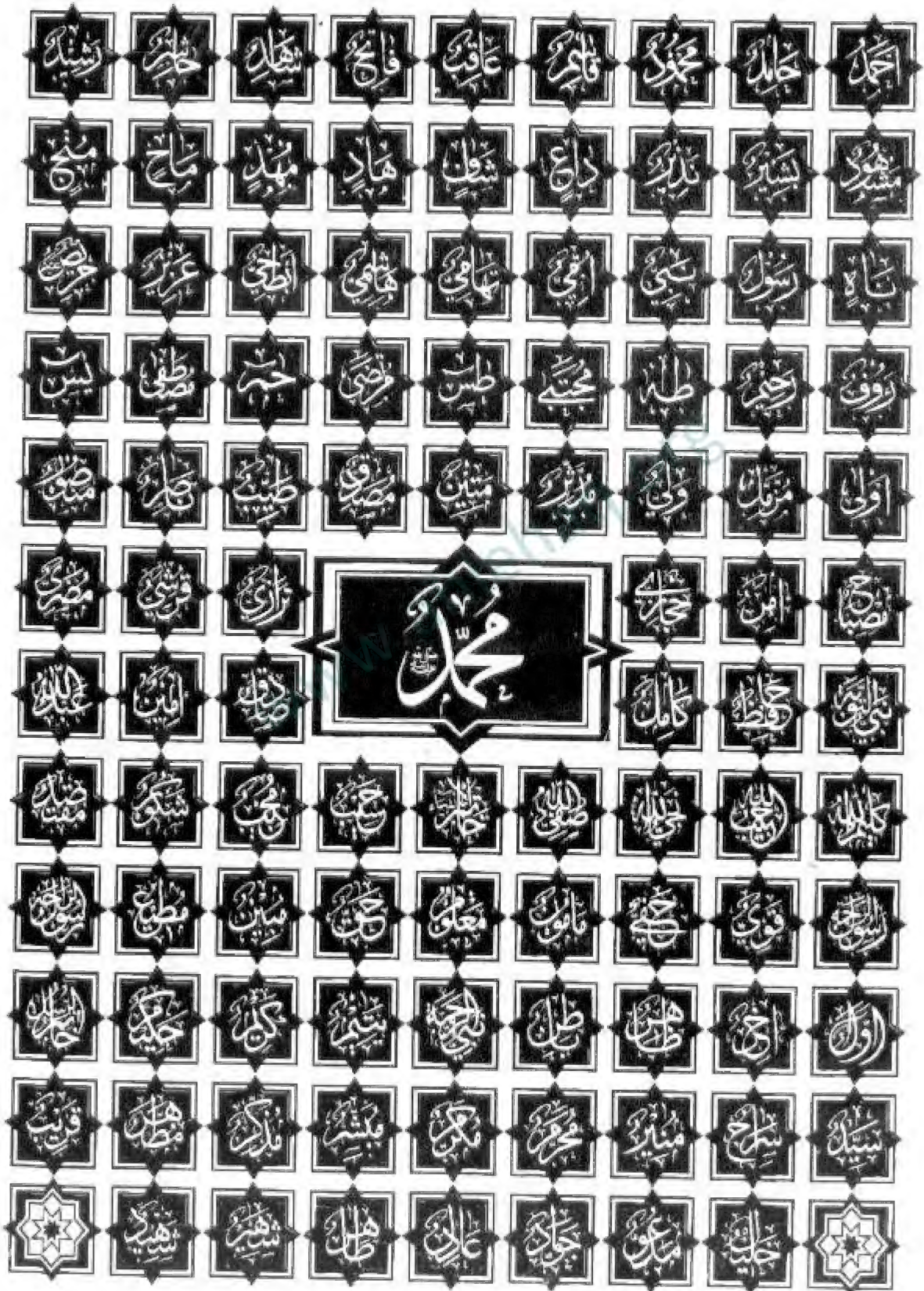
ظالم ظلموں ناہیں ڈر دے ، اپنی کیتویں آپے مردے
ناہیں خوف خدا دا کردے ، ایتھے اوتھے ہون خوار

کیسی توبہ ہے ایہ توبہ ، ایسی توبہ نہ کر یار





قلم نفیس سے لکھے ہوئے اسماء انبی



جدید سیرۃ النبی پر شاہ صاحب کے تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده
پیش نظر کتاب ”جدید سیرۃ النبی“ جناب مولانا محمد
اسحاق صاحب ملتان کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ انہوں
نے مشاہیر اہل قلم کے خیابانِ عقیدت سے پھول چن چن
کر یہ گلہ سنبھلایا ہے۔ علامۃ الناضل حضرت
مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہم نے اس پر دلائل و
مقدمہ لکھا ہے۔ میرے نزدیک اس کتاب کی تاثیر میں
بھی مقدمہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیتِ عامہ
سے نوازے اور بروزِ حشر مؤلف اور قارئین کو
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت سے

سرفراز فرمائے آمین
نفیس الحسنی
۱۷ منہ لطیف ۱۴۲۶ھ

جدید سیرت النبی ﷺ

تقدیر فقہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالرشید

مشاہیر امت کے تاثرات

حضرت سید نفیس الحسنی رحمہ اللہ

پیش نظر کتاب "جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اراکین ادارہ تالیفات اشرفیہ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازے اور بروز حشر مؤلف اور قارئین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

یادگار اسلاف حضرت قاری محمد سالم قاسمی صاحب زید مجدہ

(جانشین حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ)

سیرت النبی مرادات ربانی کی عملی توضیح کا نام ہے علمی شرح کا نام سنت رسول اور توضیح عملی کا نام سیرت رسول ہے۔ حضرات اکابر رحمہم اللہ کا ذوق علمی و ذوق دینی اور ذوق عملی اس کا متقاضی بنا کہ اپنے اپنے طرز فکر کے لحاظ سے سیرت النبی پر قلم اٹھائیں۔ الحمد للہ کہ یہ ذخیرہ بھی عظیم پیمانے پر جمع ہو گیا جس کو یکجا کی صورت میں پیش کر کے ادارہ "تالیفات اشرفیہ ملتان" نے شائع کر کے احسان عظیم فرمایا ہے۔

حضرت قاری منصور احمد صاحب مدظلہ

(کالم نگار "ضرب مومن" کراچی)

سیرت نگار شخصیات

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ
حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا حبیب الرحمن مدظلہ
حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی مدظلہ
حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ
مفتی اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ
مولانا سید منظر الحسن گیلانی رحمہ اللہ
حضرت مولانا محمد منیاں صاحب رحمہ اللہ
فقہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ

چند خصوصیات:

☆ اکابر علماء حق کی اردو زبان میں لکھی گئی تمام مستند کتب سے انتخاب۔ جن کے مطالعہ سے صرف معلومات میں اضافہ ہی نہیں بلکہ مولفین کے اخلاص کی برکت سے عشق نبوی اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جو اس کتاب کی بنیادی خصوصیت ہے۔ ☆ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے لیکر عصر حاضر تک کے جملہ مستند سیرت نگاروں کی کتب سے منتخب مضامین۔ ☆ عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر "ختم نبوت" اور "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان پر مستند مضامین جو عام کتب سیرت میں نہیں ملتے۔ ☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج پر غیر مسلمین کے شبہات پر مفصل مقالہ ☆ 300 سے زائد مقدس مقامات کی زمین تصاویر جو آنکھوں کیلئے نور اور دل کیلئے سرور ہیں۔ ☆ پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے نقشوں کا التزام..... جن کی مدد سے واقعات اور حالات کو سمجھنا آسان۔ حضرت سید نفیس الحسنی "و دیگر اکابر کا نعتیہ کلام لفظ "اللہ" اور "محمد" تقریباً پچاس ڈیزائنوں میں۔ ☆ تقریباً 5 ہزار عنوانات پر مشتمل۔

غیر ملکی اعلیٰ نفیس بیچہ 1600 صفحات 3 جلد۔ رعایتی قیمت صرف -/580 روپے

اردو زبان میں سیرت محمدی کے بکھرے ہوئے پھول اپنے رنگ و خوشبو میں جدا جدا و فرہی و دلکشی تو رکھتے تھے لیکن انہیں مگدستہ کی شکل دینے کا اعزاز ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے حصہ میں آیا۔ اس نے سیرت کی پندرہ کتابوں کے مشترک مواد کو "جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں جمع کر دیا۔ انتخاب فقط انہی کتابوں کا کیا ہے جن کے مصنف سوز و ساز رومی اور بیچ و تاب رازی کے مرقع تھے اس لئے ان کتابوں سے صرف معلومات ہی نہیں بلکہ عمل کا جذبہ ابھرتا ہے۔ مزید مین سو سے زائد ایسی نادر تصویریں اس میں جمع کر دی ہیں جن سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے۔ مطالعہ کے بعد کسی صاحب ذوق کو دیکھئے۔ شکر ہے۔

صاحب عزیز ذیل خط مہرا حق رب زید حاکم
 السلام علیکم درود اللہ علیہ
 حضرت مولانا شیخ محمد عفا نور الدین کاشانی مدظلہ العالی
 کا ایک حصہ لکھا - جواب نایاب ہو - میں نظر
 نسخہ آپ کی خدمت میں برائے اشدت معجز
 میں - ازودہ شایان شان طریقہ سے
 لکھ کر آئیے

بعد الحفی
 احمد
 کریم ماکر ۱۱/۱۱
 ۹ رمضان المبارک ۱۴۱۱

۴

مثنوی دفتر ہفتم جو حضرت شاہ صاحب نے اپنی تحریر بالا کے ساتھ بھجوایا
 جس کو الحمد للہ ادارہ نے شائع کر کے شاہ صاحب کی دعائیں حاصل کیں

معاشرہ میں مروجہ اختلافی امور سے متعلق
دین حق اور راہ اعتدال کیلئے راہنما کتاب

صراطِ مستقیم

مقدمہ مولانا محمد ابراہیم صاحب طاق (استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ دارالافتاء)

مجموعۂ افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ
مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ
بقیۃ السلف مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی
شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
حضرت شیخ علی عبدالرحمن الحدادی امام حرم نبوی
و دیگر اکابر کے علمی و اصلاحی مقالات کا حسین مجموعہ

موضوعات دیوبندی... سنی... حنفی... وہابی... بریلوی... سنت و اہلسنت... اہل تشیع... غیر مقلدین

مولانا مودودی اور ان کی جماعت... مسئلہ تین طلاق (سعودی مفتیان کرام کا منفقہ فیصلہ اس کے علاوہ مزید فتاویٰ جات)
بیس تراویح (عہد نبوت سے عصر حاضر تک کی مکمل تاریخ) جیسے عنوانات پر مشتمل مکمل اصلاحی کتاب

خصوصیات اور چند گذارشات

آخرت میں نجات کا مدار صحیح عقائد پر ہے... قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح عقائد کی نشاندہی
اس پُر فتن دور میں دین اور ضروریات دین کے بارہ میں معتدل اسلامی تعلیمات
عام فہم مختصر علمی مباحث جنہیں ہر شخص بآسانی سمجھ کر دین کی روح تک پہنچ سکتا ہے
دنوی ساز و سامان جو کہ دھوکہ کا گھر ہے اس کے بارہ میں ہر شخص کافی معلومات رکھتا ہے... جبکہ عقائد اور
ضروریات دین (جو ہماری بنیاد اور مقصد زندگی ہے) کے بارہ میں لا پرواہی عام ہے۔ یہ کتاب آپ کو
معاشرہ میں مروجہ مسلکی اختلافات کی حقیقت اور ان کے بارہ میں صحیح اسلامی تعلیمات پیش کرتی ہے اپنی
اصلاح اور دین کی بنیادی ضروریات کے بارہ میں مکمل معلومات کی نیت سے اس کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ
آپ کو صراطِ مستقیم تک پہنچا سکتا ہے... دوسروں سے بحث مباحثہ اور مناظرہ کرنے کی نیت سے بچے کیونکہ
اس سے دین و دنیا کا نقصان ہے... ادارہ کی یہ کاوش امت مسلمہ میں مسلکی اختلافات کے باوجود اتفاق
و اتحاد پیدا کرنے کیلئے ہے۔ اس کتاب کی تالیف و ترتیب کا صرف یہی مقصد ہے۔ اس نیک کام میں آپ
ہمارے معاون بننے اور ہر گھر مسجد و مدرسہ سکول کالج لائبریری تک اس کتاب کو پہنچائیے۔ شکریہ

اعلیٰ ایپورنڈ پیپر کمپیوٹر کتابت خوبصورت جلد میں

قصیدہ فی مرثیہ مرشدی ومولائی السید انور حسین نفیس الحسینی رحمہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی فاضل جامعہ نصرت العلوم مہتمم جامعہ فلاح العلوم گوجرانوالا

حمداً لك اللهم حمداً أجمع

اے اللہ! تو کامل اور جامع تعریف کے لائق ہے

والسّلام على الرّسول وآله ومن تبع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی آل اور آپ کے سب پیروکاروں پر سلام ہو

مُرشدنا انور حسین سید نفیس الحسینی

ہمارے مرشد انور حسین سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ ہیں

جاهد طرق الهدى سلك صراط المصطفى

آپ نے ہدایت کے طریقوں پر چل کر مجاہدہ سے کام لیا

اور آپ طریق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالک ہیں

قد رفع علم الهدى فأصبح بدر الدجى

آپ نے ہدایت کا علم بلند کیا اور چودھویں کے چاند بن کر گمراہی کی تاریکیوں کو ختم کیا

أحى تراث المسلمين وحى حيو طيبة

مسلمانوں کے علمی اثاثوں کو زندہ کیا اور حیات طیبہ بسر کی

كان شغل عسره ذكراً لاسم ربّه

رب تعالیٰ کا اسم ذات کا ذکر آپ کی ساری عمر کا شغل رہا

ربّ العلى قد غفره تقبل قبولاً حسناً

رب بزرگ و برتر آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کو اپنا مقبول بنائے

قد كا يحيى ليلة مثل نهار أكثر

آپ شب زندہ دار تھے اپنی اکثر رات دن کی طرح ذکر میں بسر کرتے

يتلوا كتاب ربّه حق تلاوته تلى

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے جیسا تلاوت کرنے کا حق ہے

كان رجلاً واحداً فرداً وحيداً شاهداً
اپنی صفات میں یکتا، بے مثل اور حق کے شاہد تھے

بالعرف يأمرُ صحبه وأشدُّ عن منكرٍ نهى
اپنے اصحاب کو معروف کا حکم فرماتے اور برائی سے سختی سے منع کرتے تھے

يطلعُ جمالُ وجهه عند كل من يراه
ہر دیدار کرنے والے کے لیے آپ کا چہرہ مظہر جمال تھا

ومن جلاله جده الحسين قد مزجا
آپ کا جلال اپنے جدا امجد حضرت حسینؑ کے جلال کا عکس تھا

ماله من مجلس يخلوا من ذكر شيخه
آپ کی کوئی مجلس آپ کے شیخ، اکابر و صلحاء اولیاء کے ذکر سے خالی نہ ہوتی

ومن الاكابر والتقى رق بالعبر والبكى
ان کے ذکر سے آپ آنسو بہایا کرتے تھے اور آپ پر رقت طاری ہو جاتی

لاسيما في الشيخ اعنى السيد احمد
خصوصاً آپ کو اپنے شیخ سید احمد شہید رحمہ اللہ سے والہانہ محبت تھی

كانه قد نشا من حبه مبتدء ا
گویا شروع ہی سے آپ کی نموان کی محبت سے ہوئی

اثر بقیة من سلف خير بقیة من خلف
آپ بقیۃ السلف اور بعد کے لوگوں کے لیے حجت ہیں

فالله يقبله العمل ويرزقه خير الامل
اللہ تعالیٰ آپ کے عمل کو قبول فرمائے اور آپ کو اپنی نیک اُمیدوں کا صلہ عطا فرمائے

يارب اكرم ضيفه احسن له نزوله
اے پروردگار! اپنے مہمان کی عزت افزائی فرما اور اپنے ہاں ان کی آمد کو قبول فرما

انه قد جائك من داره دار الفنا
کیونکہ وہ دار فنا سے آپ کے ہاں آئے ہیں

بہ نفس نفیس

(پروفیسر محمد رفیق اذفر)

حضرت اقدس سیدوالانفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

امام ہنر پرورانِ زمانہ	بہ کیواں رسانید آثارِ خامہ
بدستِ گہر بارِ انورِ حسینی	نگارِ قلم بوسہ زد عاشقانہ
گراید بہ اوجِ پَرَنِ مَوئے قلمش	سراید بہ آہنگِ طُوبی چکامہ
شامی فرستند بہراد و مانی	بہ تحسینِ حرف و معانی یگانہ
بہ گل زارِ اقلیمِ شب زندہ داراں	خرامیدہ ای احسنتِ خسروانہ
خُرا بدرقہ حضرت رائے پوریؒ	بہ راہے کہ پیمودہ ای قادرانہ
رہ عاشقی ہیچ پایاں ندارد	کہ بحرِ محبت بود بے کرانہ
توئی طائرِ خوش نوائے سعادت	بود شاخِ سدرہ خُرا آشیانہ
منم اذفر بے نوائے فقیرے	ثناء و دُعا می گنم عاجزانہ

قطعات

تاریخ وصال حضرت سیدانور حسین نفیسی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
از: پروفیسر محمد رفیق اذفر

”غروبِ مبصرِ حسنِ شمیم“

2008ء

شرح ہجرانِ مریداں می نیاید در قلم جانِ مشتاقاں تپد در نیم شب و صبحدم
خواجہ ام آرام گیرد در شبستانِ عدم غمزدہ ام از ”غروبِ مبصرِ حسنِ شمیم“

طغرانویسِ احمدؒ

۱۴۲۹ھ

نفسِ بیداش می زدم آمد صدائے دلبرم
نہ شاعرم نہ کاہم ”طغرا نویس احمد“

”خاموش باشد شمعِ فروزاں“

2008ء

بحرِ عیادت رستم بجاناں باچشمِ حیراں باجانِ گریاں
آمد صدائے ہاتفِ بگوشم ”خاموش باشد شمعِ فروزاں“

تاریخ وصال حضرت ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق 5 فروری 2008ء

قطعہ تارتخ وفات

جوہر خوبی و نفاست سید نفیس الحسینی صاحب رحمہ اللہ
(۱۴۲۹ھ)

”ذریۃ رسولِ حرمین عزیز“ آہ سید نفیس

تا زندگی ناموس نبوت کا تو رہا پاسباں
تحریک ختم نبوت کا رکن اعظم و رئیس
اپنے اجداد کی عظمتوں کا تھا تو امیں
تبلیغِ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی رہی تری تخصیص
تیری شاعری عشقِ حقیقی کا مرثدہ جانفزا
تری حمد و نعتیں ہیں سب سے اعلیٰ و نفیس

تو ”بامجد رئیس الخطاط العصر موجود“

رحمت یزداں رہے ہر دم تری انیس

۱۴۲۹ھ

”آسودہ باغ فردوس“ عرشیوں کا ہم جلیس“

رحمت پہ تیری مضطرب ہے مہر بے نوا

کہاں سے ڈھونڈے ایسا مرشد عالی و نفیس

از: سید مہر حسین بخاری ”بیت التوحید“ کا مرہ مکان ضلع اٹک